خدا بخش لائبریری

جرنل

۷۹

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

خدابخش لائبریری

تماہی

جرنل

پٹنہ

۴۹

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

رجسٹریشن نمبر : ۳۳۴۴۲/۷۷
شمارہ : انچاسواں
قیمت : پچیس روپے

قیمت فی شمارہ : پچیس روپے
سالانہ : ۱۰۰ روپے (ہند)
۲۰ ڈالر (ایشیا)، ۴۰ ڈالر (دیگر ممالک)

فہرست

۱۹۸۹ء

خدابخش لائبریری نے پٹنہ لیتھو پریس، رمنا لین، پٹنہ-۴ اور لبرٹی آرٹ پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا۔

ایڈیٹر: عابد رضا بیدار

ہندوستان میں

قومی یک جہتی کی روایات

بشمبھر ناتھ پانڈے

حرفے چند

پانڈے جی کا مشہور خدا بخش لکچر آپ کے ملاحظہ میں آچکا ہے۔ اب یہ ان کا ایک اور لکچر پیش خدمت ہے۔ یہ فخرالدین علی احمد میموریل لکچر (لکھنؤ ۱۹۸۶ء) جو اصلاً ایک کالم ہندی اور ایک کالم اردو میں سائکلوسٹائل صورت میں ہے اور جو سندرلال وشمبھر ناتھ پانڈے کے عہد آفریں رسالے 'نیا ہند' کے ماڈل پر یعنی ایک زبان مگر دو رسم الخط میں ہے، وسیع تر افادہ کے لیے پانڈے جی کی اجازت سے لائبریری اسے شائع کر رہی ہے۔ ہندی ورژن زیر اشاعت ہے۔

آزاد ہندوستان کا مورخ غلام مورخوں کے بوجھ کو کب تک ڈھوتا رہے گا یہ سوال کئی ذہنوں میں اٹھا۔ تاراچند، حبیب، مجیب، ایک اور لوگ! مگر جس دردمندی اور دلسوزی سے، جس خوبصورتی سے، سندرلال اور وشمبھر ناتھ پانڈے نے اسے اپنا مشن بنایا، جس جی داری کے ساتھ زبان سے قلم سے اور عمل سے اس کے لیے جہاد کیا، ایسی اور کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ سندرلال مدت ہوئی اللہ کو پیارے ہوئے۔ لے دے کے ایک یہ شمع رہ گئی ہے، جلتی بجھتی، ہلکی ہلکی روشنی اندھیرے سے لڑتی جاتی ہے، پگھلتی جاتی ہے اور چاروں طرف امید پرور نظروں سے دیکھتی جاتی ہے کہ شاید بجھنے سے پہلے اس شمع کی جوت سے کوئی اور، کوئی اور شمع بھی جل اٹھے۔ سوار کا گھوڑا (رخشِ عمر) ہانپ رہا ہے مگر سوار کے تیور وہی ہیں! چہرے پر وہی اعتماد و اطمینان! سینہ تنا ہوا! آنکھیں روشن! اور بازو اسی مضبوطی سے تلوار اٹھائے ہوئے!

کون ہوتا ہے حریفِ مے مردافگنِ عشق!

——— عابد رضا بیدار

بابر نے ہندوستان میں مغل بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ جب وہ ہندوستان آیا تو ہندوستان کے بارے میں اس نے اپنی تزک میں یہ درج کیا :

"ہندوستان ایک اجنبی ملک ہے۔ ہماری ولایت سے دوسری دنیا ہے۔ پہاڑ، دریا، جنگل جانور، نباتات، آدمی، زبان، ہوا اور مینھ سب اور ہیں۔ اگرچہ کابل کے علاقہ جات میں سے گرم سیر بعض چیزوں میں ہندوستان سے مشابہ ہے اور بعض میں نہیں ہے مگر دریائے سندھ کے ادھر آتے ہی زمین، درخت، پتھر، قومیں اور ان کے راہ و رسم سب ہندوستانی طریقے کے ہیں۔"

اس ہندوستانی طریق، ہندوستانی چال ڈھال، ریت رواج کو اکبر نے بڑی قابلیت اور دوراندیشی سے بڑھایا۔ اس نے اپنی حکومت کو اسی بنیادی اصول پر قائم کیا کہ قوموں اور مذہبوں کے آپسی فساد مٹ جائیں اور ہندوستان میں ہندوستانیت کا بول بالا ہو۔ اکبر کے خیالات اور اصولوں کو اس کے سمجھ دار اور قابل وزیر ابوالفضل نے ان لفظوں میں ظاہر کیا ہے، جو کشمیر کے ایک مندر کی دیوار پر نقش ہیں :

"اے الٰہی! جس گھر کو دیکھتا ہوں اس میں تیرے کھوجنے والے ہیں، اور جس زبان کو سنتا ہوں اس میں تیرا ہی چرچا ہے۔ کفر اور اسلام تیرے ہی راستے پر دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں تو ایک ہی ہے، تیرا کوئی ساجھی دار نہیں۔ مسجد ہے تو اس میں تیری یاد میں نعرۂ قدوس بلند ہوتے ہیں اور گرجا ہے تو تیرے ہی پریم میں گھنٹے بجاتے ہیں۔ کبھی میں بت خانے میں بیٹھ کر تیری عبادت کرتا ہوں، کبھی مسجد میں یعنی تجھے ہی گھر گھر میں ڈھونڈتا ہوں۔ جو تیرے خصوصی لوگ ہیں انھیں نہ کفر سے مطلب ہے نہ اسلام سے کیوں کہ ان دونوں کے لیے تیری قبولیت کے پردے میں جگہ نہیں ہے۔ کفر کافر کے لیے اور دین دیندار کے لیے ہے پر گندھی کے دل کے لیے گلاب کا عطر ہی چاہیے۔ اس عبادت گاہ کو ہندوستان کے موحدوں کے دلوں کو ملانے کے لیے اور خاص طور پر کشمیر کے پجاریوں کے لیے بنایا گیا۔"

ہندوستان میں مسلم حکومت کی بنیاد ترک حملہ وروں نے ڈالی۔ ترکوں کا ہندوستان میں آنا اتنا ہی عجیب و غریب قدرتی واقعہ ہے جتنا طوفانوں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منڈلانا۔ ترکوں نے آکر ہندوستان

کو اس کی جڑوں تک ہلا دیا، اور لوگوں کو جھنجھوڑ کر نئی امیدوں کے لیے جگا کر تیار کر دیا۔ اس تبدیلی نے بھارت کی سماجی بنیادوں کو ہی بدل دیا۔ آریوں کی آمد نے بھارت کی سماجی زندگی کو جس طرح جڑ سے ہلا دیا تھا، ترکوں کا حملہ اس سے تھوڑا ہی کچھ کم رہا۔ لیکن طوفان کے بعد سکون لازمی ہے اور زلزلے کے بعد تعمیر ضروری ہے۔ جب دو ندیوں کا سنگم ہوتا ہے تو دونوں ندیوں کی دھاریں گرجتی ہوئی ٹکراتی ہیں، لیکن فوراً ہی رل مل کر ایک دھارے میں بہنے لگ جاتی ہیں۔ الٰہ آباد میں گنگا جمنا کی دھاراؤں کے سنگم کے بعد کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اسی طرح ہندو مسلمان آپس میں ٹکرا کر محبت کے ایک انسانی سنگم میں مل گئے تھے۔ دونوں کے تہذیب و تمدن الگ الگ تھے، کلچر الگ الگ تھے، لیکن آپس میں مل کر ان کے الگ الگ کلچروں نے ایک متحدہ ہندوستانی کلچر کی شکل اختیار کر لی۔ کلچر کی اس نئی دھارا نے صنعت اور حرفت، کلا اور سائنس، ادب اور شاعری، چترکاری، مصوری اور بت گری کے چمن کو سرسبز کر دیا۔

○

ترکوں کے حملے کے تین سو برس پہلے سے عرب مورخ بھارت کی تہذیب و تمدن اور اس کے علم کے خزانے کو سمجھنے کی لگاتار کوششیں کر رہے تھے۔ ہندوستان اور عرب کے بیچ پرانے زمانے سے تجارتی تعلقات چلے آ رہے تھے لیکن موجودہ تعلقات کا سراہم اسی وقت سے جوڑ سکتے ہیں جب عربوں نے اپنی مشرقی سلطنت میں تہذیب کے نئے مرکز قائم کیے۔ خلیفہ عمر کے زمانے تک اسلامی دنیا کو ہندوستان کے متعلق بہت کم واقفیت تھی۔ ہندوستان کے سمندری کناروں کے بارے میں عرب اور ایرانی ملاحوں کو تھوڑی بہت واقفیت تھی اور وہ ہندوستان کی تجارتی دولت کی تعریف کے گیت گایا کرتے تھے۔ جب خلیفہ عمر نے ایک عرب ملاح سے ہندوستان کے متعلق تحقیقات کی تو وہ تعریف کے پل باندھ کر کہنے لگا کہ: "ہندوستان کے دریا موتیوں سے لبریز ہیں اور اس کے پہاڑوں میں ہیرے جواہرات کی کانیں ہیں اور اس کے پیڑ پودے اور پھول خوشبوؤں سے معطر ہیں۔" لیکن ہندوستان سے متعلق صحیح صحیح جانکاری حاصل کرنے کی پہلی کوشش شاید خلیفہ عثمان کے زمانے میں کی گئی۔ عثمانؓ نے ۶۴۴ء اور ۶۵۵ء کے بیچ حکیم بن جبلہ کو ہندوستان بھیجا کہ وہ پتہ لگا کر ہندوستان کے بارے میں صحیح صحیح خبریں خلیفہ کو دیں۔ جبلہ نے ہندوستان آ کر یہاں کے متعلق ایک رپورٹ تیار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کی۔

اس بات کے بھی بہت سے ثبوت ملتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں ایران سے لگے ہوئے ہندوستان کے صوبوں کے ساتھ عرب تاجروں کے تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ہندوستان کے ان خطوں کے ہندوستانی قبیلوں اور ایرانیوں نے اسلام قبول کیا تو تجارتی تعلقات کے ساتھ کلچری تعلقات بھی بڑھے۔ ایک زمانے میں خراسان،

ترکستان، ایران اور آذربائجان بدھ مذہب کے مرکز تھے، اور بدھ مذہب کے پیرو عراق اور شام کی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے۔ حالانکہ ان ملکوں کے رہنے والوں نے بودھ مذہب کی جگہ اسلام قبول کرلیا، پھر بھی ان کے دلوں میں ہندوستان کے لیے ایک محبت اور عزت قائم رہی۔

جب کہ آپس کے تعلقات بہت تھوڑے تھے تب بھی مسلمان ہندوستان کو دنیا کا سب سے زیادہ تہذیب یافتہ ملک سمجھ کر اس کی بے حد قدر اور عزت کرتے تھے۔ ہندوستان کی تعریف میں اسلام کے پیغمبر اور ان کے صحابیوں کی روایتیں لفظ بلفظ پیش کی جاتی تھیں۔

ان روایتوں کے متعلق تھوڑا بہت اختلافِ رائے ہو سکتا ہے لیکن یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ شروع زمانے کے اسلامی ادب میں ہندوستان کی تعریف درج ہے۔ اس زمانے کے عرب سوداگروں نے گجرات کے بلہرا راجاؤں کو مہربان اور محسن پایا جنھوں نے سمندر کے کنارے کنارے انھیں اپنی بستیاں اور مسجدیں بنانے کی اجازت دی۔ ان عربوں نے ہندو لڑکیوں سے شادی کی جن کی اولاد ملابار میں موپلا اور کوکن میں نیٹیا کے نام سے مشہور ہوئی۔ اگر ہم ملابار کے راجہ چیرومن پیرومل کے اسلام قبول کرنے کی عام فہم کہانی کو صحیح مان لیں تو ہمیں ہندوستان کی مسلم نوآبادیوں کا وقت پیغمبر صاحب کی زندگی کے قریب ماننا پڑے گا۔

کہانی یہ ہے کہ عرب سوداگروں کا ایک جھنڈ آدم کی چوٹی کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ کرنگانور کے بندرگاہ میں راجہ چیرومن پیرومل نے ان سوداگروں کا استقبال کیا، سوداگروں نے رسول اللہ کے چاند کے ٹکڑے کیے جانے کی کہانی راجا کو سنائی۔ راجا بے حد متاثر ہوا اور اس نے اسلام قبول کرلیا اور ان سوداگروں کے ساتھ مدینے کی زیارت کیلئے چل پڑا۔ واپسی میں راستے ہی میں اس کی موت ہوگئی۔ چیرومن نے مسلمانوں کو شاہی فرمان کے ذریعہ مسجدیں بنانے کی اجازت دی۔ اُسی فرمان کے تحت ملابار میں کئی جگہ مسجدیں بنائی گئیں۔ مورخ بلاذری بھی ۸۴۲ء کے قریب مغربی ہندوستان کے ایک دوسرے راجا کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ سناتا ہے۔ بزرگ بن شہریار اور سلیمان تاجر جو نویں صدی میں ہندوستان آئے تھے لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے راجاؤں کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بے حد حسنِ ظن موجود تھا۔

پتہ نہیں کیسے مسلمانوں کے دلوں میں یہ اعتقاد گھر کر گیا کہ انسانی قوم کے پہلے پیغمبر اور پہلے انسان حضرت آدم بہشت سے نکالے جانے کے بعد ہندوستان میں آکر اترے اور ہندوستان میں جو خوشبودار پھول اور جڑی بوٹیاں ہیں وہ حضرت آدم ہی بہشت سے یہاں لائے تھے۔

بعد کے مسلم ادیبوں نے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں بھارت کے بڑپن پر اس بنا پر زور دیا ہے کہ حضرت آدم پہلے پیغمبر تھے۔ اور اللہ نے سب سے پہلے اپنا حکم انہیں کو سنایا اور آدم چونکہ اس وقت ہندوستان میں تھے اس لیے ہندوستان کو ہی سب سے پہلے اللہ کا پیغام سننے کا فخر حاصل ہوا۔ ممکن ہے شاید اسلام کے پیغمبر نے فرمایا ہے:

"میں ہندوستان سے آتی ہوئی اللہ کی معرفت کی بھینی بھینی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔"

عام مسلمانوں کے نزدیک ہندوستان کی سرزمین کی پاکیزگی کی یہ آخری اور زبردست دلیل ہے۔ اس طرح کی کہانیاں کیسے شروع ہوئیں اس کی بظاہر ابھی تک کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ لیکن پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ بھی انہیں لفظ بلفظ صحیح مانتے ہیں۔

ابن بطوطہ نے ۱۳۴۷ء میں حضرت آدم کے ان پاک قدموں کے نشان کی زیارت کی تھی۔ اس نشان کو دیکھ کر اس نے لکھا ہے: "حضرت آدم کے قدموں کا یہ پاک نشان ایک اونچے کالے پتھر پر نقش ہے۔ یہ نشان سوا آٹھ فٹ لمبا ہے اور یہ پتھر پر اتنا اندر دھنس گیا ہے کہ اب تک جیوں کا تیوں قائم ہے۔ ان باتوں سے مسلمان ہندوستان کے اور زیادہ قریب آتے تھے اور اسے اپنا پاک ملک سمجھ کر اس سے محبت کرتے تھے۔

اسی طرح ہندو بھی مسلمانوں کے کعبے کو اپنی عبادت گاہ سمجھتے تھے۔ ایک زمانے میں کعبہ، عرب اور عرب کے آس پاس رہنے والے سبھی مذہب والوں کا ایک پاک مرکز تھا۔ ایک انگریز مورخ برمی لکھتا ہے:

"ہندو پنڈت اس بات کو دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ مکے میں شیو اور پاروتی کپوتیسور اور کپوتیسوری کی شکل میں موجود ہیں۔ کچھ عرب ادیبوں نے بھی لکھا ہے کہ پیغمبر محمدؐ صاحب کے وقت مکے کے بتوں میں لکڑی میں کھدی ہوئی کبوتر اور کبوتری کی مورتیاں تھیں جنہیں حضرت علی نے پیغمبر صاحب کے کندھے پر چڑھ کر نیچے گرا دیا تھا۔"

ایک دوسرا انگریز ادیب ولفورڈ لکھتا ہے: "ہندو کہتے ہیں کہ مکہ یا مکمیش میں جو سنگِ اسود ہے وہ "مکمیشور" شیو کے اوتار کا نشان ہے۔ شیو اور پاروتی نے حجاز کے اپنے بھکتوں کی تپسیا سے خوش ہو کر مکمیشور کی شکل میں مکہ میں اوتار لیا تھا۔"

جب عرب مسلمانوں نے ۷۱۲ء میں سندھ کو فتح کیا تو انھوں نے دیکھا کہ سندھ کا صوبہ بدھوں اور برہمن حاکموں میں بٹا ہوا ہے۔ برہمن حکمرانوں اور عربوں کی لڑائی میں بدھوں نے عربوں کا ساتھ دیا اور سندھ پر عربوں کی فتح کو آسان بنا دیا۔ سندھ فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ:

"ہندوستان کے باشندے بھی ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے مندر بھی عیسائیوں

کے گرجوں، یہودیوں کے سیناگاگوں اور مگیوں کے آتشکدوں کی طرح ہیں اور ہندوستانی بھی اسی طرح اہل کتاب ہیں جس طرح عیسائی اور یہودی۔"

ایک جرمن عالم فان کریمر لکھتا ہے:

"سندھ میں محمد بن قاسم کی حکومت میں اور اس کے بعد بھی برہمنوں کی عزت اور ان کا رتبہ جیوں کا تیوں قائم رہا۔ زمین کی مالگذاری بھی حسب معمول جیوں کی تیوں تین فیصدی جاری رکھی گئی۔ ہندوؤں کو کھلی اجازت تھی کہ اپنے مندر بنانے کے لئے وہ آزاد ہیں۔ ہندو تاجر مسلمان تاجروں کے ساتھ اپنی تجارت بڑھانے کے لئے جو طریقہ مناسب سمجھتے تھے عمل میں لاتے تھے۔ عربوں اور سندھیوں میں اس قدر باہمی تعلقات اور محبت کے رشتے قائم ہوئے کہ جس کی وجہ سے خلیفہ تک نے سندھ میں مندروں کو گرانے یا اسلام کے پرچار کی اجازت نہیں دی۔"

ایک انگریز مورّخ لکھتا ہے:

"یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عرب فاتح جو رویہ ماتحت قوموں کے ساتھ برتتے تھے، وہ ہندوستان میں آکر بالکل پلٹ گیا۔ ہندوؤں کے مندروں کو جیوں کا تیوں محفوظ چھوڑ دیا گیا، اور بت پرستی پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ ہندوستان کی لڑائی دھرم یدھ یا جہاد نہیں رہ گئی کیونکہ مذہب بدلنے کا وہاں سوال ہی نہیں اٹھایا گیا۔ سندھ میں اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بتوں کی پوجا کی بھی اجازت ہو گئی اور اس طرح باوجود اسلامی حکومت کے بھارت ایک بت پرست ملک بنا رہ گیا۔"

ان حالات میں ہندو مذہب اور اسلام ایک دوسرے سے کھلے دل سے ملے اور دونوں میں کلچری تعلقات قائم ہوئے۔ سندھ اکیلا ایسا صوبہ نہیں تھا جہاں دونوں فرقوں کے بیچ دوستانہ سماجی تعلقات قائم تھے، بلکہ تمام مغربی ہند میں آباد مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل جل کر محبت کے ساتھ رہتے تھے۔ جو مسلمان ادیب ہندوستان آئے ان کے مطابق مسلمانوں اور ہندوستان کے بدھوں میں دوستانہ بھائی چارہ قائم ہو گیا تھا۔ بزرگ بن شہریار نویں صدی کے ہندوستان کے مغربی ساحل کے بارے میں اپنے نجی تجربوں کی بنا پر لکھتا ہے:

"بکوریا جھکھوں کو مسلمانوں سے محبت ہے اور مسلمانوں کے لیے ان کے دلوں میں بے حد قدر ہے۔"

کچھ جھکھو خلیفہ عمر کے زمانے میں عرب پہنچے۔ ان میں سے جو لوگ صحیح سلامت ہندوستان واپس لوٹے انھوں نے بتایا کہ مسلمانوں کا خلیفہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہے، اور غرور اسے چھو تک نہیں گیا۔ شہریار لکھتا ہے:

"یہی وجہ ہے کہ بودھ مسلمانوں سے اتنی محبت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اتنی ہمدردی رکھتے ہیں۔"

سلیمان تاجر کے مطابق، "راجہ بلہر کی طرح راجہ گوج بھی عربوں کی طرف دوستانہ تعلقات رکھتا ہے۔"

اصطخری ۹۵۱ء میں ہندوستان آیا تھا۔ اُس نے اپنے سفرنامے میں ذکر کیا ہے کہ ہندو اور مسلمان مل کر تجارت کرتے ہیں، دونوں میں اس قدر یکجہتی ہے کہ ملے جلے رسم رواج اور باہمی میل جول کے نئے قاعدے بنتے جا رہے ہیں۔ ابن حوقل کے مطابق:

"ملتان میں ہندو اور مسلمان ایک طرح کی پوشاک پہنتے ہیں اور ایک ہی فیشن سے بال سنوارتے ہیں۔ منصورہ، ملتان اور آس پاس کے شہروں میں ہندو مسلمان دونوں یکساں عربی اور سندھی زبان بولتے ہیں۔"

اصطخری کے مطابق:

"ہندو علاقوں میں مسلمانوں نے جگہ جگہ اپنی بستیاں قائم کر لی ہیں اور عبادت کے لیے مسجدیں تعمیر کر لی ہیں۔ بعض جگہ مسجدیں اور مندر پاس پاس قائم کیے گئے ہیں اور بلا کسی فرق کے دونوں مذہب کے لوگ اپنی اپنی عبادت گاہوں میں اپنے طریقے سے عبادت کرتے ہیں۔"

تجارت کے مرکز کلچری لین دین کے بھی مرکز بن گئے۔ ان میں خوزدار، محفوظاہ، منصورہ اور جندور جیسے شہر ملے جلے کلچر کے مرکز تھے۔ جو مسلمان ان شہروں میں آباد تھے وہ قوم کے عرب تھے۔ وہ آپس میں اس قدر مل جل گئے تھے کہ کچھ پیڑھیوں کے بعد ان کا پہچانا جانا بھی ناممکن ہو گیا۔ ان کے طرز طریقے رہن سہن بالکل ہندوؤں جیسے ہو گئے۔ دکنی بھارت میں تو ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی جو حضرت علی کو شیو کا اوتار سمجھ کر ان کی عبادت کرتی تھی۔

تجارتی تعلقات کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے کلچری تعلقات بڑھے ویسے ویسے ہندوستانیوں اور عربوں میں ایک دوسرے کو جاننے اور سمجھنے اور ایک دوسرے کے مذہب کے مطابق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی خواہش بھی بڑھی۔ مثال کے طور پر مسعودی لکھتا ہے:

"کمبھایت کا راجہ مسلمانوں اور دوسرے مذاہب والوں کے ساتھ جو اس کے دربار میں آتے تھے، مذہبی فلسفوں پر خیالات کا تبادلہ کرتا تھا۔"

اسی طرح بزرگ بن شہریار لکھتا ہے کہ الُور کے راجہ مہروگ نے جس کا راج اُپرلے اور نچلے کشمیر کے بیچ میں تھا، منصورہ کے راجہ کو لکھا کہ وہ کسی ایسے قابل آدمی کو بھیجے جو ہندی زبان میں اسلام کے اصولوں کو اُسے سمجھا سکے۔ منصورہ کے راجہ نے عبداللہ نام کے ایک قابل شخص کو جو تین برس منصورہ میں رہ چکا تھا، الور بھیجا۔

اس نے قرآن کا ہندی میں ترجمہ کرکے راجا کو سنایا۔ راجا پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ اس طرح کے اثر پہلے اس وقت قدرتی تھے۔ اس کے بعد مسلم ممالک کے ساتھ ہندوؤں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور دونوں کے سماجی تعلقات زیادہ گہرے اور دلچسپ ہوتے گئے۔

سلیمان لکھتا ہے: "عراق کے بندرگاہ سیراف میں بہت سے ہندو رہتے ہیں اور جب کوئی عرب سوداگر ان کی دعوت کرتا ہے تو ان کی تعداد سو تک پہنچ جاتی ہے۔ ان میں سے ہر شخص کا کھانا الگ الگ رکابیوں میں پیش کیا جاتا ہے، کیوں کہ ایک بیوپار کا مال میں کوئی دوسرے کے ساتھ نہیں کھاتا۔" انھیں ہندوؤں کے متعلق بزرگ بن شہریار کہتا ہے:۔

"یہ لوگ بول چال کی عربی اس قدر بلاغت اور فصاحت سے بولتے ہیں کہ ہمارے عالم فاضل اور مولوی بالکل دنگ اور حیران رہ جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں عام طور پر سندھی، گجراتی اور ملتانی ہندو ہیں جو نامعلوم زمانے سے ہمارے ملک کے ساتھ تجارت کرتے آرہے ہیں"!

ہندوستان کے مسلم ملکوں کے ساتھ بذریعہ تجارت تعلقات قائم ہوئے اور ہندوستان اسلامی دنیا پر اپنے علم، اپنی روحانیت، اپنے مذہبی فلسفے اور اپنی سائنس کا گہرا اثر ڈال پایا۔ عرب اور ایرانی سوداگر بھارت سے تجارتی مال کے ساتھ ساتھ فن، روحانیت اور سائنس کے کھیوے بھی لے جاتے تھے۔

عباسی خلیفاؤں کے دربار تو گیان و گیان کے مرکز بن گئے۔ کثیر تعداد میں ہندو پنڈت بغداد میں اکٹھا ہونے لگے۔ خلیفہ کے دربار میں نجوم اور طب کے سب سے اونچے عہدوں پر ہندو پنڈت ہی مقرر تھے۔ مسلمان عالموں کے دلوں میں گیانی، دھیانی اور روحانی ہندوستان کو جاننے کی بے حد دلچسپی پیدا ہوئی۔

عرب کے عالم جنھیں علم کا سچا شوق اور ذوق تھا، انگنت تعداد میں ہندوستان آنے لگے۔ ان میں عالم، مورخ، سائنسداں شامل تھے، جو ہندوستان آکر علم کے اٹوٹ خزانے سے مالا مال ہونے لگے۔ خلیفہ ہارون رشید کے وزیر یحییٰ برمکی نے ایک عالم کو اس بات کے لیے مقرر کیا کہ وہ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے فلسفوں اور ہندوستان کی جڑی بوٹیوں کے بارے میں اپنی مفصل رپورٹ پیش کرے۔ ابن الندیم کا کہنا ہے کہ اس نے بتاریخ ۲۴۹ھ کی الکندی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اس رپورٹ کی ایک نقل دیکھی ہے۔

ابن الندیم کے مطابق اس رپورٹ میں بلہرا راجا کے دارالسلطنت مہانگر کے مندروں اور ملتان و ہندوستان کے مختلف مذہبوں اور چھوٹے چھوٹے فرقوں کا بھی بیان تھا۔ ابن الندیم نے پوری رپورٹ کا خلاصہ بھی دیا ہے۔ جن

فرقوں کا اس میں بیان ہے ان میں سے کچھ یہ ہیں: " مہاکالیا، آدتیہ بھگتیا، چندر بھگتیا، وکرانجا۔ اُن کے پیرو زنجیر پہنتے تھے۔ گنگایاتریا، راج پُتریا اور ایک اور فرقہ جس کے پیرو لمبے بال رکھتے تھے شراب سے پرہیز رکھتے تھے اور عورتوں سے بچتے تھے۔ اس وقت کے ایک راجہ کی بابت یہ بیان درج ہے کہ اس نے خلیفہ ہارون رشید کو خط لکھ کر کسی ایسے مسلمان عالم کو بھیجنے کی درخواست کی کہ جو راجائے ہندو پنڈتوں سے مذہبی بحث کر سکے۔ ایک دوسرے بیان کے مطابق راجا نے ایک مسلمان عالم کو اس لئے بلایا تھا تاکہ وہ ایک بدھ منطقی سے بحث کر سکے۔ ممکن ہے یہ دوسرا بیان صحیح ہو۔ بہرحال وہ دوسرا عالم ہندوستان آیا۔ کئی دن تک بحث چلی۔ مسلمان منطقی قرآن و حدیث کو آخری سند کہکر پیش کرتا تھا اور بدھ منطقی دونوں سے انکار کرتا تھا۔ اس کے بعد بحث خدا پرستی پر شروع ہو گئی اور بدھ لاجواب ہونے لگا۔ اور اس نے ہار کی ذلت سے بچنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ ایک دن اس مسلمان عالم کو زہر دیکر ختم کر دیا۔

مسلمانوں کی ہندوستان آمد کے وقت یہ ملک بے شمار خاندانوں، فرقوں، ذاتوں، قبیلوں اور جوڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ جب پٹھانوں اور مغلوں کی بادشاہت قائم ہوئی تو اس سماجی تقسیم میں کچھ کمی ہوئی، لیکن کچھ عرصے کے بعد مسلمانوں کی سماجی ملت ایک حد تک ہندو ڈھانچے کی نقل بن گئی۔ اگر ہندوؤں میں ذات پات، روزگار دھندے کی بنا پر الگ الگ فرقے اور مذہبی گروہ تھے تو یہی کیفیت مسلمانوں کی ہو گئی۔ راجپوت، مراٹھا، دراوڑ، برہمن، کھتری، ویشیہ، شودر اور ان کی بے شمار شاخوں سونار، لوہار، بڑھئی، کیوٹ، کایستھ، شیو، وشنو، شاکت میں ہندو بٹے تھے تو ایرانی، خراسانی، پٹھان، دکنی، ہندوستانی، مومن، بنکر، قصائی، قریشی، حجام، شیعہ، سنّی مسلمانوں میں مسلمان بٹ گئے۔ دولت اور رتبے کے لحاظ سے ہندوؤں میں برہمن، ٹھاکر، سیٹھ، ساہوکار اور کایستھ اونچے درجے میں سمجھے جاتے تھے اور جو ذاتیں دستکاری، دھندے اور مزدوری میں لگی تھیں نیچے درجے کی سمجھی جاتی تھیں۔ اسی طرح مسلمانوں میں شریف اور رذیل کی تقسیم ہوتی گئی۔

تیس چالیس برس پہلے میں الہ آباد میں اپنے ایک مسلمان پروفیسر دوست کے یہاں ملنے چلا گیا تو دیکھا وہ بہت لمبی فہرست لیے ہوئے غور سے اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ "بھائی جان! یہ کیا فہرست ہے"؟ ۔ بولے۔ "بھائی! تم تو جانتے ہو کہ ہم لوگ بھٹناگر کایستھ سے مسلمان ہوئے، تو میں نے ایسے بھٹناگر مسلمانوں کی فہرست مرتب کر کے رکھی ہے۔ جب کسی کو اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی کی ضرورت ہوتی ہے تو میں ان کی حیثیت کے مطابق بھٹناگر مسلمان خاندانوں کے لڑکے لڑکیوں کی اطلاع دیتا ہوں۔ ہم لوگ اپنی

برادری سے باہر شادی نہیں کرتے۔"

اسی طرح الہ آباد میں میں نے دیکھا کہ نائی، مومن، قریش سب اپنی برادری کے اندر ہی شادی کرتے ہیں۔ یہی کیفیت میں نے عیسائیوں میں بھی دیکھی۔ الہ آباد کے ایونگ کرسچین کالج کے اپنے دوست پروفیسر بھٹی سے ایک دن میں ملنے گیا۔ ان کے کمرے میں پروفیسر ایڈمس بھی آگئے۔ انھوں نے ایک گلاس پانی کی التجا کی بھٹی نے اپنے چپراسی سے کہا "ذرا پروفیسر صاحب کو پانی پلاؤ"۔ اس نے صراحی سے ایک گلاس پانی ڈھال کر ایڈمس کے سامنے پیش کیا۔ پانی پی کر ایڈمس نے گلاس چپراسی کو دینا چاہا تو اس نے کہا! "صاحب بھوئیں مادھر دے"۔ اس پر بھٹی بولے۔ "کیوں جی تم تو عیسائی ہو گئے ہو۔ اب تمہیں گلاس لینے میں کیا اعتراض ہے؟" چپراسی بولا۔ "صاحب! عیسائی بھئیں ہیں تو کا اپنا دھرم دین ہیں"؟

غرض یہ کہ ہندوؤں کے نزدیک دھرم سمٹ کر چوکے چولہے اور روٹی بیٹی تک رہ گیا اور مسلمان سختی کے ساتھ اپنی پشتینی ذات پات کی حفاظت کرنے لگے۔

۱۹۵۰ء کے قریب جب میں الہ آباد میونسپلٹی کا چیرمین تھا تب وہاں اکبر الہ آبادی کے بھانجے کسی محکمے کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ ایک دن آکر مجھ سے کہنے لگے: "چیرمین صاحب! آپ تو باہر بہت دورے کرتے ہیں، میری لڑکی نے ایم۔ اے پاس کر لیا ہے، میں سخت پریشان ہوں اس کی شادی کے لیے۔ کہیں کوئی لڑکا آپ کو دکھائی دے تو چرچا کریں۔ مگر ہاں ایک بات کا خیال رہے کہ ہم سنّی رضوی ہیں شیعہ نہیں"۔

یہ ذات پات کی علت ہندوؤں میں اتنی بڑھی کہ ہندو سماج ۲۱۲۸ ذاتوں میں بٹ گیا۔ پچھلی صدی میں کیرل کے نمبودری برہمن عیسائی ہوئے، تو انھیں سخت اعتراض ہوا کہ ان کے گرجوں میں اچھوت ایزوا آنے نہ پائیں۔ اس کے لئے انھوں نے پوپ سے اپیل کی۔ پوپ نے یہ مذہبی فتویٰ دے کر پابندی لگادی کہ ایزوا عیسائی آئندہ نمبودری برہمن عیسائیوں کے گرجوں میں عبادت کے لئے نہ جائیں۔

مسلم بہنوں نے بھی اپنی ہندو بہنوں کا ہی چلن اپنایا۔ سنگار، پوشاک، زیور، ملنا جلنا، روزمرہ کے طریقے سب باتوں میں انھوں نے ہندو بہنوں کا طریقہ برتنا شروع کیا۔ مسلمانوں کے یہاں نکاح کی رسمیں بھی ہندوؤں کی طرح ہونے لگیں۔ نسبت، ہلدی، مہندی، تیل، منڈوا، بارات، جلوا، کنگن، وغیرہ رسمیں مسلمانوں نے جیوں کی تیوں ہندوؤں سے لے لیں۔ شادی کی رسم میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صرف ایک فرق رہ گیا: جبکہ ہندو نوشہ اور دلہن آگ کے چاروں طرف وید منتر کی دھن کے ساتھ پھیرے

ڈالتے ہیں، مسلمانوں میں قاضی قرآن کی آیتیں پڑھ کر نکاح کراتے ہیں چھوٹی عمر کی لڑکیوں کی شادی، بیوہ کی شادی کی ناپسندیدگی، پردہ اور عورتوں کے اوپر مرد کا پورا حق وغیرہ باتیں ہندو مسلمان میں یکساں ہو گئیں۔

یہ صحیح ہے کہ دونوں کے مذہبی تیوہار روزہ اور اپواس الگ الگ ہے، لیکن ان کے منانے کا طریقہ بہت کچھ یکساں ہے۔ محرم دسہرا ایک طرح سے منایا جانے لگا۔ کبھی کبھی تو محرم اور دسہرا ایک ہی ساتھ پڑتے تھے۔ اسی پر اکبر الہ آبادی نے لکھا تھا ؂

"محرم اور دسہرا ساتھ ہوگا نباہ ان کا خدا کے ہاتھ ہوگا"

شب برات اور شیو راتری، رمضان اور نوراتری، بقرعید اور درگا شٹمی سب ایک طرح سے ہونے لگے۔ وہی روزے وہی جشن، وہی قربانیاں۔ ان کے علاوہ تیج تیوہاروں اور میلے ٹھیلے میں دونوں ایک ہی طرح حصہ لینے لگے۔ اکثر مسلمان نوجوان ہولی کھیلتے تھے اور لاکھوں ہندو محرم میں شریک ہو کر تازیے کے نیچے سے نکلتے تھے۔

مسلمانوں نے بعد وفات کفن دفن کے بہت سے ہندو رواج اختیار کرلئے جیسے تیجا، دسواں وغیرہ حاملہ عورتوں کا پنج ماسہ، ست ماسہ، بچے کی پیدائش کی چھٹی، بچے کی کھیر چٹائی، سالگرہ، مونڈن، کن چھیدن ہندو مسلمان دونوں ہی ایک ہی طرح سے منانے لگے۔ یہاں تک کہ ہندوؤں میں جو ستی کا رواج تھا، جس میں بیوی اپنے خاوند کے مرنے پر زندہ چتا پر جل جاتی تھی، ویسا ہی رواج مسلمان عورتوں میں بھی شروع ہو گیا تھا۔ وہ شوہر کے مرنے پر جوہر کرنے لگیں، جو ہر وسط ایشیا کے ملکوں میں عام فہم تھا۔ محمد بن تغلق اور عین الملک کی لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ عین الملک کے ہارنے پر اس کی بیوی نے جوہر کرکے اپنے کو جلاکر ختم کردیا۔ "ظفر نامہ" کے مطابق بھٹیر کا صوبہ دار کمال الدین جب تیمور کے خلاف جنگ میں جانے لگا تو اس کی بیوی نے جوہر کرکے اپنے کو جلاکر ختم کردیا۔ امیر خسرو نے اس کے متعلق لکھا ہے ؂

"چوں زن ہندی کسے در عاشقی دیوانہ نیست سوختن بر شمع شوہر کار ہر پروانہ نیست"

جہاں تک پوشاک اور کپڑوں کا تعلق ہے ہندوستان کے مسلمانوں نے عرب، ایران اور وسط ایشیا کی پوشاکوں کو چھوڑ کر آب وہوا کے لحاظ سے ہندو پوشاک کو کچھ ترمیم کے ساتھ اپنایا۔ عربی عمامہ جبہ، ردا گلے سے نیچے تک کا تہبند، تسمہ اور وسط ایشیا کے کلاہ، زیکا، موزہ، سب یہاں آکر غائب ہوگئے اور ان کی جگہ پگڑی، کرتا، انگرکھا، پٹکا، اچکن، چپکن، دوپٹہ، پاجامہ اور جوتے نے لے لی۔ ہر صوبے کے ہندو مسلمان کی پوشاک یکساں ہوگئی۔ اتر پردیش خاص کر لکھنؤ میں ہندو مسلمان دونوں چوڑی دار

پاجامہ، شیروانی اور دوپلی ٹوپی پہننے لگے، تو پنجاب کے ہندو مسلمان شلوار پہننے لگے اور صافہ پگڑی باندھنے لگے۔ دیہات کے ہندو مسلمان آب و ہوا کے لحاظ سے کمر کے نیچے تہبند یا چھوٹی دھوتی پہنتے تھے، کندھے پر بنگا ڈال لیتے تھے، باقی ننگے بدن رہتے تھے۔ دکن میں ہندو مسلمان دونوں ہی لنگی پہننے لگے۔ عرب حملہ آوروں کی مادری زبان عربی تھی، وسط ایشیا کے حملہ آوروں کی مادری زبان ترکی تھی، اور مغل حکومت میں سرکاری زبان فارسی تھی۔ آج ہندوستانی مسلمان ان تینوں میں سے ایک زبان بھی نہیں بولتے۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے صوبائی اور علاقائی زبانوں کو اپنا لیا۔ پنجابی مسلمان پنجابی بولتے ہیں، بنگالی مسلمان بنگلہ، گجراتی مسلمان گجراتی، اور مہاراشٹر کے مسلمان مراٹھی بولتے ہیں۔ تامل ناڈو کے مسلمان اسلام علیکم کی جگہ سلامڈو کہنے لگے۔

اس باہمی یکجہتی کا یہ اثر پڑا کہ ہندوؤں کے نام بختاور سنگھ، روشن لال، رستم سنگھ اور غازی رام جیسے رکھے جانے لگے اور مسلمانوں کے نام بابولال، شیخ محمد لال، رام دیال، دیوی جی، پرتم جی جیسے رکھے جانے لگے۔ بنگال کے مسلمان کسانوں میں کالی، دکھی، تین کوڑی، پانچ کوڑی، کنہی جیسے نام رکھے جانے لگے۔

چٹائی یا دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا اسلام سے پہلے کے پارسیوں کا رواج تھا۔ وہ میوں کا تیوں مسلمانوں نے اپنا لیا۔ سلام کا رواج بھی میں نے دیکھا اتر پردیش کے ٹھاکروں میں عام ہو گیا۔ چھوٹے جب بھی بڑوں کی تعظیم کریں گے تو سلام کہہ کر کریں گے۔ ملنے کے وقت ہاتھ جوڑنا کسی نہ کسی شکل میں قدیم ہندوستان میں موجود تھا۔

جہاں تک عوام کا تعلق ہے جگہ جگہ پیروں کی پوجا شروع ہوئی۔ بنگال میں ستیہ پیر کی پوجا، اتر پردیش میں غازی میاں اور پانچ پیر کی پوجا، اسی طرح پنجاب میں بھی کسی اور پیر کی پوجا، چیچک کے لیے شیتلا کی پوجا عام ہو گئی۔ سوندربن میں اولہ بی بی کی پوجا اور بن بی بی کا ہندو اور مسلمانوں میں عام رواج تھا۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ اولہ بی بی اور بن بی بی ان دونوں کے پروہت صرف مسلمان ہی ہوتے تھے۔ الہ آباد ضلع میں جو شیتلا کا مندر ہے، اس کے پنڈے پجاریوں میں ہندو مسلمان دونوں ہوتے تھے۔

جہاں تک کھانے پینے کا تعلق ہے حلوہ عربوں کی ایجاد ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مٹھائی پہلے ہندوستان میں نہیں تھی لیکن اب جس شکل میں ہندوستان کے ہندو مسلمان حلوہ بناتے ہیں، اس شکل میں عرب یا ترکستان میں نہیں بنتا۔ حلوہ بالکل ہندوستانی بن چکا ہے۔ حلوہ کبھی حلوائی کھوکھا بنا شروع میں شاید ہندوستان میں لڈوؤں کا بھی رواج ہو گا کیونکہ اکثر ان کا استعمال دیوتاؤں کے سامنے پیش کرنے میں ہوتا ہے۔ مغل بادشاہوں میں جہانگیر کو طرح طرح کی مٹھائیاں

ایجاد کرنے کا شوق تھا۔ کچھ مورخوں کے مطابق قلاقند، برفی، گلاب جامن، امرتی، یہ مٹھائیاں جہانگیر کے وقت ہی میں ایجاد ہوئیں۔ تامل ناڈو میں میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ امرتی کو اب بھی جہانگیری کہتے ہیں۔

ایلفنسٹن نے مسلم حکمرانوں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی حکومتوں میں ہندوؤں کے مندروں اور دھرم شالاؤں کی حفاظت کی جاتی تھی۔ برندابن، گوردھن اور متھرا کے مندروں کو شاہی خزانے سے مدد دی جاتی تھی۔ متھرا ضلع کے گوردھن میں ہری دیوجی کا مندر ہے۔ یہ سنہ [illegible]ء میں بنا۔ احمد شاہ کے ایک دستخطی فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں کی اُور سے مندر کے خرچ کے لئے روپیہ ملتا تھا۔

اکبرآباد کے اچھنیرا قصبے کے کسانوں اور زمینداروں کے نام احمد شاہ کے فرمان کے لفظ ہیں:

"اس فرمان کے ذریعہ ستّرہ بیگھا زمین بنالگان مندر کے پجاری شیتل داس بیراگی کے نام دھرماتے میں دی جاتی ہے جس سے وہ دیوتا کے بھوگ اور ٹھاکر جی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ اس زمین کی مالگذاری بیراگی جی کے لئے منظور کی جاتی ہے جس سے وہ ٹھاکر جی کے لئے ضروری چیزیں خرید سکیں۔ اچھنیرا بازار کے چودھری کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر ایک گاڑی اناج پر پاؤ سیر ٹھاکر جی کے لئے رکھ لیا جائے اور وہ بیراگی جی کو ضرور ملے۔" فرمان بتاریخ یکم رمضان سنہ ۱۱۳۹ ہجری شہنشاہ کی بلند بخت حکومت کا چھٹا سال، فرمان ضلع آگرہ اچھنیرا کے نرسنگھ مندر کے لئے سنہ ۱۱۶۷ھ سنہ ۱۷۵۴ء مہر محمد شاہ بادشاہ۔

"خلاصۃ التواریخ" کے مورخ بٹالہ کے سجان رائے نے تھانیشور کے سالانہ ہندو میلے اور اشنان کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے:

جب سکندر لودی نے اس میلے کو بند کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو دربار کے مشہور مورخ اور عالم فاضل میاں عبداللہ اجودھنی نے اس بات کی زوردار مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مندروں کا گروانا اور ندی تالاب کے کنارے پرانے زمانے سے ہونے والے اشنان کو بند کرنا قطعی غیر قانونی اور شریعت کے خلاف ہے۔" سکندر لودی غصے سے لال ہو کر ایک ننگی تلوار لے کر یہ کہتا ہوا اس کے اوپر جھپٹا کہ: "تو بت پرستوں کی طرفداری کرتا ہے؟" اس عالم نے بے خوف یہ جواب دیا۔ "میں بادشاہ سلامت کو شریعت کا فتویٰ بتا رہا تھا۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے چاہے مانیں یا نہ مانیں!" بادشاہ کے اوپر اس بات کا بڑا اثر پڑا، اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور پھر کبھی اس نے ہندو میلے کے بند کرانے کا ارادہ نہ کیا۔

قاضی مغیث الدین ایک کٹر قسم کا عالم تھا جب اس نے علاؤالدین خلجی کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ وہ

ہندوؤں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرے تو علاؤالدین خلجی نے جواب دیا: "مولانا! تم ایک بہت بڑے عالم ہو، مگر دنیا کے تجربے کے لحاظ سے تم صفر ہو۔ میں بالکل پڑھا لکھا نہیں ہوں، پر میں نے دنیا خوب دیکھی ہے۔ میں ایسے حکم جاری کرتا ہوں جسے میں حکومت اور رعایا کے لیے مفید سمجھتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات شریعت کے موافق ہے یا خلاف۔ میں وہی حکم دیتا ہوں جو حکومت کے لیے اچھا اور موقعے کے مطابق سمجھتا ہوں۔"

سلطان جلال الدین نے ہندوؤں کی طرف اپنے نرم رخ کو سختی میں بدلنے سے صاف انکار کر دیا۔ برنی نے لکھا ہے کہ گدی پر بیٹھنے سے پہلے ایک ہندو منڈاہر نے جلال الدین خلجی پر وار کر کے اس کو چوٹ پہنچائی۔ اس نے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا اور گدی پر بیٹھنے کے بعد جلال الدین نے اپنے اوپر حملہ کرنیوالے اس ہندو کے لیے ملک خورم وکیل در کے ماتحت ایک لاکھ جیتل وظیفہ دوا جب مقرر کیا۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ ایک ہندو سردار نے قاضی کی عدالت میں سلطان محمد بن تغلق کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ قاضی نے محمد بن تغلق کو عدالت میں طلب کیا اور مقدمے کی باقاعدہ سنوائی کے بعد ہندو کے حق میں فیصلہ دیا اور سلطان محمد بن تغلق نے فیصلے کے مطابق مدعی کو مطمئن کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانی حکومت میں ہندو اپنی شکایتوں کو دور کرا سکتے تھے۔

مغل شہنشاہوں کی حکومت میں ہندو بہت بڑی تعداد میں اونچے اور ذمہ داری کے عہدوں پر تھے۔ شاہجہاں کے وقت میں نور پور میں جگت سنگھ نے ۱۴ ہزار راجپوتوں کی فوج لیکر شاہجہاں کے حکم سے بلخ اور بدخشاں کے ازبکوں کے خلاف بڑی بہادری سے فوج کشی کی۔

گولکنڈا، احمد نگر اور بیجاپور کے سلطانوں نے دریا دلی کے ساتھ سبھی فوجی اور دیوانی محکموں کو ہندوؤں کے لیے کھول دیا۔ شیواجی کے والد شاہو جی احمد نگر اور بیجاپور دونوں ریاستوں میں بہت اونچے فوجی افسر کے عہدے پر تھے۔

سکندر لودی نے حکومت کے اونچے عہدے پر پہنچنے کے لیے ہندوؤں کو خاص طور پر مدد دی۔ اس نے عام دربار میں پوچھا: "کیا ایسا کوئی ہندو ہے جو فارسی جانتا ہے؟" جواب میں ایسا کوئی ہندو نہ ملا تو اس نے برہمن، کھتریوں اور بنیوں کو فارسی پڑھنے کو کہا۔ لیکن سب نے یہ کہکر معافی چاہی کہ انہیں اپنے پیشے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ صرف کایستوں نے فوراً فارسی پڑھنا شروع کر دیا۔ کایستوں کی ترقی سے اور لوگوں کو بھی خواہش بڑھی۔ اس کے بعد سے ہندو کارکنوں کی تعداد بھی بڑھی۔ جس کا ثبوت بابر کے وقت میں بھی ملتا ہے۔ بابر لکھتا ہے:

"جب میں ہندوستان پہنچا تو اس وقت مال کے محکمے کے افسر، سوداگر اور کاریگر سب ہندو تھے۔"

سر جان میلکم نے اپنی رابرٹ کلائو کی سوانح عمری میں لکھا ہے: "دیوانی اور مال کے محکموں کا پورا انتظام اور ملک کی اندرونی حکومت کی باریکیاں اور چھوٹے موٹے انتظام، جن پر حکومت کی مشین کا چلنا منحصر کرتا ہے، قریب سب انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں رہے جن کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے آنے سے پہلے رہ چکے تھے۔ خزانے کا سب سے بڑا حاکم کوئی نہ کوئی ہندو ہوتا تھا جو کبھی وزیر ہوتا تھا اور کبھی نائب۔"

ایک بہت ہوشیار اور حاضر جواب مسلمان بادشاہ سے پوچھا گیا کہ: "آپ اپنے ہم مذہب مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو افسروں اور منیجروں کو کیوں اتنا زیادہ پسند کرتے ہیں؟" اس نے جواب دیا۔ "مسلمان چھلنی کی طرح ہوتا ہے، اس میں جو چیز ڈال جائے فوراً باہر نکل آتی ہے۔ ہندو اسپنج کی طرح ہوتا ہے۔ اس میں جو ڈالا جائے سب جذب ہو جاتا ہے اور ضرورت کے وقت دبانے سے پھر نکل آتا ہے۔"

○

بنگال کے خود مختار پٹھان سلطان بنگلہ زبان کے بہت بڑے حمایتی تھے۔ سلطان حسین شاہ نے سرکاری خرچ پر مہابھارت، رامائن، اپنشد جیسی سنسکرت کی مذہبی کتابوں کا بنگلہ میں ترجمہ کروایا۔ بنگلہ ادیبوں کو انعام اور اکرام دیے۔ اس زمانے کے بہت بڑے میتھلی اور بنگلہ زبان کے شاعر ودیاپتی نے حسین شاہ کی تعریف میں بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے بنگال میں بارہ بڑے جاگیردار مقرر کر دیے تھے جو ہر سال مقررہ خراج دیا کرتے تھے اور باقی اپنی ریاست کا انتظام کرنے میں وہ بالکل آزاد تھے۔ ان بارہ جاگیرداروں میں ایک بیر بھوم کے جاگیردار کو چھوڑ کر سب ہندو تھے۔

مرشد قلی خاں نے جس زمانے میں وہ بنگال کے اندر اورنگ زیب کا وائسرائے تھا، اپنے مال کے سب افسر اور وزیر ہندو ہی مقرر کیے۔ وہ اپنے ان ہندو صلاح کاروں کی رائے سے ہی کام کرتا تھا۔ تیرھویں صدی عیسوی سے لیکر پلاسی کی لڑائی تک مسلم حکومت میں بنگال کے ہندوؤں کو کبھی بھی یہ محسوس کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ ان کے اوپر کوئی بدیسی حکومت ہے۔

جو کیفیت بنگال کی تھی وہی کیفیت مہاراشٹر کی تھی۔ بدقسمتی سے انگریزی مورخوں نے چھترپتی شیوا جی کے متعلق اپنی غلط بیانیوں کے ذریعہ بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ شیوا جی کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن بتایا گیا،

جب کہ سچائی اس کے برعکس ہے۔ شیواجی کے دادا مالوجی احمد نگر کے دربار میں ایک نامور فوجی کمانڈر تھے۔ شادی کے دس برس گزر جانے کے بعد جب ان کے یہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تب انھیں بے حد فکر ہوئی۔ اُس زمانے میں یہ بہت اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا کہ کسی ہندو کے یہاں بیٹا پیدا نہ ہو۔ جبکہ ان کے چھوٹے بھائی کے آٹھ آٹھ بیٹے تھے۔ اور مالوجی کو کوئی اولاد نہ تھی۔ انھوں نے بہت تیرتھ برت کیے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ تو کسی نے انھیں صلاح دی کہ احمد نگر قلعے کے باہر شاہ شرف کے مزار پر جا کر آپ دعا مانگیں تو آپ کی مراد پوری ہوگی۔ مالوجی نے یہی کیا۔ خدا کے فضل سے سال بھر کے اندر ان کے یہاں بیٹے کا جنم ہوا اور دوسرے سال پھر ایک بیٹے کا جنم ہوا۔ مالوجی کو چونکہ یہ اولاد شاہ شرف کی دعا سے ملی تھی' اس لیے انھوں نے بڑے بیٹے کا نام شاہ جی رکھا اور چھوٹے بیٹے کا نام شرف جی۔ شیواجی شاہ جی کے بیٹے تھے۔

شیواجی خود کیلسی کے بابا یاقوت سہروردی کے بہت بڑے مرید تھے۔ بابا یاقوت حیدرآباد سندھ سے آکر کیلسی میں مقیم ہوئے۔ بابا کا اعتقاد تھا کہ ایشور اللہ ایک ہے۔ اور کل انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ شیواجی نے انھیں ۶۷۳ ایکڑ زمین بطور جاگیر عطا کی اور وہاں ایک خانقاہ تعمیر کروائی۔ اپنے فرمان میں شیواجی نے لکھا:۔ "حضرت بابا یاقوت بہوت مقصور وہے" یعنی بابا یاقوت بہت بڑے سنت اور صوفی ہیں۔ شیواجی کی موت کے سال بھر بعد بابا یاقوت بھی اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ جب بھی شیواجی کسی لڑائی یا جنگ کے لیے جاتے تو ہمیشہ ان سے مرادیں مانگ کر جاتے۔

ایک دوسرے مسلم سنت مونی بابا تھے۔ اُن کے اوپر بھی شیواجی کو بہت اعتقاد تھا۔ وہ پاٹگاؤں میں رہتے تھے۔ کرناٹک کے مورچے پر جانے سے پہلے شیواجی ان کا آشیرواد لے کر گئے۔ شیواجی کا نجی سکریٹری ملّا حیدر تھا۔ شیواجی کے ساری خفیہ دستاویزات اسی کے قبضہ میں رہتی تھیں۔ شیواجی کی ساری خط وکتابت اسی کے سپرد تھی۔ شیواجی کی وفات تک اس نے وفاداری کے ساتھ شیواجی کی نوکری کی۔ مگر شیواجی کے بیٹے کی بدسلوکی سے ملّا حیدر دلی چلا گیا۔ وہاں مغل دربار نے اسے صدر قاضی کے عہدے پر بٹھایا۔ ایک مسلمان فرّاش مداری شیواجی کے ساتھ آگرہ گیا اور اسی کی مدد سے شیواجی آگرے کے قلعے سے بچ کر نکل سکے۔ شیواجی کے افسروں اور کمانڈروں میں بہت سے مسلمان تھے۔

کچھ مراٹھا مورخوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شیواجی کا مقصد ہندو پد پادشاہی قائم کرنے کا تھا۔ لیکن "پونا محضر" جس میں شیواجی کے دربار کی کارروائیاں درج ہیں' اس میں ۱۶۵۶ء میں شیواجی

کے افسروں اور ججوں کی تقرری کا بھی ذکر ہے، شیواجی کی نئی سرکار نے جن قاضیوں کو مقرر کیا ان میں قاضی اور نائب قاضیوں کے نام ہیں۔ جب مسلم رعایا کے مقدمے پیش ہوتے تو شیواجی مسلم قاضیوں کے مشورے سے فیصلہ دیتے۔ شیواجی کے مشہور نیول کمانڈروں میں دولت خاں اور دریا خاں سہرنگ تھے جس وقت وہ لوگ پدم درگ کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے اس وقت سدّی کی فوج نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شیواجی نے اپنے صوبیدار جیواجی ونایک کو انھیں رسد اور روپے بھیجنے کی ہدایت دی، جسے اس نے وقت پر نہیں بھیجا۔ اس پر شیواجی نے اُسے برخاستگی اور قید کا حکم دیتے ہوئے لکھا کہ:

"تم سمجھتے ہو کہ تم برہمن ہو، اس لیے میں تمہیں تمہاری اس دغابازی کے لیے معاف کردوں گا؟ تم برہمن ہوتے ہوئے بھی دغاباز نکلے اور تم نے سدی سے رشوت لے لی لیکن میرے مسلمان نیول کمانڈر کتنے وفادار نکلے کہ اپنی جان پر کھیل کر ایک مسلمان سلطان کے خلاف انھوں نے میرے لیے بہادرانہ لڑائی لڑی۔"

شیواجی کے دل میں عورتوں، قرآن شریف اور مسجدوں کے لیے بیحد عزت تھی۔ ایک مرتبہ شیواجی کا ایک کمانڈر سورت شہر کو لوٹ کر وہاں کے مغل حاکم کی خوبصورت بیٹی کو قید کرکے لے آیا اور اسے شیواجی کے دربار میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ:۔ "مہاراج! میں آپ کے لیے یہ نایاب تحفہ لایا ہوں۔" اتنا سننا تھا کہ شیواجی کی آنکھوں سے انگارے برسنے لگے۔ انھوں نے اپنے سردار سے کہا:۔ "تم نے نہ صرف اپنے مذہب کی توہین کی بلکہ اپنے مہاراج کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگایا۔" پھر اس شہزادی کی طرف مخاطب ہوکر کہا:۔ "بیٹی! تم کتنی خوبصورت ہو۔ کاش! میری ماں بھی تمہاری طرح خوبصورت ہوتی تو میں بھی ایسا ہی خوبصورت ہوتا۔" اس کے بعد شیواجی نے بہت سے تحفے دیکر شہزادی کو اس کے والدین کے پاس فوجی ٹکڑی کی نگرانی میں واپس بھیج کر اس مغل حاکم سے اس غلطی کے لیے معافی کا اظہار کیا۔ اس کی فوج کو سخت حکم تھا کہ کسی مسجد کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور کہیں کوئی قرآن شریف ملے تو اُسے باعزت میرے پاس لاؤ۔ اور اس طرح پائے گئے قرآن شریف کو وہ اکثر مسلمان قاضیوں کو بھینٹ کے طور پر دے دیا کرتے تھے۔

وہ زمانہ ایسا تھا کہ چاہے شیواجی ہو یا اورنگ زیب، گولکنڈہ کا سلطان ہو یا بیجاپور کا ان میں لگاتار لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ دکن کی جنگ میں اورنگ زیب نے اپنی عمر کے آخری بیس برس صرف کر دیے اور ناکامیابی کا سہرا لیکر دکن میں ہی اس کی موت ہوئی۔ اس کے بڑے بڑے سپہ سالاروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اُسے

اپنے بیٹوں سے بھی بہت خوف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جو سلوک اس نے اپنے والد شاہجہاں کے ساتھ کیا وہی وہ اس کے ساتھ کریں گے۔ شیواجی کے پوتے ساہو کو اورنگ زیب نے آگرے کے اپنے محل میں قید کر رکھا تھا لیکن اس نے پوری طرح اُس معصوم کی مذہبی تعلیم کا خیال رکھا۔ ہندو پنڈتوں کو بلا کر اسے مذہبی شاستروں کی تعلیم دی گئی اپنے باپ سمبھاجی کے مرنے کے بعد ساہو شیواجی کی سلطنت کا وارث ہوا۔ اورنگ زیب کے احسانوں اور محبت کے احساس سے غمزدہ وہ اورنگ زیب کے جنازہ کے ساتھ خلد آباد تک گیا۔ قبر میں مٹی ڈالتے وقت اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔

لگاتار جنگوں کی وجہ سے شاہی خزانے خالی ہو جاتے تب فوج کو اجازت ہوتی کہ سلطنت کی سرحد سے باہر وہ سیٹھوں، ساہوکاروں کو لوٹ کر اپنی تنخواہ وصول کر لیں۔ شیواجی نے بھی اس طرح کی تقسیم ملکی اور غیر ملکی علاقوں میں کی تھی۔ غیر ملکی لوگوں کی لوٹ میں یہ فرق نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان، لیکن سلطنت کے اندر ہندو اور مسلمان دونوں محفوظ تھے۔

○

جس طرح شیواجی کے متعلق انگریز مورخوں نے غلط فہمیاں پیدا کیں اسی طرح اورنگ زیب کے متعلق بھی۔ ایک اردو شاعر نے بڑے سوز کے ساتھ لکھا ہے:

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا　　کہ عالمگیر ہندو کُش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

بچپن میں میں نے بھی اسکول کالجوں میں اسی طرح کی تاریخ پڑھی تھی اور میرے دل میں بھی اس طرح کی بدگمانی تھی۔ لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے میری رائے قطعی بدل دی۔ میں تب الہ آباد میونسپلٹی کا چیرمین تھا۔ تربینی سنگم کے قریب سومیشور ناتھ مہادیو کا مندر ہے۔ اس کے پجاری کی موت کے بعد مندر اور مندر کی جائداد کے دو دعویدار کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے میونسپلٹی میں اپنے نام داخل خارج کی درخواست دی۔ ان میں سے ایک فریق نے کچھ دستاویز بھی داخل کی تھیں۔ دوسرے فریق کے پاس کوئی دستاویز نہ تھی۔ جب میں نے دستاویز پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا وہ اورنگ زیب کا فرمان تھا۔ اس میں مندر کے پجاری کو ٹھاکر جی کے بھوگ اور پوجا کے لیے جاگیر میں دو گاؤں عطا کیے گئے تھے۔ مجھے شبہ ہوا کہ یہ دستاویز نقلی ہیں۔ اورنگ زیب تو بُت شکن تھا۔ وہ بت پرستی کے ساتھ کیسے اپنے کو وابستہ کر سکتا تھا؟ میں اپنا شک رفع کرنے کے لیے سیدھا اپنے چیمبر سے اٹھ کر سر تیج بہادر سپرو کے یہاں گیا۔ سپرو صاحب فارسی کے عالم تھے۔ انھوں نے فرمان کو پڑھ کر کہا یہ فرمان

اصلی ہیں۔ میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب"! عالمگیر تو مندر توڑتا تھا، بُت شکن تھا وہ ٹھاکر جی کے بھوگ اور پوجا کے لئے کیسے جائداد دے سکتا تھا؟"۔

سپرو صاحب نے اپنے منشی کو آواز دیکر کہا: "منشی جی! ذرا بنارس کے جنگم باڑی شیو مندر کی اپیل کی مثل تو لاؤ"۔ منشی جی مثل لے کر آئے تو ڈاکٹر سپرو نے دکھایا کہ اس میں اورنگ زیب کے چار فرمان اور تھے جن میں جنگموں کو معافی کی زمین عطا کی گئی تھی۔

ڈاکٹر سپرو ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے صدر تھے جس کے عہدہ داروں میں ڈاکٹر بھگوان داس، سید سلیمان ندوی، پنڈت سندر لال اور ڈاکٹر تارا چند تھے۔ میں بھی اس کا ایک ممبر تھا۔ ڈاکٹر سپرو کی صلاح سے میں نے ہندوستان کے خاص خاص مندروں کی فہرست مہیا کی، اور ان سب کے نام یہ خط لکھا کہ اگر آپ کے مندروں کو اورنگ زیب یا مغل بادشاہوں نے کوئی جاگیر عطا فرمائی ہو (خصوصاً اورنگ زیب) تو ان کی فوٹو کاپیاں مہربانی کر کے بھیجیں۔ دو تین مہینے کے انتظار کے بعد ہمیں مہاکال مندر اُجّین، بالاجی مندر چترکوٹ کاماکھیہ مندر گوہاٹی، جین مندر گرنار اور دلواڑا مندر آبو، گرودوارہ رام رائے دہرادون وغیرہ سے اطلاع ملی کہ اُن کو جاگیریں اورنگ زیب نے عطا کی تھیں۔ مورخوں کی تاریخ کے مطابق ایک نیا اورنگ زیب ہماری آنکھوں کے سامنے اُبھر کر آیا۔

اورنگ زیب نے ان مندروں کو جاگیریں عطا کرتے ہوئے یہ ہدایت دی تھی کہ ٹھاکر جی سے وہ اس بات کی دُعا مانگیں کہ اس کے خاندان میں تاقیامت حکومت بنی رہے۔

اسی طرح ٹیپو سلطان کے متعلق بھی نئی روشنی ملی۔ ۱۹۲۸ء میں میں ٹیپو سلطان کے سلسلے میں الہ آباد میں کچھ تاریخی چھان بین کر رہا تھا۔ ایک دن دوپہر کو اینگلو بنگالی کالج کے کچھ طلبا آئے اور انھوں نے یہ درخواست کی کہ میں ان کے ہسٹری ایسوسی ایشن کا افتتاح کر دوں۔ چونکہ وہ کالج سے سیدھے آئے تھے تو ان کے ساتھ اُن کی کتابیں بھی تھیں۔ میں ان کتابوں میں سے ہندوستان کی تاریخ کے ورق الٹنے لگا۔ جب میں ٹیپو سلطان کے سبق پر پہنچا تو دیکھا اس میں درج تھا، "تین ہزار برہمنوں نے اس لئے خودکشی کر لی کہ ٹیپو سلطان انھیں زبردستی مسلمان بنانا چاہتا تھا۔" میں نے مورخ کا نام دیکھا تو لکھا تھا مہا مہو پادھیائے ڈاکٹر ہر پرساد شاستری، کلکتہ یونیورسٹی کے سنسکرت ڈپارٹمنٹ کے صدر۔

دوسرے دن ہی میں نے انھیں خط لکھا اور ان سے التجا کی کہ مہربانی فرما کر مجھے یہ اطلاع دیں کہ یہ

واقعہ انھوں نے کہاں سے لیا۔ چار بار یاد دہانی کے بعد انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ یہ واقعہ انھوں نے میسور گزیٹیر سے لیا ہے۔

میسور گزیٹیر کی کوئی جلد نہ الہ آباد میں ملی نہ کلکتے میں۔ میں نے ڈاکٹر سپرو کے مشورے سے اُس کے متعلق میسور کے دیوان سر مرزا اسمعیل کو خط لکھا۔ سر مرزا اسمعیل نے میرا خط یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر برجیندر ناتھ سیل کے پاس بھیج دیا۔ سیل صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ میرا وہ خط انھوں نے پروفیسر سری کانتیہ کے پاس بھیجا ہے جو اس وقت میسور گزیٹیر کو ایڈٹ کر رہے ہیں۔ ایک ہفتے کے بعد پروفیسر سری کانتیہ نے مجھے اطلاع دی کہ میسور گزیٹیر میں یہ واقعہ کہیں نہیں ہے۔ تاریخ کی وہ کتاب اتر پردیش، بہار، اڑیسہ، بنگال اور آسام کے ہائی اسکول کی ٹکسٹ بک تھی۔ لاکھوں معصوم لڑکے ہر سال اس کتاب کو پڑھتے ہیں! اس واقعہ کا ان کے دل پر کیا اثر ہوتا ہوگا!۔

میں نے پروفیسر سری کانتیہ کو لکھا کہ وہ مہربانی فرما کر مجھے اطلاع فرمائیں کہ ٹیپو سلطان میں کیا تعصب تھا؟ مجھے پھر اطلاع دی گئی کہ ٹیپو سلطان کا سپہ سالار کرشنا راؤ برہمن تھا اور اس کا وزیر اعظم پورنیہ بھی برہمن۔ پروفیسر کانتیہ نے ۱۵۶ مندروں کی فہرست بھیجی جنہیں ٹیپو سلطان ہر سال تحفے اور چڑھاوا بھیجا کرتا تھا۔ خود ٹیپو سلطان کے قلعے کے اندر سری رنگناتھ کا مندر تھا۔ جہاں حسب معمول روز صبح ناشتے سے پہلے ٹیپو سلطان رنگناتھ سوامی کے درشن کرتا تھا[1]۔ مجھے سرینگری مٹھ کے جگت گرو شنکر آچاریہ کے ٹیپو سلطان کے نام لکھے ہوئے ایک درجن کنڑ زبان کے خطوط کی کاپی فوٹو بھیجی گئی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ شنکر آچاریہ اور ٹیپو سلطان میں بے حد محبت تھی۔ اپنے زمانے کے ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں میں ٹیپو سلطان اور اس کے والد ہی ایسے شخص تھے جنھوں نے انگریزوں کے ساتھ مل کر کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ ٹیپو سلطان کے ساتھ انگریزوں کی کئی بار جنگ ہوئی اور آخر میں ایک بہادر وطن پرست کی طرح لڑتے ہوئے اس نے شہادت حاصل کی۔ نامعلوم لاشوں کے ڈھیر سے جب اسے کھوج کر نکالا گیا تو انگریز جنرل نے دیکھا کہ اس نے تلوار کی مٹھ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا!

میں نے یہ تمام خط و کتابت کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو بھیجی اور ان سے درخواست کی کہ اگر وہ اس خط و کتابت سے مطمئن ہیں کہ شاستری کی کتاب میں دیا ہوا واقعہ غلط ہے تو اس پر کارروائی کریں، ورنہ یہ خط و کتابت مجھے واپس کر دیں۔ بہت جلد نہ صرف وائس چانسلر کا جواب آیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کا حکم نامہ بھی آیا کہ شاستری کی تاریخ کی کتاب ہائی اسکول سے خارج کی جاتی ہے۔

---

[1] جب تک کوئی معاصر شہادت نہ ہو درشن کا یہ مطلب اصل سمجھا جائے، اور بہتر ہے کہ یوں پڑھا جائے، مندر کی دیکھ ریکھ کیلئے جاتا تھا۔
(ادارہ)

اسی طرح رانا پرتاپ اور اکبر کی ہلدی گھاٹی کی جنگ کو ہمارے ملک کی ایک جماعت مذہبیت کا رنگ دیتی ہے۔ مگر کیفیت یہ ہے کہ اکبر کی فوج کے سالار راجا مان سنگھ تھے۔ اکبری فوج کے زیادہ تر سپاہی راجپوت تھے۔ دوسری طرف رانا پرتاپ کی فوج کے سالار رانا کے علاوہ حکیم خاں سور تھے۔ جالور کے تاج خاں بھی ایک ہزار پٹھان فوج کے ساتھ مہارانا پرتاپ کا ساتھ دینے کے لیے پہنچ گئے تھے۔ پٹھانوں نے مغلوں کے چھکے چھڑا دیے۔ ہلدی گھاٹی کی لڑائی کسی طرح بھی نہ فرقہ واریت کی لڑائی تھی نہ مذہبی۔

اسی طرح سکھوں کے گرو گوبند سنگھ کے سیکڑوں مسلمان مددگار تھے۔ نبی خاں، غنی خاں اور بجز ل سید بیگ نے بڑے نازک موقعوں پر گرو گوبند سنگھ کی مدد کی۔ سیکڑوں مسلمان سپاہی گرو گوبند سنگھ کی فوج میں بھرتی ہوئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

بدرالدین جنھیں پیر بودھ شاہ بھی کہتے ہیں، گرو کے لیے اپنے چار بیٹوں اور بھائیوں اور ایک ہزار پٹھان فوجیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں شہید ہو گئے۔

ہندوستان کے بیچ کے زمانے میں بڑے بڑے صوفیوں اور سنتوں کا سلسلہ ملتا ہے۔ کبیر، دادو، تکارام، نانک، چیتنیہ، معین الدین چشتی، بابا فرید، میرا بائی، نظام الدین اولیا، سنت رویداس، بلھے شاہ سب اس سلسلے کے مشہور سنت اور صوفی ہیں۔ ان لوگوں کا کلام، ان کی بانی پڑھ کر آدمی صرف اونچے اصولوں کو نہیں جان جاتا، بلکہ سچی اور نیک زندگی کی طرف، روحانیت کی طرف اس کی توجہ ہوتی ہے۔ ان سنتوں کے کلام میں یکجہتی کا خیال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ کبیر کہتے ہیں:۔

بھائی رے دوی جگدیش کہاں تے آیا کہو کونے بھرمایا
اللہ، رام، کریما، کیسو، ہری، حضرت نام دھرایا
وہی مہادیو، وہی محمدؐ برہمہ آدم کہیئے
کو ہندو کو ترک کہاوے ایک زمیں پر رہیئے
بید کتب پڑھے وے کتبا، وے ملّا وے پانڈے
بیگر بیگر نام دھرائیو، ایک ماٹی کے بھانڈے

سنت پلٹو داس نے اسی خیال کو ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے:۔

پورب میں رام ہے پچھم خدا ہے   تو اتر اور دکھن کہو کون رہتا۔

صاحب وہ کہاں ہے، کہاں پھر نہیں ہے   ہندو اور مسلمان طوفان کرتا

سنت دادو کہتے ہیں:۔

"دونوں بھائی نین ہیں دونوں بھائی کان   سب گھٹ ایکئی آتما کیا ہندو مسلمان"

ان صوفی سنتوں کے اپدیش کا عوام کے اوپر گہرا اثر پڑا۔

ایک فقیر بٹالے میں رہتے تھے، ان کا نام تھا صبغت اللہ۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے اپنے ماتھے پر تلک لگایا، گلے میں جنیؤ ڈالا اور پنڈت کا رہن سہن اپنایا اور اپنا نام بھی رنگی رام رکھا۔ ایک دن ایک دوسرا مسلمان فقیر ان سے ملنے بٹالے آیا اور رنگی رام کو دیکھ کر پوچھا: "یہ کیا حال بنا رکھا ہے۔" انہوں نے کہا صبغت کے معنی ہیں رنگ اور اللہ کی جگہ رام۔" یہ سنکر فقیر نے کہا کہ: "تم نے اسلام اور ہندو مذہب میں کیا فرق دیکھا کہ جو ایک سے نکل کر دوسرے میں جا پہنچے۔ اگر نکلنا تھا تو دونوں ہی سے نکلتے، ہم تو سمجھتے تھے کہ تم موحد ہو، تم تو ابھی ہندو مسلمان کے پھیرے میں پڑے ہو۔"

صوفیوں کے نزدیک مولانا روم کی مثنوی کی بڑی قدر تھی۔ خاص طور پر گڈریے کی حکایت کہ جب وہ اسے پڑھتے تو لوگوں کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ مینھ کی طرح آنسو برسنے لگتے۔

"تو برائے وصل کردن آمدی   نے برائے فصل کردن آمدی

ہندیاں را اصطلاح دیگر اند،   سندھیاں را اصطلاح دیگر اند

موسیا آداب داناں دیگر اند،   سوختہ جان و رواناں دیگر اند

مذہب عشق از ہمہ ملت جدا ست   عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے، "لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کرو۔" اسی سلسلے میں مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی میں ایک بڑی دلچسپ کہانی آتی ہے۔ لکھا ہے کہ:

"حضرت موسیٰ ایک دن کسی پہاڑ پر سے اتر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا ایک گڈریا نیچے کو منھ کیے پڑا ہے۔ گڈریے کا کمبل، اس کی چپل اور اس کی لکڑی برابر میں پڑی ہے۔ گڈریا پڑے پڑے کچھ بڑبڑا رہا ہے۔ موسیٰ دبے پاؤں گڈریے کے پیچھے جا کر کھڑے ہو کر سننے لگے۔ گڈریا کہہ رہا تھا: "اے میرے اللہ تو کہاں ہے؟ تو مجھے کیوں نہیں ملتا؟ تو اگر مجھے مل جائے اور اگر تیرے پاؤں تھکے ہوں تو میں تیری خوب مٹھی چاپی کروں، جس سے

تیری تھکان دور ہو جائے۔ اگر تیری چپل پھٹ گئی ہو تو میں اپنے ہاتھ سے تیری چپل گانٹھ دوں یا تیرے کمبل میں چیلر پڑ گئے ہوں گے، میں ایک ایک چیلر بین کر پھینک دوں۔ رات کو میں تیرے لئے ایسا اچھا بستر بچھا دوں جس میں ایک سلوٹ نہ ہو۔ اس پر جنگل سے پھول لا کر ڈال دوں۔ صبح میں تازہ شہد کا پیالہ لا کر تجھے پلاؤں۔ اے میرے اللہ تو کہاں ہے؟ تو مجھے کیوں نہیں ملتا؟"

گڈریا اپنے پریتم اللہ کے پریم میں ٹپ ٹپ آنسو بہا رہا تھا۔ حضرت موسٰی گڈریے کے سامنے آ کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے گڈریے سے پوچھا: "تو کس سے باتیں کر رہا تھا؟ گڈریے نے جواب دیا: "موسٰی! میں اُس اللہ سے باتیں کر رہا تھا جس نے تجھے اور مجھے دونوں کو پیدا کیا"

موسٰیؑ نے پھر کہا:۔ "اے گڈریے! اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہنا بہت بڑا کفر ہے اور گناہ ہے۔"

گڈریے نے پھر پوچھا:۔ "موسٰی کیا مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا؟"

موسٰیؑ:۔ "تجھ سے اتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں۔"

گڈریا:۔ "یچ مچ میرے گناہ کا کوئی کفارہ نہیں۔!"

غم اور ناامیدی سے بھرا ہوا گڈریا اٹھا۔ اس نے اپنا کمبل کندھے پر ڈالا، لکڑی ہاتھ میں لی اور بھیڑیں پیچھے چھوڑ کر بیابان جنگل کی طرف نکل گیا۔

گڈریا جب نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو موسٰی بڑے فخر کے ساتھ پیچھے مڑے۔ اسی وقت آسمان سے آواز آئی۔ اللہ نے موسٰیؑ سے کہا:۔ "اے موسٰی! یہ تو نے کیا کیا؟ تو نے ہمارے پریمی کو ہم سے الگ کر دیا! تجھے ہم نے دنیا میں ملانے کے لیے بھیجا تھا الگ کرنے کے لیے نہیں:

تو برائے وصل کردن آمدی　　　نے برائے فصل کردن آمدی

تو سمجھتا ہے کہ تو ہماری ذات اور صفات کے متعلق اُس گڈریے سے زیادہ واقف ہے؟ تیرا یہ سمجھنا غلط ہے۔ ہم تک پہنچنے کا راستہ دل ہے دماغ نہیں۔ ہم نے الگ الگ لوگوں کے لئے الگ الگ طریقہ بنا رکھا ہے:

ہندیاں را اصطلاح دیگر اند　　　سندھیاں را اصطلاح دیگر اند

اے موسٰی، عقل والوں کے آداب اور ہوتے ہیں اور وہ سچے عاشق، جن کے اندر عشق کی آگ لگی ہوتی ہے دوسرے ہوتے ہیں:

موسیا آداب داناں دیگر اند　　　سوختہ جان و رواناں دیگر اند

موسیٰ! عشق کا مذہب سب دینوں سے الگ ہے۔ جو سچے عاشق ہیں ان کے لئے مذہب اور ملت سب ہم ہیں:

مذہب عشق از ہمہ ملت جداست　　عاشقاں را مذہب و ملت خداست

موسیٰؑ نے گھبرا کر پوچھا: "اے اللہ! مجھ سے غلطی ہوگئی، اب میں کیا کروں؟"

اللہ نے جواب دیا: "اے موسیٰ! جا اس گڈریے کو ڈھونڈ اور اسے یہ خوش خبری دے کہ وہ ٹھیک تھا اور تو غلط۔ اس کے لئے اللہ کی طرف سے سب معاف ہے۔"

حضرت موسیٰؑ اُس گڈریے کی کھوج میں نکل پڑے۔ برسوں کے بعد وہ انھیں کہیں جنگل میں اکیلا کھڑا ہوا دکھائی دیا۔ موسیٰؑ نے گڈریے کو خوشخبری دی کہ تو ٹھیک تھا اور میں غلط۔ تیرے لیے سب معاف ہے۔

گڈریے نے اب مسکرا کر جواب دیا: "اے موسیٰ! اب تم کس سے بات کر رہے ہو؟ اب میں اُس پہلی جگہ سے ہزاروں سال کا فاصلہ طے کر چکا ہوں۔ اب تو میں اپنی خودی کو مار کر اس خودی کے خون میں لتھڑا پڑا ہوں:

"من ہزاراں سال زاں سوگشتہ ام　　من کنون در خون دل آغشتہ ام"

○

یکجہتی کی روایت کے سلسلے میں میں زبان کے مسئلے پر بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ زبان اردو جب دکن سے چل کر دلی آتی ہے تو مغلیہ سلطنت کمال کے عروج تک پہنچ کر بڑی تیزی کے ساتھ نیچے اتر رہی تھی۔ بھائیوں کے درمیان تخت و تاج کی خاطر خانہ جنگی اور ایرانی، تورانی امیروں کی کھینچ تان سلطنت کی بنیادوں کو ہلا رہی تھی۔ مراٹھے اور افغانی ایسے دھکے دے رہے تھے کہ دیواریں اور چھتیں گرنے لگیں تھیں۔ عجیب سماں تھا۔ اکبر اور شاہجہاں کے نام لیوا لال قلعے کے محلوں میں دنیا اور مافیہا سے بے خبر رنگ رلیوں میں مصروف تھے طبلوں کی تھاپ، گھنگروؤں کی جھنکار اور شراب کے پیالے چل رہے تھے۔ ادھر سلطنت کے حصے بخرے ہو رہے تھے۔ صوبے خود مختار، صوبیدار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ مراٹھے، راجپوت، جاٹ اور سکھ ایک دوسرے سے جوجھ رہے تھے۔ سلطنت کے لاشے پر پرتگیز، ہالینڈیزی، فرانسیسی اور انگریز گدھوں کی طرح منڈلا رہے تھے راجاؤں اور نوابوں کی عیش پرستی سیکڑوں شریف خاندانوں کی تباہی، جنتا کی بربادی اور ملک کی غارتگری نے لوگوں کو مایوس کر دیا تھا۔ اس فضا میں دکن سے اردو آتی ہے اور شاہی دربار سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ یہاں فارسی ماحول تھا۔ دربار کی زبان فارسی، دفتر کی زبان فارسی، عہدیداروں کی زبان فارسی علما

کی زبان فارسی۔ اردو فارسی رنگ میں ڈوب گئی۔ دکن میں جو اردو ادب تیار ہوا تھا اس میں ٹھیٹھ ہندی نمایاں تھی۔ دلّی کے ایرانی نسل کے امیروں اور فارسی زبان کے ماہروں کے کانوں پر ہندی لفظ بھاری معلوم ہوئے۔ متروکات کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ مظہر جانِ جاناں نے پہل کی، آتش اور ناسخ نے تحریک کو تیز کیا، اردو ہندی سے دور ہونے لگی۔ دکن میں جسے دکھنی اور ہندی کہتے تھے دلّی میں زبانِ اردوے معلّیٰ کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۱۸۵۷ء کی آندھی کے بعد انگریزوں نے اردو کو مسلمانی زبان بنا دیا اور ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں کو مسلمانوں کے سر تھوپا۔ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کارروائیاں جاری ہوئیں۔ بہار کے انگریز گورنر نے شہروں کا دورہ کیا اور اردو کے خلاف دھواں دھار لیکچر دیے۔ انگریز عالموں نے ہندوستانی زبانوں کی گرامر لکھی اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اردو کسی علاقے کی زبان نہیں۔ ملکی بھاشا تو برج بھاشا، راجستھانی، اودھی وغیرہ ہے۔ انگریزی سیاست کا جادو چل گیا۔ اردو مسلمانوں کی زبان اور ہندی ہندوؤں کی زبان قرار پائی۔

۱۸۶۲ء کے بعد سے انگریزوں کی سیاست بدلی۔ مسلمانوں کو سرکار کی چہیتی بیوی اور ہندوؤں کو سوکن کا درجہ ملا۔ ۱۸۹۲ء میں اتر پردیش میں میکڈونل کی گورنری کے زمانے ہندی اردو کا جھگڑا ابھرا۔ فرقہ وارانہ جذبات کی زہریلی ہوائیں چلنے لگیں: "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

اب ہمارے بنیادی دستور یا سمبدھان نے حکم فیصل دے دیا ہے۔ ہندی کو سرکاری زبان کے مرتبے پر پہنچا دیا ہے۔ اردو کو ملکی زبان کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ تعصب سے دور ہٹ کر حقیقت کو سامنے رکھا جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اردو اور ہندی دراصل دو جدا جدا زبانیں نہیں ہیں۔ علم لسانیات کی کسوٹی پر پرکھیے تو کوئی اصولی فرق نظر نہیں آتا۔ زبان کی ہستی تین چیزوں پر قائم ہے۔ آواز یا دھن، روپ اور لفظ۔ اردو اور ہندی لفظوں کی ترکیب ایک طرح کی آواز سے ہوتی ہے۔ دونوں کی گرامر ایک ہے۔ دونوں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ دونوں آریائی زبان ہیں۔ لفظوں کے استعمال میں ہمیشہ ہیر پھیر ہوتا ہے۔ فردوسی کے شاہنامے کی زبان کا خاقانی کے قصیدوں کی زبان سے مقابلہ کیجیے، زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ یہی کیفیت نثر کی ہے۔
—— مائکل مدھوسودن دت کی بنگلہ پر سنسکرت چھائی ہوئی ہے۔ رابندر ناتھ ٹیگور کی زبان جنتا کی بول چال کی زبان ہے اور نذرالاسلام کی شاعری پر فارسی کا سایہ ہے۔
ہندی اردو کا بھی یہی حال ہے۔ ناگری پرچارنی سبھا بنارس کی ہندی ڈکشنری میں چھ ہزار فارسی

عربی کے لفظ ہیں۔ لغات آصفیہ میں ۷۵ فی صدی سے زیادہ وہ اردو کے لفظ ہیں جن کا ماخذ سنسکرت ہے۔ ہندی اور اردو کی پیدائش دونوں کی ایک جگہ ہوئی، اور دونوں ایک ماں کی بیٹیاں ہیں۔ ہاں، اب دونوں کی الگ الگ مستقل اور ادبی حیثیت ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اردو اجنبی زبان ہے، جس کا ملک میں کوئی ٹھکانہ نہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ اردو کھڑی بولی کا ادبی روپ ہے اور کھڑی بولی اُس علاقے کی زبان ہے جس کا مرکز دلّی ہے۔

یہ کہنا کہ اردو کا کوئی مسکن نہیں اور یہ کہ وہ کسی علاقے کی زبان نہیں ہے، ایک کھلی ہوئی حقیقت سے انکار کرنا ہے۔ جو بچّے اُس علاقے میں رہتے ہیں جہاں کھڑی بولی رائج ہے اور وہ بچّے جن کے گھر میں کھڑی بولی جاتی ہے، قانونی حق رکھتے ہیں کہ اپنی مادری زبان میں ابتدائی تعلیم حاصل کریں اور اس حق سے انکار دیش کے بنیادی قانون کی توہین ہے۔

اردو کے ساتھ، ہندی کا ایسا برتاؤ ہندوستان کی دوسری صوبائی زبانوں کو چوکنا کر دیتا ہے۔ یہ لازم ہے کہ اردو کی جو مستقل حیثیت ہندوستان کے دستور میں ہے اس کی دفعہ ۳۴۷ کی رو سے اُسے جو حق پہنچتا ہے وہ اسے ملنا چاہیے۔

اردو کو مسلمانوں کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ اس خیال کا بیج انگریزوں نے بویا مسلم لیگ نے اس پودے کو سینچا اور پروان چڑھایا۔ عربی کو اگر اسلامی زبان کہیں تو بجا سمجھا جائے گا۔ حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے غیر مسلم عربوں کی زبان عربی تھی۔ لاکھوں عیسائی جو لبنان، سیریا، مصر وغیرہ ملکوں میں رہتے ہیں عربی زبان بولتے ہیں۔ عربی میں بائبل پڑھتے ہیں۔ دنیا میں کون سی زبان ہے جو مسلمانوں کی مادری زبان نہیں؟ چین کے کروروں مسلمان چینی، انڈونیشیا کے ملے، بنگال کے بنگلا، مدراس کے تامل، کیرل کے ملیالی، گجرات کے گجراتی اور مہاراشٹر کے مراٹھی زبان بولتے ہیں۔ عربی بولنے والے مسلمان تو دنیا میں شاید دس فیصدی سے زیادہ نہیں ملیں گے۔ اردو تو اسی سرزمین کی پیداوار ہے جسے گنگا جمنا کی ندیاں سیراب کرتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمان صوفیوں، درویشوں اور شاعروں نے اردو کا سنگار کیا، لیکن سینکڑوں ہندو ادیبوں نے بھی اردو کو سنوارنے میں حصّہ لیا۔ اگر اردو میں اسلامی مذہب اور کلچر پر کتاب لکھی گئی تو آپ کو ہندو مذہب اور کلچر کی بھی اردو میں کافی کتابیں ملیں گی۔ اوپنشد، بھگوت گیتا، بھاگوت پران، کالی داس کے ناٹک، بیتال پچیسی، سنگھاسن بتیسی، پدماوت، قصے کہانیاں، لیلاوتی، حساب، نجوم، ویدک غرض مشکل سے کوئی ہندو مذہب

اور ادب کا شعبہ ہوگا جس میں اردو کی کتابیں نہ ہوں۔

اردو تو اصل میں ہندوستان کی زبان ہے۔ اس کا ماضی اور حال ہندوستان سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس کی تاریخ میں ہندو مسلمانوں کے میل جول کی کہانی ہے۔ اس میں ہندو مسلمان سنتوں نے اپدیش دیا ہے، سادھو درویشوں نے ایشور پریم کا سندیش دیا ہے۔ شاعروں نے اس میں وطن کے شہیدوں کے لئے آنسو گرائے۔ دیش بھگتوں کے دلوں کو ہلانے والے گیت گائے۔ انسان کے دل کی گہرائی کی کھوج کی اور اس کی اڑان کا اندازہ لگایا۔ حسن اور عشق کی تصویریں کھینچیں۔ محبت کے راگ الاپے، کبھی ہنسایا کبھی رلایا۔ وہ کس طرح ہم سے جدا ہو سکتی ہے؟ اس کا مستقبل ہندوستان سے وابستہ ہے۔ پاکستانی صوبوں کی بول چال کی زبان پنجاب میں پنجابی سندھ میں سندھی، بلوچستان میں بلوچی، صوبہ سرحد میں پشتو ہے۔ وہاں کہیں بھی بول چال کی زبان اردو نہیں، بے شک اتر پردیش اور بہار سے جو لوگ وہاں گئے ہیں ان کی زبان اردو ہے۔ اردو ہندوستان کی بیٹی ہے۔ یہیں یہ پیدا ہوئی۔ اس کی رگوں میں سنسکرت اور پراکرت کا خون بہتا ہے۔ یہ یہیں پھلی پھولی۔ اس کے بدن میں لوچ ہے۔ چال میں اٹھلاہٹ ہے۔ اسے دیکھ کر لوگ جھومتے ہیں۔ مشاعروں میں سننے والے اس کے بول سن کر مست ہو جاتے ہیں، سر دھنتے ہیں۔ اس کے سامنے ایک سندر روشن اور بے پایاں میدان ہے۔ ہندوستان کی پندرہ زبانوں میں یہ اکیلی وہ زبان ہے جو ہندو مسلمانوں کی یکجہتی کی روایت کی ترجمانی کرتی ہے۔ جو صحیح معنوں میں رواداری کے بنیادی اصولوں پر قائم ہے۔ اسے ملک کی خدمت کرنی ہے، دل کو دل سے ملانا ہے، شک و شبہ کے بدنما داغوں کو دھونا ہے۔ ہمارے قانون میں جس آزادی، برابری اور برادری کا دعوا ہے اُسے قوم کی زندگی میں ثابت کرنا ہے۔

بعض لوگوں کی یہ بھی تجویز ہے کہ اگر اردو کی کتابیں اردو رسم الخط کے علاوہ ناگری لپی میں بھی چھاپی جائیں گی تو پڑھنے والوں کا دائرہ بہت بڑا ہو جائیگا اور اردو کو ہر دلعزیز بنانے میں بڑی مدد ملے گی۔

میں نے خود ڈاکٹر تارا چند اور پنڈت سندر لال کے ساتھ مل کر الہ آباد سے "نیا ہند" ماہنامہ رسالے کی ایڈیٹنگ کی ذمہ داری لی تھی۔ اس میں ایک ہی زبان میں ناگری اور اردو رسم الخط میں سارے مضامین برابر کے کالموں میں چھپا کرتے تھے۔ میرے پاس ہندوستان کے مختلف صوبوں سے اس طرح کے خطوط آتے تھے کہ "نیا ہند" سے انھیں اردو سیکھنے میں بڑی مدد ملی۔ اسی خیال سے اپنے اسی اصول کی وجہ سے میں

نے تقریر کے اس مضمون کو بھی ایک ہی زبان لیکن دو رسم الخط میں پیش کیا ہے[1]۔ اِسے اگر اردو زبان سے ناواقف آدمی بھی پڑھے گا تو اسے فیض پہنچے گا۔ ہندی اور اردو کی قربت سے یکجہتی کو بلاشک مدد ملے گی۔

○

یہ سچ ہے کہ ملک میں زبان کے مسئلے کو لیکر، علاقائی سوالوں کو لے کر، ذات پات اور فرقہ واریت کو لے کر ملک کے مختلف حصّوں میں فسادات ہوتے رہتے ہیں، لیکن ان فسادات کے بیچ سے یکجہتی کی صورت نکل آتی ہے۔ جیسا ناگالینڈ، پنجاب اور دلّی میں ہوا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس سرزمین کو صوفیوں اور سنتوں نے اپنے یکجہتی کے پیغام سے انسانیت کی فصل کے لیے زرخیز بنایا۔ ایک چھوٹے سے واقعہ کا ذکر کر کے میں اپنے اس مضمون کو ختم کرنا چاہوں گا:

اکتوبر ۱۹۶۹ء میں تمام ملک میں گاندھی جی کی پیدائش کا سو سالہ جشن منایا گیا۔ لیکن ہمارے ملک کی ایک فرقہ پرست جماعت نے اس موقعے کو فرقہ وارانہ فساد کے لیے چُنا اور وہ بھی احمد آباد کے شہر کو، جہاں گاندھی جی نے ۱۹۱۵ء میں اپنی قومی خدمات کی ابتدا کی تھی۔ اس وقت وہاں جس صوبائی پارٹی کی سرکار برسرِ اقتدار تھی وہ مرکزی سرکار کے اثر سے باہر تھی۔ دنگائی بے خوف مکانوں کو جلاتے رہے، دکانوں کو لوٹتے رہے۔ اور معصوم انسانوں کا قتل کرتے رہے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گاندھی جی کے ساتھ وابستہ اس شہر سے انسانیت رخصت ہو چکی ہے۔ محترمہ وزیرِ اعظم نے مجھ سے کہا کہ "بہت سے لوگ وہاں گئے ہیں اور لوٹ کر مجھے اپنی رپورٹیں دی ہیں، لیکن مجھے تسلی نہیں ہوئی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ وہاں جائیں، شہر میں گشت کریں اور اس بات کو دیکھیں کہ حیوانیت کے بیچ میں کیا وہاں انسانیت بھی زندہ ہے؟"

میں احمد آباد گیا۔ قریب مہینے بھر وہاں رہا۔ زخمیوں سے اسپتال میں ملا۔ مظلوموں کی دردناک کہانیاں سنکر اُن کے آنسو پونچھے۔ قریب چھ ہزار مکان جلا دیے گئے تھے اور وہاں کی سرکار کے بیان کے مطابق ساڑھے تین سو آدمی، لیکن فوجی انٹیلیجنس کے آنکڑوں کے مطابق قریب دو ہزار آدمی اُس فرقہ وارانہ فساد میں

---

[1] جیسا کہ ذیل میں دیے عکس سے ظاہر ہو جائے گا، اصلاً یہ خطبہ بالکل 'نیا ہند' کی روایت کے مطابق شائع ہوا تھا، یعنی ایک کالم ہندی ایک کالم اردو —— ہم نے سہولت کے لیے دونوں ہی میں الگ الگ شائع کیا ہے۔ اصل خطبہ اس طرح لکھا گیا ہے۔

مضمون کو بھی ایک ہی زبان لیکن دو رسم الخط [illegible]
میں پیش کیا ہے۔ اِسے اگر اردو زبان سے [illegible]

(ادارہ)

شہید ہوئے۔ مظلوموں کی کثیر تعداد اقلیتی فرقے کی تھی۔ ایک دن گشت کرتا ہوا میں میمو باڑی کی چال میں پہنچا۔ وہاں محلّوں کو چال کہتے ہیں۔ میرے پہنچنے پر اُس علاقے کے سو ڈیڑھ سو آدمی جمع ہو گئے۔ چال کے سبھی مکان جلے ہوئے تھے۔ دو چار مکانوں سے اب بھی دھواں نکل رہا تھا۔ میں نے ان سے سوال کیا: "کیوں بھائیو! کیا یہ سب کے سب مکان مسلمانوں کے تھے؟"

چالیس پینتالیس برس کی عمر کے ایک صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا: "جی نہیں یہاں پینتس گھر مسلمانوں کے تھے اور ۱۲۰ گھر ہندوؤں کے تھے۔"

میں نے پوچھا "آپ کا نام؟" جواب ملا "میرا نام کلیان سنگھ ہے۔"

میں نے پھر پوچھا: "تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بار مسلمانوں کا مجمع آیا جو ہندوؤں کے مکان جلا گیا، اور دوبارہ ہندوؤں کا مجمع آیا جو مسلمانوں کے مکان جلا گیا؟"

وہ صاحب بولے: "جی نہیں! مجمع تو ایک ہی آیا تھا اور وہ ہندوؤں کا تھا۔"

میں نے حیران ہو کر پوچھا: "تو کیا ہندوؤں نے ہی ہندوؤں کے مکان جلا دیئے؟"

جواب ملا: "جی"۔ میں نے کہا: "آپ کا گھر کون سا ہے؟" اُنھوں نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا: "وہ جس سے اب بھی دھواں نکل رہا ہے۔ اُس میں میری رہائش بھی تھی اور دکان بھی۔ دوکان موٹروں کے ٹائروں اور سائکل کے ٹائروں کی تھی۔ اسی وجہ سے دھواں اب بھی نکل رہا ہے۔"

میں نے پھر پوچھا: "کلیان سنگھ جی! کتنے کی مالیت رہی ہوگی؟"

جواب ملا: "مکان کی مالیت تو قریب ایک لاکھ ہی ہوگی اور دکان کی بھی کم و بیش اتنی ہی۔"

میں نے حیران ہو کر پوچھا: "آخر ہندوؤں کے مکان جلانے کی وجہ کیا تھی؟"

کلیان سنگھ نے کہا: "مجمع نے آ کر ہم لوگوں سے پوچھا کہ ہمیں یہ بتاؤ کون سے مکان ہندوؤں کے ہیں اور کون سے مسلمانوں کے؟ ہم ہندوؤں کے مکانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے مکان جلانا چاہتے ہیں۔ ہم نے انھیں یہ بتانے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ بہت خفا ہوئے۔ اور لوگوں سے انھوں نے پوچھا۔ سب نے میری بات کی ہی تائید کی۔ بھیڑ میں لوگوں نے چلا کر کہا: "تب ہم سب مکان جلا دیںگے"۔ ہم نے کہا: "آپ کی مرضی"۔ انھوں نے سارے مکانوں میں پیٹرول سے آگ لگا دی۔ جب شعلے پوری طرح بھڑک اٹھے تب یہاں سے رخصت ہوئے۔"

میں نے پوچھا: "کلیان سنگھ! تم نے اپنی دو لاکھ کی مالیت خاک میں ملا دی۔ شاید زندگی بھر کی

کمائی اور یہ بتا کیوں نہیں دیا کہ تم ہندو ہو؟"

کلیان سنگھ نے پاس کھڑے ہوئے مسلمانوں سے تعارف کراتے ہوئے کہا: "ہم اور یہ دونوں راجستھان میں سیکر کے ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ پہلے ہم ہندو یہاں آکر بسے اور ہم نے اپنا کاروبار جمایا۔ اس کے برسوں بعد ہمارے مسلم پڑوسیوں نے ہم سے کہا کیا ہم بھی آپ کے ساتھ وہاں چل سکتے ہیں اور آپ کے زیر سایہ دو روٹی کما سکتے ہیں؟ ہم نے حامی بھری۔ وہ ہمارے بھروسے اور اطمینان پر یہاں آئے۔ اچھے کاریگر و ہنرمند تھے۔ جلدی انھوں نے اپنا کاروبار کھڑا کر لیا اور اپنے گھر بھی بنا لئے۔ تو جن لوگوں سے ہمارے سیکڑوں برس کے تعلقات تھے، جو ہمارے گاؤں کے لوگ تھے، جو ہمارے بھروسے پر یہاں آئے تھے، اور جنھیں ہم چچا، تاؤ، ماموں کہہ کر پکارتے ہیں، اگر ہم اپنے گھر بچا کر ان کے گھر جلوا دیتے تو بھگوان اوپر والے کو کیسے منھ دکھاتے؟"

میرا دل بھر آیا۔ میں اپنے کو ضبط نہ کر سکا۔ میں نے کہا: "کلیان سنگھ! جب تک تیرے جیسے آدمی ہندوستان میں ہیں تو اس ملک سے باہمی محبت اور یکجہتی کی جڑوں کو کوئی ہلا نہیں سکتا۔"

شاید اسی لئے باوجود بڑی بڑی کوششوں کے جن میں اندرونی اور باہری ہر طرح کی طاقتیں شامل ہیں، ہندوستان کے عوام کے دلوں سے محبت اور یکجہتی کی چاہت کوئی مٹا نہیں پایا۔ قرآن شریف میں بار بار یہ دہرایا گیا ہے۔ "کل انسان ایک ہی واحد اُمت ہیں۔ اور کل انسانوں کی ایک ہی قوم ہے۔" اور " لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ہ " تمہارا مذہب تمہارے لئے اور ہمارا مذہب ہمارے لئے ہے۔

"لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" "مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔"

کسی صوفی نے کہا ہے :-

نقط تفاوت ہے نام ہی کا ، در اصل سب ایک ہی ہیں یارو
جو آبِ صافی کی موج میں ہے ، اسی کا جلوہ حباب میں ہے

مولانا روم نے کتنی اچھی بات کہی ہے :-

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

آدمی کو دنیا میں ایک دوسرے کو میل اور محبت کے لئے بھیجا گیا ہے، لڑائی اور نفرت پھیلانے کے لئے نہیں!

★★

ڈاکٹر عابدہ سمیع الدین
شعبہ سیاسیات ویمنس کالج
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اخبارِ جمہور
برطانوی آمریت واستبداد سے ٹکراؤ
ایک تعارف

جنگ آزادی کے دوران اردو زبان بام عروج پر تھی برصغیر کے ہر گوشے میں اس زبان کا بول بالا تھا لہٰذا اس کے اخبارات نے بھی جنگ آزادی میں گراں قدر حصہ لیا۔ دارورسن کی مسلسل آزمائشوں کے باوجود ان اخبارات نے دنیا کی عظیم ترین سامراجی قوت سے ٹکرلی اور صحافتی دیانت داری کے علم کو اونچا کیا، قومی تحریکیں انھیں اخباروں کے ذریعہ پھیلیں اور انھیں کے ذریعہ شمع حریت کے پروانوں کو اپنے خوابوں کی تعبیر ملی۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ملک کا دانشور طبقہ بھی جنگ آزادی کے دوران اردو اخبارات کے کردار سے لاعلم ہے۔ غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ کئی قدیم اخبارات کے شمارے اب نایاب ہیں، اور جو باقی بچے ہیں وہ بھی ہماری بے توجہی اور لاپرواہی کا شکار ہیں اور رفتہ رفتہ معدوم ہوتے جا رہے ہیں۔ "جمہور: برطانوی آمریت واستبداد سے ٹکراؤ" ایک ایسے ہی اخبار کا تعارف ہے جس کا فائل ہندوستان کی کسی لائبریری میں دستیاب نہیں۔

۱۹۱۹ء میں بحکم سرکار ضبط کرلیے جانے کے بعد اس کے سبھی شمارے ضائع کر دیے گئے تھے۔ خوش قسمتی سے ۱۹۱۸ء کا ایک فائل جو کسی ایک خریدار کے پاس محفوظ رہ گیا تھا بعد تلاش بسیار اس کے بانی و مدیر قاضی عبدالغفار مرحوم نے قیمتاً حاصل کیا تھا۔ یہ فائل بیگم قاضی عبدالغفار کے پاس موجود ہے، اگرچہ خاصی خستہ حالت میں ہے۔ بیگم صاحبہ آجکل علی گڑھ کے مشہور علاقے شمشاد بلڈنگ میں آفتاب منزل میں مقیم ہیں۔

روزنامہ "جمہور" دسمبر ۱۹۱۷ء کے آخری ہفتے میں کلکتہ سے جاری ہوا اور دسمبر ۱۹۱۸ء میں کلکتہ میں

ہونے والے سیاسی ہنگامے تک جاری رہا۔ اس طرح اس اخبار کی عمر تقریباً آٹھ ماہ اور تین ہفتے ہوئی (قاضی عبدالغفار حیات اور کارنامے؛ مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ سید محمد علی کاظمی شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ۱۹۶۹ء) لیکن اپنے مقالے "بنگال میں اردو صحافت" میں شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے لکھا ہے کہ "اردو کے نامور ادیب قاضی عبدالغفار نے ۱۹۱۷ء میں کلکتہ سے "جمہور" جاری کیا تھا۔ حکومت نے اس کا گلا ۱۹۱۹ء میں ڈیفینس آف انڈیا رولز کے تحت دبا دیا۔" (آجکل جنوری ۱۹۶۵ء ص ۲۱) جمہور کے ۱۹۱۸ء کے اس فائل کے انتخاب کے پس پشت مندرجہ ذیل محرکات ہیں:

۱۹۱۸ء کا زمانہ ہندوستانی سیاست کا انتہائی پرآشوب زمانہ تھا اور اپنے انھی سیاسی بحران کے سبب جنگ آزادی کی تاریخ میں مخصوص حیثیت کا حامل ہے۔ "جمہور" کا یہ فائل ان تمام ہنگاموں و واقعات کی ایک مستند دستاویز ہے، جو جلیان والا باغ کے خونی حادثے اور اس کے ردعمل کا پیش خیمہ تھے۔ یہ آنے والے انقلاب کے ارتقا کی وہ انتہائی اہم منزل تھی جہاں سے نوائے آزادی کی لے تیز سے تیز ہوتی گئی۔ اس لحاظ سے ۱۹۱۸ء کے اس کے تمام شمارے گو مکمل تاریخ نہ سہی اس کے اہم مآخذ کی حیثیت ضرور رکھتے ہیں۔

قاضی عبدالغفار مرحوم قوم پرست مسلمان تھے اور یہ قوم پرستی انھیں وراثت میں ملی تھی۔ ان کے دادا حامد علی صاحب کو ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی میں تختہ دار پر لٹکایا گیا تھا اور بعد میں دو دن کی تلاش کے بعد ان کی نعش کو وہ جہاں ملی وہیں رات کے اندھیرے میں دفنا دیا گیا تھا۔ پھر قاضی صاحب مولانا محمد علی کے تربیت یافتہ تھے اور "ہمدرد" میں مولانا محمد علی کے ساتھ کام بھی کر چکے تھے اس لیے انھوں نے "الہلال" و "ہمدرد" کی اعلیٰ صحافتی قدروں کی پیروی کرتے ہوئے عوامی احساسات کی ترجمانی جس جرأت مندی سے کی اس نے صحافتی دیانتداری کو ایک نیا وقار ایک نیا اعتبار عطا کیا جس دور میں صحافتی قوانین کی تلوار کچے دھاگے میں بندھی صحافیوں کے سر پر لٹکتی ہو، قانونِ تحفظ ہند کا آہنی پنجہ ہر لمحہ قوم پرستوں کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے مستعد ہو، جیل خانوں کی مہیب تاریکیاں، ڈی آئی آر قانون و خفیہ پولیس کے اختیارات کے سبب شمع حریت کے پروانوں کو نگلنے کے لیے ہمہ وقت منتظر ہوں اور دار و گیر کی سخت ترین آزمائشوں نے عوام کی زبانوں پر قفل ڈال رکھے ہوں، صحافتی دیانتداری کے اعلیٰ و پاکیزہ اقدار کو قائم رکھنا انھیں عہد ساز شخصیتوں کا کام تھا۔ جن کا یہ ایمان ہو کہ سچا جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کا اعلان ہے۔ اور قاضی صاحب پہلے "جمہور" اور پھر "پیام" کے ذریعے اس جہاد میں ہمیشہ مصروف رہے لیکن جمہور کے متعلق ان کا اپنا کہنا تھا کہ "یہ میرا سب سے کامیاب اخبار

تھا۔ جس کی تعداد اشاعت ۳۲۰۰۰ تک پہنچ چکی تھی۔" (سری نواس لاہوٹی۔ ہماری زبان یکم ستمبر ۱۹۸۵ء)

صحیح رہنمائی "جمہور" کا واحد نصب العین تھا۔ اس کا ایک واضح مسلک تھا جس کے متعلق قاضی صاحب مرحوم نے اپنے اداریے میں تحریر کیا ہے: "جمہور" ہمدرد مرحوم کا ایک دھندلا سا عکس ہے۔ ایک چراغ جلا کر رکھ دینے سے وہ محفل کیونکر پیدا ہو سکتی ہے جس میں شمع کافوری روشن ہوا کرتی تھی۔ تاہم دل میں جو کسک ہے اور جگر میں جو کھٹک ہے وہ اس محفل کی ایک یادگار ہے جو کچھ دن کے لیے جمی تھی اس موسم بہار کا نشان ہے جو گذر چکا۔ ہمدرد مرحوم کی یاد دل کو جتنی عزیز ہو کم ہے اس لیے کہ وہ ایڈیٹر "جمہور" کی زندگی کا پہلا نشان تھا۔ (جمہور۔ ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء)۔ اور یہ اس شخص کی زندگی تھی جس کے متعلق بہ آسانی کہا جا سکتا ہے ؎

کچھ لوگ تھے جو وقت کے سانچے میں ڈھل گئے　　کچھ لوگ تھے جو وقت کے سانچے بدل گئے

ذیل میں چند اہم اداریوں کے اقتباسات اس حقیقت کی مکمل تشریح ہیں کہ کس اولوالعزمی و جانبازی سے قاضی صاحب نے اپنی خوابیدہ قوم کو خوابِ غفلت سے جگانے اور برطانوی سامراج سے بھرپور ٹکر لینے کی مسلسل جد و جہد کی' اور کس دیانتداری سے وہ جنگ آزادی کی مہم سر کرنے کی خاطر وقت کی اہم ترین ضرورت قومی یکجہتی کی کوشش میں مصروف رہے، اور ہزار مشکلات کے باوجود ان کے عزم صمیم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ان بصیرت افروز اداریوں کے علاوہ جمہور کے اس فائل کے چند قیمتی حصے مع تبصروں کے بغاوتی تحقیقاتی کمیشن کی مکمل رپورٹ' بی اماں کا پیغام فرزندان توحید کے نام' اور ان کا ایک طویل خط مسٹر تاج الدین کے نام پر مشتمل ہیں۔ لیکن "مزاج شاہاں تاب خلاف ندارد" کے مصداق دنیا کی عظیم ترین برطانوی شہنشاہیت بھی "جمہور" کی شعلہ بیانیوں کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ہندو مسلم اتحاد کا پیغام اس کے اقتدار کے لیے ایک زبردست چیلنج تھا۔ چنانچہ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے دوسرے حریت پسند اور محب وطن اخباروں کے مانند "جمہور" بھی ڈیفینس آف انڈیا ایکٹ کی زد سے نہ بچ سکا۔ اور ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں سلا دیا گیا۔ لیکن "شہرت عام و بقائے دوام" کے دربار میں قوم پرستوں کی صف میں اپنی نشست ہمیشہ کیلئے محفوظ کر گیا۔

آج دلوں میں بڑھتی ہوئی منافرت کی چہار طرف پھیلی ہوئی تاریکیوں میں ان روشنی کے میناروں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اکیسویں صدی کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے قدموں کے لیے وقتاً فوقتاً پیچھے مڑ کر ان راستوں پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے جو ہمارے اسلاف اپنی ان گنت قربانیوں سے ہمارے لیے ہموار کر گئے ہیں۔ اس کے بغیر ہم میں نہ جوش عمل پیدا ہو سکتا ہے نہ حسن کردار وقت کا تقاضہ ہے ؎

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

انتخابات واقتباسات

برطانوی آمریت اور ایک بیباک صحافی کا قلم

(ہندوستان کا مطالبہ حقوق بر نشنل ٹائمز کی توہین آمیز رپورٹ پر اپنے ردعمل کا اظہار قاضی صاحب مندرجہ ذیل اداریہ میں کس جسارت سے کرتے ہیں، ملاحظہ کیجیے)

"ہم کیا مانگتے ہیں' اور کیوں مانگتے ہیں" مطالبہ حقوق کی جو آواز ہندوستان میں بلند ہو رہی ہے اس کا سرچشمہ حکومت کی غیر ہمدردانہ روش اور بعض عمال حکومت کی سخت گیری ہے۔

ایک شخص کے سامنے جو برسوں سے فاقے کر رہا ہو۔ ایک پر تکلف دسترخوان بچھا دیا جائے تو سچ ہے کہ وہ لطیف غذاؤں کا فوراً عادی نہ ہو سکے گا۔ اور شاید کچھ عرصے تک اس کی جھجک باقی رہے گی۔ لیکن وہ کسی حال میں نعمتوں کو نعمت سمجھنے سے قاصر نہ ہوگا اس لیے اگر کم و بیش ایک صدی تک دست نگری کی حالت میں رہنے کے بعد اہل ہند اپنے ملک کی حکومت میں حصہ لیتے ہوئے کسی قدر جھجکیں تو اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ ان سیاسی حقوق کی نوعیت سے واقف نہیں جن کا مطالبہ کیا جا رہا ہے یا وہ ان کی قدر نہ کر سکیں گے۔" (۸ جنوری ۱۹۲۸ء)

(ایک دوسرے اداریے میں حکومت برطانیہ کو اسی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہ ہندوستان ہوم رول لیکر رہے گا نیز اب اس دریا کا روکنا ناممکن ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:)

"لندن ٹائمز کی رپورٹ کی تردید میں نعرۂ نجات:

ٹائمز کہتا ہے کہ ہندوستان کے سیاست دان ابھی یہ نہیں جانتے کہ ہوم رول ہے کیا۔ اگر اس کی نگاہ میں تاریخ کوئی وقعت رکھتی ہے تو ہم یہ عرض کریں گے کہ جب انگلستان کو ہوم رول حاصل ہوا تھا تو وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ہوم رول کیا ہے۔ جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے آزادی کا علم بلند کیا تھا تو وہ بھی ہوم رول کی حقیقت سے بے خبر تھیں۔ جب برطانیہ کے نوآبادیوں نے اپنی حکومت کی بنیادیں قائم کی تھیں تو ان کے دماغ بھی ہوم رول کی صحیح تصویر سے ناآشنا تھے۔ فطرت انسانی کے لیے قدرت نے چند لازوال اصول قائم کر دیے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب تک دو مختلف چیزیں مقابلہ میں نہ رکھی جائیں انسان کی قوت امتیازی ان کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی۔ اگر "سیاہ" نہ دیکھا ہوتا تو ناممکن تھا کہ انسان "سپید" کو تمیز کر سکتا۔ اگر وہ تکلیف نہ اٹھا چکا ہوتا تو غیر ممکن تھا کہ وہ آسائش و آرام کی قدر کر سکتا۔ اہل ہند "سیاہ" دیکھ چکے اور اسی لیے "سپید" مانگ رہے ہیں۔ وہ

غیر مہذب اور ناشائستہ اعمال کی سخت گیری برداشت کر چکے، اس لیے وہ آزادی حاصل کرنے اور اپنے ملک کی حکومت میں حصہ لینے کی خواہش کر رہے ہیں۔

ہندوستان نے انگلستان کی روشنی دیکھی اور فوراً اس تاریکی کو محسوس کیا جو باہر چھائی ہوئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ زندگی کے اعلیٰ جذبات وہاں بھڑکائے جاتے ہیں اور یہاں کچلے جاتے ہیں، وہاں زندہ کیے جاتے ہیں اور یہاں مٹائے جاتے ہیں۔ ایک طرف غلط اصول تعلیم دوسری طرف سخت گیر حکومت نظامی ان دونوں کے درمیان خدا کی کروڑوں بے زبان مخلوق۔ اُدھر افریقہ کے باغی قید سے چھوڑے جاتے ہیں جنھوں نے جنگ کے نازک ترین زمانہ میں حکومت کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ ادھر ہندوستان کے محبوب ترین لیڈر جنھوں نے آج تک حکومت کے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی، نظر بند کیے جاتے ہیں۔ آئرلینڈ کے باغیوں کو معافی دی جاتی ہے اور یہاں ہر روز کوئی نہ کوئی نوجوان قانون تحفظ ہند کا شکار ہوتا ہے۔ وہاں اخباروں کی اشاعت عارضی طور پر بند ہوتی ہے تو یہاں حاکم اس قانون کی سختیوں کو روز بروز زیادہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انصاف کا اصول اول ہندوستان میں پاؤں کے نیچے ہے۔ انگلستان کے مدبرین جو ہماری وفادارانہ اعانت و امداد سے رہتے ہیں، انہیں جاننا چاہیے کہ ان سخت گیریوں کی بدولت برطانیہ کا نام دنیا میں رسوا ہوا جاتا ہے۔"

(۹ جنوری ۱۹۱۸ء)

(ایک مہذب حکومت میں اخباری آزادی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اخبارات سلطنت کی عمارت کو استحکام بخشنے والا ایک ضروری ستون ہے لیکن حکومت برطانیہ نے اپنے دورِ اقتدار کی ابتدا سے ہی مختلف صحافتی قوانین کی مدد سے مکمل دستور زبان بندی پر عمل کیا۔ اگست ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کے شروع ہوتے ہی حکومت نے ہندوستان کے تمام اخباروں پر سنسر کی پابندیاں لگا دیں اور ساتھ ہی ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ بھی نافذ کر کے عوامی جذبات و خیالات کو پوری طرح کچل کر آزادی تحریر و تقریر کا مکمل خاتمہ کر دیا۔ ایسی کشمکش اور جدوجہد کے زمانہ میں جبکہ آزادی تحریر خود قائم صحافت کے وجود کیلئے خطرہ بن سکتی تھی، وہ ان مسلسل اداریوں میں پریس ایکٹ کی زیادتیوں کا ذکر یوں کرتے ہیں:)

"پریس ایکٹ

(۱) ۵ مارچ وہ تاریخ ہے جس تاریخ کو گذشتہ سال آل انڈیا پریس ایسوسی ایشن کا وفد ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی خدمت میں باریاب ہوا تھا اور اس نے اپنے جائز معروضات کو پیش کر کے التجا کی تھی کہ پریس ایکٹ کو جو دراصل ایک آزاد حکومت کی شان کے منافی ہے، منسوخ کیا جائے۔ مگر اس وفد کو جس طرح جواب دیا گیا وہ اپنی مثال خود آپ ہی ہے۔ ہندوستان کی برطانوی تاریخ میں کبھی کسی وائسرائے نے کسی وفد کو اس قدر سخت اور غیر مدبرانہ جواب نہیں دیا جیسا کہ غیر مدبرانہ جواب ہز ایکسیلنسی لارڈ چیمسفورڈ کی طرف سے آل انڈیا پریس ایسوسی ایشن کو دیا گیا۔

ہندوستان کی آئینی حکومت میں اس وقت چند ایسے قوانین رائج ہیں جو اصل میں پورے طور پر قانون کہے ہی نہیں جا سکتے۔ ان میں قانون مطابع بھی ایک قانون ہے۔ قانون اس غرض سے وضع کیا جاتا ہے کہ لوگ بعض مخصوص امور سے جن کی تشریح اس قانون میں ہوتی ہے احتراز کریں مگر قانون تحفظ ہند اور قانون مطابع ایسے قانون ہیں جو سب سے پہلے تو اصول قانون سازی کے خلاف ہیں اور اس کے علاوہ ان میں ان جرائم کی کم از کم پوری تشریح ہرگز نہیں کی گئی جن سے لوگوں کو روکنا مقصود ہے۔ اس کے الفاظ اخبارات میں بیسوں دفعہ دہرائے جا چکے ہیں۔ اس کے اشارتاً کنایتاً میں ہر چیز داخل ہو سکتی ہے۔ ایک شخص ملک معظم کی تعریف کرتا ہے لیکن اس کی وہی تعریف یقیناً یہ کہکر کہ طنزاً ملک معظم کی تعریف کی گئی تھی اور اس طرح گویا ملک معظم کی توہین مقصود تھی، قابل اعتراض قرار دی جا سکتی ہے۔ ایک شخص خدا کی تعریف کرتا ہے، اس کے قادر مطلق ہونے اس کے بیکسوں کے والی، مظلوموں کے حامی ہونے کا ذکر کرتا ہے اور ظالموں کو سزا دینے والا قرار دیتا ہے۔ دنیا کا کوئی قانون اس کے اس فعل کو قابل اعتراض قرار نہیں دے سکتا۔ مگر وہ قانون جس کو پریس ایکٹ کا نام دیا جاتا ہے، اس خیال کی بھی اپنے تلمیحاً اشارتاً کنایتاً کے ماتحت لاکر اس کتاب کو یا اس اخبار کو جس میں یہ عبارت شائع ہوئی ہے دام مصائب میں گرفتار کر سکتا ہے اور یہ پنجہ فولاد اس قدر سختی سے ہمارے پریس کی گردن دباتا ہے کہ اکثر اوقات وہ فنا ہو جاتا ہے۔

"پریس ایکٹ کہتا ہے کہ ملک معظم کی حکومت کے خلاف حقارت یا نفرت پیدا کرنے والی تحریر پر پریس ایکٹ کا پنجہ دراز ہو گا۔ لاریب ہم زور کے ساتھ کہتے ہیں کہ مقدونیہ میں آؤ اور ہماری مدد کرو۔ "جانس آف دی مرکس" نظر بند اور مسٹر مانٹیگو ہرگز ملک معظم کی حکومت کے خلاف اس قدر حقارت یا نفرت نہیں پیدا کر سکتے جس قدر ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا وہ حکم پیدا کر سکتا ہے جو کسی ایسے اخبار یا پریس سے ضمانت طلب کئے جانے کے متعلق ہے جس میں ایک ایسا اخبار شائع ہوتا ہو جو ہندوستانیوں کو وفادار رکھنا چاہتا ہو اور عمال حکومت کو بتاتا ہو کہ اگر یہ باتیں کرو گے تو ملک میں امن و امان قائم نہیں رہ سکتا۔

ایک ہندوستانی اخبار کے ایڈیٹر کے سر پر پریس ایکٹ کی وہ تلوار لٹکتی رہتی ہے، جو نیک نیتی سے نکتہ چینی کرنے پر بھی اس کی گردن کاٹ دیتی ہو، ہر قلم اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ قلم جو آزادی، حریت اور انصاف کی حمایت میں چلنے کے لیے ہوتا ہے، مگر اس "تلوار بے نیام" کی بدولت اس کا ہاتھ حق کی حمایت، انصاف کی طلب اور ظلم کی شکایت سے کانپتا ہے اور اس صورت میں وہ ہرگز وہ فرائض ادا نہیں کر سکتا جو اخبار نویس کی حیثیت سے اسے ادا کرنا چاہیے" . . . .

پریس ایکٹ پبلک آواز کو روکتا ہے۔ پبلک کی آواز کو بند کرنے کی وجہ سے اندرونی سازشوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ پھوڑے کا مواد بہنے دیا جاتا اس کو روکا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خون کے اندر زہر پھیلنے لگا۔ بنگال میں اگر لارڈ کرزن کی گورنمنٹ سختیاں نہ کرتی تو کبھی انارکسٹ پیدا نہ ہوتے۔"

(۵ مارچ ۱۹۱۸ء)

(۲) چار فروری کی تاریخ ہندوستانی پریس کے لیے ایک حسرت ناک تاریخ ہے جس دن امپیریل کونسل کے اجلاس میں سر ہربرٹ ریزلے نے ایک ایسا مسودہ قانون پیش کیا جس نے ہندوستانی پریس کو آئندہ درگور کر دیا۔

جب لوکل گورنمنٹ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی پریس جس نے دفعہ ۳ (تین) کی رو سے ضمانت داخل کی ہے، کسی ایسے اخبار / کتاب چھاپنے کی غرض سے استعمال کیا جا رہا ہے جس میں ایسے جملے / الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن کا رجحان بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً کنایتاً استعارتاً یا کسی اور طرح ..... ہز مجسٹی کی حکومت کے خلاف نفرت و حقارت پیدا کرنے والا ہو یا ملک معظم کی رعایا کے کسی طبقہ یا کسی حصہ کے خلاف بددلی پیدا کرنے کی طرف ہو ... تو اس صورت میں لوکل گورنمنٹ ایسے پریس کو الفاظ، اشارات یا عبارتیں جتا کر ... اس کی ضمانت ضبط کر سکتی ہے، اور وہ اخبارات کی کاپیاں ضبط کیے جانے کا حکم دے سکتی ہے۔

مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا پریس ایکٹ کا اشارتاً کنایتاً استعارتاً کا گرداب زیادہ وسیع ہوتا گیا اور ہندوستانی اخبارات اور مطابع کی کشتی حیات اس میں گر کر عدم آباد کو پہنچ گئی۔ اخبارات نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ان وعدوں کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں   واں ایک خاموشی تری سب کے جواب میں

عدالتوں میں پریس ایکٹ کی جو چھان بین ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قانون انتظامی حکام کے ہاتھوں میں ایک ایسا حربہ ہے جس کی داد فریاد کے لیے کوئی دنیاوی عدالت کھلی ہوئی نہیں ہے۔

ہندوستان ایک غریب ملک ہے۔ لوگ فاقہ کے مہیب اور خوفناک دیو کے پنجے میں گرفتار ہیں۔ ہمارے ملک کا بڑے سے بڑا دولتمند بھی یورپ کے ممالک کے معمولی سے معمولی تاجر سے بھی بدتر ہے۔ اور اس کے علاوہ ہندوستان کے علمی طبقہ کا افلاس تو مشہور ہے۔ تمام دنیا ہندوستان کی غربت کے حال سے واقف ہے، لیکن اس کے باوجود بھی پریس ایکٹ کی تاگزیر دفعہ ضمانت کی رو سے ہر شخص کو جو اخبار نکالنا

جاتا ہے، اور اس سے ہندوستان کے محکمہ تفتیشِ جرائم کے ارکان بدگمان ہوں، اور ان کی رپورٹ ذرا بھی مخالف ہو تو بیچارہ بوریہ نشین اور فاقہ مست اہلِ قلم کو کم از کم پانچسو روپیہ کی رقم سے لے کر دو ہزار کی حقیر رقم پیش کرنی پڑتی ہے۔ ہزاروں مصائب اور مشکلات کو اٹھا کر بیچارہ ہندوستان کا مفلس اخبار نویس یہ رقم پیش کرتا ہے، اور اس کے بعد ہر صبح کو جو وہ اٹھتا ہے تو پہلی ڈاک جو اس کے خطوں میں آتی ہے اس میں اس کو اسی کا دغدغہ ہوتا ہے کہ کہیں اس میں ضبطی ضمانت اور پریس کا تو حکم نہیں ہے، اور شب کو جب وہ اپنے بستر پہ لیٹتا ہے تو اسی خوف سے بےچینی سے کروٹیں بدلتا ہے کہ کل کہیں ضمانت کی رقم سوخت نہ ہو جائے۔ اور اس طرح وہ دن رات ہمیشہ اسی دغدغہ اور تردد کے اندر گذرتا ہے۔

پریس ایکٹ نے ایک طرح سے ہندوستان کی علمی ترقی اور قلمی ارتقا کو اس طرح سے روک رکھا ہے کہ ہندوستان میں کسی طرح کی علمی نشو و نما ہونا ناممکن ہے، جب تک یہ ایکٹ یکدم اٹھا نہ دیا جائے۔

وقت آگیا ہے کہ گورنمنٹ اب آگے بڑھے اور ہمارے اس جائز اور صحیح مطالبہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔ آج ہم بھی یورپ کی طرح آزادیِ قلم و حریتِ خیالات کے طالب ہیں۔"
(۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء)

(۳) " ـــــــ وہ قانون جو عدالت کے ججوں کو انصاف کرنے سے روکتا ہے، وہ قانون جو ع

اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

کا بہترین تفصیل کرتا ہے، معلوم نہیں کس طرح قانون کہلایا جا سکتا ہے۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی تاریخ میں یہ قانون ایسا بدنما داغ ہے جس داغ کو دھونے کیلئے کہ اگر آج اس قانون کو منسوخ بھی کر دیا جائے تو بھی اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے برسوں درکار ہونگے۔ ہم پریس ایکٹ کی منسوخی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیا کوئی شخص ہے جو مذکورہ واقعات پر سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد ہمارے مطالبہ کو ناحق کہہ سکے؟ ان لوگوں کو چھوڑ دیجیے جو انتظامی حکام یا انتظامی حکام کے خواری ہیں۔"
(۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء)

(اسی طرح ایک اور اداریے میں سنسر کی زیادتیوں پر طنز کا بھرپور وار کرتے ہوئے قاضی صاحب رقم طراز ہیں:) " ـــــــ اخبار نویسی اس عہدِ انقلاب و آفات میں ایک گناہ ہے جس کے دھبے دامنوں اور جس کے داغ پیشانیوں پر ایک دفعہ اپنا نقش بٹھا لیتے ہیں تو پھر کبھی نہیں مٹتے اس عرصہ دار و گیر میں اس گناہ کے لیے صغیرہ و کبیرہ کا امتیاز نہیں۔ در توبہ بند ہے اور عذاب کے فرشتے سر پر سوار ہیں اس ہفتخواں کا مسافر جس مشکل سے ایک ایک قدم اٹھاتا ہے اس کی لذت کوئی ہمارے دل سے پوچھے۔ ہمدرد مرحوم کے کالموں میں یہی قلم جب

سنسر کی موشگافیوں سے تنگ آ کر چوہے اور چڑیا کی کہانی لکھتا ہے۔ تو وہ بھی بارگاہ سنسر سے مسترد ہو جاتی ہے اس لیے کہ (بقول سنسر صاحب) یوں تو کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر خدا جانے ان سادہ الفاظ کے اندر آپ نے کیا بھر دیا ہو۔"

(۱۶ مئی ۱۹۱۸ء)

(امپیریل کاؤنسل میں ہندوستانی نظربندوں کے نام اور مقام نظربندی کے سوال پر سرکاری ممبر نے جواب دیا تھا:
"گورنمنٹ ہند کی رائے میں یہ کافی ہے کہ نظربندوں کے اعزا کو اعلان کے متعلق علم رہے۔ ان کے نام اور دیگر تفصیلات عام طور پر مشتہر کرنا مفاد عامہ کیلئے مناسب نہ ہوگا۔ اس پر ایک اداریے میں وہ تیکھا طنز یوں کرتے ہیں:)

"زبردستیاں اور پردہ داریاں

جبر و تشدد کرنے کے لیے بھی سلیقہ اور تمیز کی ضرورت ہے مگر تمیز اور انصاف کے بعد اب وہ بھی مفقود ہے۔ اس شدید احتیاط کا کیا ٹھکانا ہے کہ وہ نظربندوں کے نام بھی نہیں بتانا چاہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کیوں بتائیں کہ کتنے بے گناہوں کو قانون تحفظ ہند کی آڑ میں گرفتار کیا ہے، ہم کیوں بتائیں کہ ہم نے کتنے بے قصور لوگوں کو ان کے وطن اور اعزہ سے چھڑا کر خانماں برباد کیا ہے، ہم کیوں بتائیں کہ ہم نے کتنے شوہروں کو ان کی بیویوں سے، کتنے بچوں کو ان کے ماں باپ سے، کتنے بھائیوں کو ان کی بہنوں سے جدا کر لیا۔ ہم کیوں بتائیں کہ ہم قانون تحفظ ہند کے نام سے کیا کیا کر چکے ہیں اور کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم کونسلوں میں سوال کر کے ہم کو اقتدار پسند عمال کے تشدد کا پردہ فاش کرنے پر مجبور کرنا چاہو تو بھی ہمارے لیے گریز کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ یعنی ہم کہیں گے جیسا کہ ہم ہر اس بات میں جو ہمارے مزاج کے خلاف ہو کہا کرتے ہیں کہ تمہارے سوال کا جواب دینا 'مفاد عامہ' کے خلاف ہے۔ 'مفاد عامہ' ان آٹھ حرفوں کے ہلکے پردہ میں کیا کچھ نہیں کیا جاتا۔ مفاد عامہ! ہم نظربند کرتے ہیں، اس لیے کہ "مفاد عامہ" کا اقتضا یہی ہے۔ ہم امن پسند رعایا پر قانون تحفظ ہند نافذ کرتے ہیں، اس لیے کہ مفاد عامہ کے لیے یہی مناسب ہے۔ ہم وفادار رعایا کو حقوق شہریت سے محروم کرتے ہیں اس لیے کہ مفاد عامہ کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے۔ اور پھر ہم تم کو نظربندوں کا نام نہیں بتا سکتے ہیں کہ یہ بھی مفاد عامہ کے خلاف ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں 'مفاد عامہ' ایسی اصطلاح ہے جس کے تحت حکومت کی دست درازی کی تمام داستان لکھی جائے گی۔ وہ ایک لفظ ہے جس کے اندر کم و بیش چار سال کی عبرت انگیز تاریخ موجود ہے۔ 'مفاد عامہ' ایک چھوئی موئی کا درخت ہے جو اس فصل میں انگلی لگاتے ہی مرجھا جاتا ہے۔ خیریت ہوئی کہ کرنیل راجہ صاحب محمود آباد اور آنریبل میر اسد علی کی گستاخ انگلیاں اس پیڑ مقدس کے قریب نہ پہونچ سکیں ورنہ نہ جانے ایوان حکومت میں کیسا تہلکہ مچ جاتا۔ یہ درخت گلاس کے کیس

میں بند کرکے احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا جائے ایسا نہ ہو کہ کوئی بے ادب اس کو چھو لے۔ سارے ہندوستان کا انتظام اسی ایک لفظ پر منحصر ہے اس کے اصلی معنی ارباب حکومت کے عالی دماغوں میں محفوظ ہیں اور رعایا کے نادان نمائندوں کو کسی طرح نہیں بتائے جا سکتے۔ اب دلیل و برہان کا زمانہ نہیں ہے۔ اگر حکومت کہے کہ فلاں چیز مفاد عامہ کے خلاف ہے تو مان لو کہ ضرور خلاف ہے محض اس لیے کہ ایوان حکومت کے کلید بردار ایسا ہی فرماتے ہیں۔"

(۱۳ مارچ ۱۹۱۸ء)

(آئینی اصلاحات کا مسودہ ۸ جولائی کو شائع ہوا اور حسب سابق ہندوستانی عوام کی امیدوں پر ایک بار پھر اوس پڑ گئی۔ مراعات کے سبز باغ کی قلعی ایک بار پھر کھل گئی تھی۔ قاضی صاحب کا بے باک قلم بھلا کیوں کر خاموش رہ سکتا تھا۔ مسودہ اصلاحات پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:)

"صاحب وزیر کے سفر ہند کے نتائج

لارڈ میکالے کے اعلان ۱۸۳۳ء اور ۱۸۵۸ء کے مشہور و معروف اعلان کے بعد ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء کا اعلان تھا جو صاحب وزیر ہند نے شاہی پارلیمنٹ میں کیا تھا اور اس نغمۂ جاں نواز کو سن کر فضائے ہند کا ایک ایک ذرہ وجد و سرور سے رقص کرنے لگا تھا۔ اگر انگلستان کی تاریخ اہل ہند کو یاد نہ ہوتی اور مختلف زمانوں میں مختلف وعدوں کا سبز باغ ان کی آنکھوں کے سامنے آ کر اوجھل نہ ہوا ہوتا تو کیا عجب تھا کہ اس ترانۂ ہوش ربا کو سن کر کوہ ہمالیہ اپنے مرکز سے ہٹ جاتا۔ گنگا و جمنا اپنے بہنے کی جگہ کو چھوڑ دیتیں، اور صدہا بدنصیب وطن پرست شادی مرگ کا شکار ہو جاتے ۔ ۔ ۔ ۔

بہرحال اس اعلان کے بعد نومبر میں صاحب وزیر ہند نے ہندوستان میں نزول اجلال فرمایا اور اس سرزمین ہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ دہلی سے وفود کی باریابی شروع ہوئی، اور بنگال و مدراس کے بعد بمبئی میں وفود کی شرفیابی اور تاریخی تحقیقات کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس دوران میں اہل ہند کے لیے گوناگوں یاس انگیز واقعات و حوادث رونما ہوئے۔ مگر ان سب میں وہ منحوس دن تاریخ ہندوستان اور بالخصوص اسلامی دنیا کو ہمیشہ یاد رہے گا کہ ایک باجبروت قوم کے بدنصیب فرزند آل انڈیا مسلم وفد کے دہلی مرحوم کی اس سرزمین پر حاضر ہوئے تھے جو ان کی ہفت صد سالہ عظمت و جلال کی جلوہ گاہ تھی۔ مگر صاحب وزیر ہند کے دربار سے نکال دیئے گئے۔ اس لیے کہ ان کے ہاتھ میں نظربندوں کی رہائی کا کاسہ تھا۔ اور یہ بدنصیب پھر اپنے نظربندوں کی رہائی کی بھیک مانگنا چاہتے تھے جہاں ان کے پرجلال اسلاف نے صدہا تا ملوں کا خون

معاف کیا تھا۔" (۱۰ جولائی ۱۹۱۸ء)

(آئینی اصلاحات کے خوشنما کھلونے کے پس پشت اصلی محرکات کی قلعی کھولتے ہوئے لکھتے ہیں:)

"تلاشِ اسباب: آئینی اصلاحات کا اعلان کیوں ہوا؟

رپورٹ زیر تبصرہ میں اہتم بالشان تاریخی اعلان کے دو سبب قرار دیئے گئے ہیں:
(۱) قدیم وعدہ کا ایفاء۔ (۲) ہندوستان کو زیر سایہ برطانیہ عظمیٰ ترقی کا کافی موقع دینا تاکہ وہ دیگر برطانوی ترقی یافتہ مقبوضات سے پیچھے نہ رہے۔

ممکن ہے کہ ان دونوں اسباب کو بھی اس عظیم الشان اعلان میں کچھ دخل ہو لیکن ایک غور فرما دماغ، بصیرت اندوز عقل اور واقف کار دل ارف اس پر قناعت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دونوں سبب کچھ اب پیدا نہیں ہوئے بلکہ وعدہ کی ابتدا لارڈ میکالے کے زمانے سے ہوئی، جس کو تقریباً ایک صدی گذر چکی ہے اور ہندوستان کو ترقی یافتہ برطانوی مقبوضات کے ہمسر بنانے کا خیال تو اہلِ ہند اس وقت سے سن رہے ہیں جب انگریزوں نے ساحل مدراس پر اوّل مرتبہ قدم رکھا تھا۔ پس کچھ اسباب ہیں جنھوں نے اس اعلان کے لیے اس وقت کو چنا اور تقدیر آگہی نے مجبور کر دیا کہ اعلان اسی وقت کیا جائے۔

بدنصیب آئرلینڈ انگلستان کا ہم رنگ، ہم نسل، ہم مذہب اور ہم مشرب ملک ہے گو ناگوں علوم و فنون میں انگلستان کے دوش بدوش ہے، ہندوستان سے وہاں تعلیم بھی زیادہ ہے، مغرب کی اصطلاح میں جن چیزوں کا نام تمدن ہے وہ وہاں ہندوستان سے بڑھ کر ہیں، وہ تجارت میں ہندوستان سے افضل ہے اور اب تک انگلستان سے خود تفوق حاصل کر چکا ہے اس کے لحاظ سے بھی ہندوستان کے مقابلہ میں آئرلینڈ کو تفوق حاصل ہے لیکن کل کی بات ہے کہ برطانوی وزیر اعظم مع دیگر ذی وجاہت ممبران پارلیمنٹ کے آئرلینڈ تشریف لیگئے اور ایام جنگ میں ہی ہوم رول عطا کرنے کا اعلان فرمایا، یہاں تک کہ خود اہل آئرلینڈ سے ہی ہوم رول کا مسودہ تیار کرایا گیا اور تم نے دیکھ لیا کہ انجام کار اس وعدہ کا ایفا کیوں کر ہوا۔ اگر قریبی آئرلینڈ میں کل کا وعدہ آج بھلایا جا سکتا ہے تو غریب ہندوستان میں ایک صدی کا وعدہ آج کیونکر وفا ہو سکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ برطانوی حکومت کی تاریخ بھی بتا سکتی ہے کہ جب دستِ حق طلب میں طاقت اور زبانِ استدعا میں زور پیدا ہونے لگتا ہے تو ادھر سے حکومت کا دستِ سخاوت بھی دراز ہوتا ہے . . . .

ان تمام واقعات پر غور کرنے کے بعد آئینی اصلاحات کے اعلان کا سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہندمسلم

آواز متفق ہو گئی اور اس اتفاق سے مطالبہ کی شدت لہجہ کی کرختگی بڑھ گئی اور پھر تمام ملک جو عرصہ سے سو رہا تھا، وہ قانون تحفظ ہند اور نظر بندی کے تشدد سے چیخ اُٹھا۔ لیکن دفترِ اقتدار سے اعلان کرانے کیلئے وفادار ہندوستان کی بے ضرر آواز کا زور کافی نہ تھا بلکہ اس زور میں جس چیز نے شدت پیدا کی اس کے دو سبب اور ہیں۔ اوّل یہ کہ روس جیسی باسطوت سلطنت تباہ و برباد ہو گئی اور اس کی تباہی و بربادی کے بعد ہندوستان کا راستہ غنیم کے لیے صاف ہو گیا۔ پس اس خطرۂ عظیم کے ظہور کے بعد نہایت ضروری ہوا کہ اہلِ ہند کو راضی کیا جائے اور ایک مدبرانہ طریق سے ان کے یہ ذہن نشین کر دیا جائے کہ ہندوستان تمہارا ہے اور حکومت برطانیہ تمہارے ہی ہاتھوں میں اُسے دینا چاہتی ہے۔ چنانچہ شاہی پارلیمنٹ میں ہندوستان کے متعلق ۲۰ اگست کا مشہور و معروف اعلان ان ہی ایام میں ہوا ہے جب کہ روس برباد ہو چکا تھا۔

"دوسرا سبب یہ ہوا کہ اتحادیوں کو جمہوریت امریکہ سے استمداد کی ضرورت ہا اور جمہوریت امریکہ سے مزید مدد لینے کے لئے یہ ضرور تھا کہ ہندوستان کی آرزوؤں کا اعلان کیا جائے اور کچھ مراعات بھی ہندوستان کو عطا کر دی جائیں کیونکہ ہندوستان پر جس طریقہ سے حکومت کی جا رہی ہے وہ مغرب کی ہر سلطنت کی طرح جمہوریہ امریکہ کو بھی خوب معلوم ہے۔ لہٰذا جنگی استمداد حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ انگلستان یہ کہے کہ ہم اقوام کی آزادی و خود مختاری قائم رکھنے کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں اور دعوے کے ثبوت کیلئے ضرورت تھی کہ ہندوستان کی آزادی و خود مختاری کے ذکر سے اس دعوے کو مدلل کرے کہ دیکھو ہم ہندوستان کو حقوق عطا کر رہے ہیں پھر ہندوستان کی عظیم الشان جنگی خدمات کا بھی ہدیہ ادا کرنا تھا پس ان قدرتی اسباب کے پیدا ہونے کے بعد یہ اصلاحات آپ کو عطا کی گئی ہیں اور اس سے آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو حکومت ان گوناگوں مجبوریوں کے عالم میں آپ کو ایک خوشنما کھلونا عطا کر رہی ہے وہ اس وقت کیا عطا کرے گی جب یہ مجبوریاں سب رفع ہو جائیں گی اور مطلع امن صاف و شفاف ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ اس سوال کا جواب نوکِ قلم پر نہ آئے بلکہ آپ دلوں میں غور کریں" (۱۵ جولائی ۱۹۱۸ء)

(آئینی اصلاحات کے اعلان کے ساتھ ساتھ حکومت کے جبر و تشدد کی نئی لہر بھی شروع ہوئی۔ رولٹ کمیشن کی بغاوتی تحقیقاتی رپورٹ شائع ہوئی تو ملک کے طول و عرض میں غم و غصّہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جنگ عظیم کے دوران یہ ان کی وفاداری اور جانبازی کا صلہ تھا۔ جمہور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں پیش پیش تھا۔ مندرجہ ذیل اداریے کا اقتباس ملاحظہ ہو:)

"تب چاکِ گریباں کا مزہ ہے دلِ ناداں"

اگر گورنمنٹ کی سخت گیریوں پر نظر کی

جائے تو وہ دن بدن وہ ہندوستانی پریس پر بڑھ رہی ہیں۔ پہلے اگر کسی اخبار نویس کے سر پر ایک تلوار کچے دھاگے میں لٹکتی ہوتی تھی تو اب ایک مہیب توپ کا منہ بھی اس کی طرف کر دیا گیا ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ تشدد کی انتہا کیا ہوگی۔ ریفارم اسکیم کے بعد رولٹ کمیشن کی بغاوتی رپورٹ شائع کی گئی ہے اور اس میں سفارش کی گئی ہے کہ موجودہ حالت سے زیادہ تقریر و تحریر پر پابندیاں عائد کی جائیں پھر حضور والیسرائے ایک اعلان شائع کر چکے ہیں جس سے مترشح ہوتا ہے کہ وقت بہت قریب آنے والا ہے جب رولٹ کمیشن کی سفارشیں قانونی صورت اختیار کر کے اہل ہندوستان کے زبان و قلم اور نقل و حرکت پر ایک سخت مہر لگا دیں گی۔ زبان ہی کی سختیوں کی وجہ سے آنربل کھاپرڈے نے بغاوتی رپورٹ کو مسترد کرنے اور سرکاری اور غیر سرکاری ممبروں کی ایک کمیٹی بنانے اور تحقیقات کرنے کے متعلق رزولیوشن پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر یہ رزولیوشن منظور ہو گیا تو غالباً ہندوستان کو آیندہ سخت گیریوں سے کچھ نجات مل جائے گی، ورنہ اغلب ہے کہ رولٹ کمیشن کی سفارشوں پر بہت جلد عمل شروع کر دیا جائے گا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ وقت ہندوستان کے آزاد خیال انصاف پسند محررین و مقررین کے لیے کس قدر منحوس ہوگا اور پھر بدبخت ہندوستانی پریس کی کیا حالت ہوگی۔ پس اگر چوہوں کے مرنے سے طاعون کے انسداد کی تدبیریں شروع کر دی جاتی ہیں تو وقت آ گیا ہے کہ ہندوستانی پریس کو مرنے سے پہلے بچانے کی فکر کی جائے۔ اب تک جو فریاد بار بار ٹھکرائی گئی ہے، جو آرزو پیہم پامال کی گئی ہے، جس خواہش کی عدم کامیابی پر اکثر اہل ہند کے دل خون ہوئے ہیں۔ وہ سب سے اوّل قانون تحفظ ہند کی سختی اور نظربندوں کی عدم رہائی ہے مگر اس کے بعد جس ملکی تمنا پر تمام صحائف ملکی نے یک زبان ہو کر صدا بلند کی اور بالآخر حکومت کے سنگ استغنا سے ٹکرا کر گم ہو گئی وہ ملکی پریس کی آزادی ہے ...

اگرچہ فریادیں کرتے کرتے گلے پڑ گئے، چیختے چیختے حلقوم تھک گئے، ہندوستان کی حالت پر آنسو بہاتے بہاتے آنکھیں خشک ہو گئیں مگر ہمیں حکومت کو بتا دینا چاہیے کہ بازوئے عمل ابھی نہیں تھکے اور وادی پرخار میں قدم چلنے میں بیکار نہیں ہوئے۔"

(۲۷ اگست ۱۹۱۸ء)

(اگلی دو اشاعتوں میں رولٹ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے مدیر جمہور نے عوام کو اس کے ہیبت ناک اثرات سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اسے حکومت سے بھی مکمل طور پر مسترد کر دینے کے لیے پرزور سفارش کی:)

"تحقیقات بغاوت: کمیشن کی شدید ترین سفارشیں

(۱) رولٹ کمیشن کا تقرر

گورنمنٹ ہند کے ایک رزولیوشن کے مطابق ہوا جو ۱۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو منظور ہوا اس رزولیشن کا خلاصہ یہ تھا:

'ہندوستان میں باغیانہ سازش کے متعلق ایک کمیشن مقرر کیا جائے، جو یہ تحقیق کرے کہ اس سازش کی نوعیت کیا ہے، وہ کس قدر احاطہ میں پھیلی ہوئی ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور انسداد کیونکر ہو سکتا ہے؟'

آخری جملوں نے اہل ہند کو امید کا ایک چراغ دکھایا تھا اور وہ یہ سمجھے تھے کہ اسباب بغاوت معلوم کرنے کے بعد انسدادی تدابیر اختیار کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان شکایتوں کو دور کیا جائے، جن کی وجہ سے انتہا پسند اشخاص کے دلوں میں باغیانہ خیالات پیدا ہوئے، لیکن اس رپورٹ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے اہل ہند چشمۂ آب حیات خیال کرتے تھے وہ سراب ہے اور جو نور ۱۰ دسمبر کو افق دہلی پر نظر آیا تھا وہ صبح امید کا نور نہ تھا بلکہ اس صاعقۂ تشدد کی چمک تھی جو اہل ہند کے سامنے ایک خوفناک جبر و استبداد کی کالی گھٹا ساتھ لائی ہے...

"اس رپورٹ کو محض ایک سرکاری حیثیت حاصل ہے اور اس کے سوا کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں کہ گورنمنٹ کے خفیہ محکمہ نے جو بیانات و حالات مرتب کیے تھے اس کو اس کمیشن کے سامنے پیش کر دیا گیا اور کمیشن نے بلا شہادت لیے اور ملزم علیم کو بغیر صفائی کا موقع دیے، ایک رائے طے کر لی پس اس خیالی رائے کا مرقع یہ رپورٹ ہے"۔

(۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء)

(۲) "کچھ شک نہیں کہ ہر حکومت مخالفانہ سازشوں کا قلع قمع کرنا اپنا فرض خیال کرتی ہے اور دوام و بقا کے لیے باغیانہ تحریکوں کا دبانا اس کا فرض اولین ہے۔ پھر قیام امن، انتظام حکومت، اور رعایا کے جان و مال کے تحفظ کی دلفریب تصویر بھی سامنے آ کر سفارش کرتی ہے کہ مخالفانہ فتنوں کو دبا دینا چاہیے۔ اور اس لحاظ سے اگر حکومت سازشوں کے انسداد کے لیے متشددانہ کارروائی کرے تو وہ بظاہر برسرحق ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آگ کو آگ سے نہیں بجھایا جا سکتا بلکہ اس کے لیے پانی کی ضرورت ہے"۔

(۳) "ہندوستان میں برطانوی دفتری اقتدار کا ہمیشہ یہ اصول رہا ہے کہ جب کبھی اصلاح کی طرف قدم بڑھایا گیا تو اسی کے ساتھ تشدد کی تلوار بھی علم کی گئی تاکہ بزدل ہندوستانی ڈر کر جلد از جلد ناقص و ناکام اصلاحات کو قبول کر لیں۔ لارڈ رپن کے زمانے میں ایک پُر بہار خواب ہندوستان کو دکھایا گیا تو اسی کے ساتھ ... منظر بھی پیش کیا گیا۔ پھر ۱۹۱۹ء میں جب منٹو مارلے اسکیم شائع ہوئی تو یہی وہ زمانہ تھا کہ مسٹر تلک کو شورش کے جرم میں سزا دی گئی اور پنجاب میں بھی اس وقت تشدد کیا گیا۔ اب چیمسفورڈ مانٹیگو اسکیم شائع ہوئی ہے تو اس کے ایک عشرہ بعد رولٹ کی تہدید آمیز رپورٹ کو شائع کر دیا گیا، جس میں

خاص طور پر دفتری اقتدار کو زیادہ استبداد پرست بنانے کی سفارش کی گئی ہے اور یہ سفارش اس وقت کی گئی ہے جبکہ ہندوستانی فرزند وفاداری کے امتحان میں کامیاب ہو چکے ہیں اور اب وہ آزادی کے ساتھ ہندوستان کے خون اور دولت کی قیمت مانگنا چاہتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں ممبران کمیشن کے تشدد و استبداد کی سفارش کرنے کے یہ معنے ہیں کہ ہمارے منھ میں لگام دیدیا جائے اور قلم توڑ دیئے جائیں تاکہ اہل قلم آزادی کے ساتھ اپنی رائے نہ لکھ سکیں اور مقرر اپنا مافی الضمیر نہ ظاہر کر سکیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر نپولین اعظم کی خودمختارانہ تلوار فرانس کی آزادی کو فنا نہ کر سکی تو کیا قانون تحفظ ہند کا مزید تشدد ہندوستان کے آزادانہ اور منصفانہ خیالات کو فنا کر دے گا۔ ممکن ہے کہ زبانیں بند ہو جائیں مگر کیا دلوں کی حرکت بند ہو سکتی ہے۔ شاید قلم کی حرکت رک جائے لیکن کیا دلوں کا جوش رک سکتا ہے۔ اگر ظاہری اعضاء کی بندش باطنی جذبات میں اور زیادہ طوفان پیدا کرتی ہے تو حکومت کو چاہیئے کہ وہ ہندوستان میں مزید تشدد کی طرف کوئی خطرناک قدم نہ بڑھائے اور ممبران کمیشن کی تشدد آفریں سفارشوں کو یکقلم فراموش کر دے۔"

(۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء)

حاکم و محکوم کے فرق کے خطرات

(انگریزوں کے ہاتھوں ہندوستانیوں کی تذلیل اور امتیازی سلوک کا جو عام طریقہ تھا اس کا شدت سے احساس تھا جو جگہ جگہ ہمدرد کے صفحات میں ملتا ہے۔ مثلاً مراد آباد میں ایک معزز بیرسٹر کی تذلیل کے واقعہ کو لیکر وہ حاکم و محکوم کے درمیان زبردستی اور بے اطمینانی کے احساسات کی موجودگی کے خطرات سے ایک جابر و قہار حکومت کو یوں آگاہ کرتے ہیں)

"**حاکم اور محکوم** حکومت دلوں پر ہوتی ہے۔ زمینوں پر، مکانوں پر، ذہنوں پر اور جسموں پر نہیں ہوتی۔ پس جب دل ٹوٹنے لگیں جب وہ بقول لارڈ سالسبری کے زبردستی اور بے اطمینانی محسوس کرنے لگیں تو حاکم کے لیے اپنی محکوم قوموں سے سمجھوتہ کرنے کا وہ آخری وقت ہوتا ہے اور دانشمند حاکم اس وقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ فتنہ و فساد کو بازوئے حکومت کی طاقت بلا شک دبا سکتی ہے مگر جب دلوں کی آواز زبانوں پر آئے تو اہل بصیرت کو سطح کے نیچے دیکھنا چاہیئے۔

زندگی کے میدان میں حاکم و محکوم کے درمیان شاید اجتماع و اتحاد ناممکن ہو۔ مگر انفصال و تصادم اکثر ہوتا ہے اور جب ہوتا ہے جب ہی اس کے نتائج غیر خوشگوار پیدا ہوتے ہیں۔ ایک فوجی سپاہی کا بوٹ جب ہندوستانی قلی کی تلی سے ٹکراتا ہے یا جب ایک فوجی افسر کا گھونسا رائے بہادر کی آنکھ پر لگتا ہے، یا جب مراد آباد میں ایک کالج کی ادنیٰ پرنسپل کے ہاتھ ایک معزز بیرسٹر کے شانوں کو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالتے

ہیں، اس وقت بادی النظر میں زندگی کا ایک بہت ہی معمولی حادثہ ہوتا ہے، اس سنگریزے کی طرح جو پانی میں پھینکا جاتا ہے اور ایک منٹ کے لیے سطح آب پر چند نقش پیدا کر دیتا ہے، زندگی کی مصروفیتوں میں نقش برآب معلوم ہوتا ہے، لیکن جس طرح سنگریزہ عارضی نقوش پیدا کر کے پانی کی تہ میں جم جاتا ہے، اسی طرح یہ واقعات بھی سطح سے غائب ہو کر دلوں کی گہرائی میں نقش ہو جاتے ہیں۔

ایک بیرسٹر کو سرِ عام دھکے دئے جاتے ہیں نخوت و تکبر سے بھرا ہوا دماغ حفظ مراتب کو بھول کر ترشوئی دکھاتا ہے۔ اس کے بعد مجسٹریٹ صاحب اپنے فیصلہ میں اس معاملہ کو نہایت بے حقیقت اور ناقابلِ توجہ قرار دیتے ہیں۔ ہم صرف ایک سوال کرتے ہیں اگر اس موقع پر خود منظم علی خاں صاحب کی جگہ وارڈ صاحب اور وارڈ صاحب کی جگہ منظم علی خاں صاحب ہوتے پھر جو بد دماغی وارڈ صاحب نے دکھائی وہ منظم علی خاں دکھاتے تو صاحب مجسٹریٹ کی عدالت اس حالت میں کیا فیصلہ صادر کرتی۔ یا اگر کسی مجمع عام میں ایک ناواقف آدمی خود جناب کلکٹر صاحب کے شانے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالتا تو اقتدار حکومت کے دیوتا کیا کہتے . . .

پس اہلِ مراد آباد کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ محض مسٹر منظم علی خاں کی ذات سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ تمام ہندوستانیوں کے دامنِ غیرت پر ایک دھبہ ہے جو اگر نہ مٹایا گیا تو ہم کہیں گے کہ ہر غیرت مند شخص کو جو مراد آباد کا رہنے والا ہو اپنے وطن کے نام سے شرم آئے گی۔"

(۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء)

(ایک اور اسی طرح کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ردِ عمل کے طور پر وہ انتہائی تلخ انداز میں لکھتے ہیں:)

"تم سب بے ایمان ہو

کھلنا کے ڈسٹرکٹ جج مسٹر اسٹریٹ نے ہائی اسکول کے جلسہ تقسیم انعامات میں تقریر فرماتے ہوئے ملک معظم کی ہندوستانی رعایا کے متعلق حسب ذیل خیالات فرمائے:

"ہندوستانیوں اور خصوصاً بنگالیوں میں ایک ایماندار آدمی کا ملنا بھی بہت مشکل ہے۔ اگر زمیندار کو ایک نائب کی ضرورت ہو تو مجھے ایماندار کلرک نہیں مل سکتا۔"

اگر یہ سچ ہے کہ جناب جج صاحب بہادر کے زریں خیالات یہی ہیں جو بیان ہوئے ہیں تو پھر اس قدر بے ایمان آدمیوں کے ملک میں صاحب بہادر کو رہنا نہ چاہیئے۔ ملک کے گناہ گار بندوں کی اصلاح کا کام بہت مشکل ہے، مناسب ہے کہ للہ اپنے اوقات عزیز کو اپنے وطن اور اپنی قوم کی خدمت میں صرف فرمائیں اور فرانس چلے جائیں۔ ہم بے ایمانوں کی جیب سے ان کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کا لینے والا کوئی اور آجائے گا۔" (۹ مئی ۱۹۱۸ء)

(یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حاکم و محکوم کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل تھی۔ ادنیٰ سے ادنیٰ غیر ملکی گورا حاکم

اپنے کو شاہ برطانیہ کا قائم مقام اور نمائندہ تصور کرتا تھا۔ اور حاکم ضلع یعنی کلکٹر صاحب بہادر کی حیثیت تو کسی طور پر آج کے ڈکٹیٹروں سے کم نہیں تھی۔ "جمہور" کے مندرجہ ذیل اداریے میں حاکم و محکوم کے اسی امتیاز کو نوجوان صحافی نے بڑی جرات و جسارت سے واضح کیا ہے:)

"ہندوستانی کلکٹر کا عہدہ بھی عجیب و غریب ہے اور پھر ان کے مطلق العنانہ اختیارات سب سے زیادہ محیر العقول ہیں۔ ایک کلکٹر مسٹر مالکم تھے جنھوں نے بے گناہوں پر کانپور میں گولیاں چلائیں۔ ایک کلکٹر مسٹر ایل۔ ایم اسٹبس ہیں جنھوں نے بجنور کے بنیوں کو گالیاں سنائیں۔ ایک کلکٹر الموڑہ کا مجسٹریٹ ہے جس نے بلا وجہ ایک مالک اخبار کو مجبور کیا کہ وہ ڈیکلریشن کی منسوخی کی درخواست تحریر کرے اور چشم بددور کلکٹر ضلع فیروزآباد کے حاکم ہیں۔۔۔۔"

(۵ جون ۱۹۱۸ء)

(حسرت موہانی کو جب قید سے رہائی کے بعد حکم نظربندی ملا تو وہ میرٹھ میں مقیم تھے۔ قاضی صاحب نے ان سے ملنے کے لیے بطور احتیاط میرٹھ کے کلکٹر سے اجازت طلب کی اپنے جوابی خط میں کلکٹر موصوف نے خلاف تہذیب ان کے نام کے ساتھ مسٹر یا اسکوائر کچھ نہیں لکھا۔ ایک طرح سے خبردار کرنے کے انداز میں اس خط کا ذکر کرتے ہوئے ایک اداریے میں تحریر کرتے ہیں:)

"حاکمانہ بددماغی کا ایک ادنیٰ نمونہ

میں کلکتہ سے میرٹھ آیا ہوں تاکہ مولانا حسرت سے ملاقات کروں۔ اس قدر طویل سفر کرنے کے بعد اس طرح سے واپس کر دیا جانا میرے لیے نہایت غیر خوشگوار ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو ایسے اختیارات تمیزی حاصل ہیں جو آپ کو بالکل خودمختار کر دیتے ہیں اور اس لیے آپ حالات پر غور کیے بغیر مجھے اجازت دینے سے انکار کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں صورت حال یہی ہے اور ہم کو ایسی ہی حالت میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ تاہم یہ امید تو کچھ بیجا نہ تھی کہ جو کچھ بھی ہو جواب تو ضرور دیا جائے گا۔ مگر اخلاق کی کمی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے میں اس معاملہ سے قطع نظر نہیں کر سکتا۔ میں مولانا حسرت موہانی سے مل سکوں یا نہ مل سکوں، مگر میں آپ سے جواب ضرور حاصل کروں گا۔ تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے۔

کلکٹر صاحب میرٹھ نے میرے ساتھ جس قسم کا برتاؤ کیا اس کی تفصیل اس خط سے ظاہر ہو گی جس کی نقل آج کی اشاعت میں درج کی جاتی ہے۔ یہ خط درحقیقت خلاصہ ہے اس تمام خط و کتابت کا جو مجھ سے اور کلکٹر میرٹھ سے ہوئی ان کا غیر معقول طرز عمل ایک ادنیٰ نمونہ ہے اس حاکمانہ اقتدار پسندی کا

جو ہندوستان میں حصولِ سروس کا تمغۂ امتیاز ہے۔ یہ ظالمانہ اور جابرانہ طرزِ عمل ہر قدم پر ہم کو یاد دلاتا ہے کہ ملکِ معظم کی ہندوستانی رعایا کو حصولِ سروس نے کس طرح ٹھکرا ٹھکرا کر غلام بنایا ہے۔ ہماری زندگی کے یہ معمولی واقعات ہیں جو ہر خوددار ہندوستانی کے دل پر اپنا نقش چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ نقش وہ ہیں جن کو ریفارم اسکیم کا اچھے سے اچھا کھلونا بھی نہیں مٹا سکتا۔ تلک مہاراج کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ سلطنتِ برطانیہ کو بنگال کے انارکسٹ کا بم ہرگز وہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جو ان کے ہم خیال حکام کا غیر دانشمندانہ غرور حکومت کو پہنچا سکتا ہے۔ تلک مہاراج کے نام اپنے آخری خط کی نقل ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں:

"میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا دفتر اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ میرا نام تمیز کے ساتھ لکھے شاید ایک معمولی اخبار نویس (جو ایک نہایت مشتبہ مخلوق ہے) کے نام کے ساتھ "مسٹر" کا لکھنا بھی حاکمانہ شان کے منافی سمجھا گیا ہے بہرحال مجھے کوئی شکایت نہیں میں جانتا ہوں کہ سلطنتِ برطانیہ میں میرا مرتبہ ایسا نہیں کہ مجھے شکایت کرنے کا حق حاصل ہو۔" (۱۱ اگست ۱۹۱۸ء)

(حاکم و محکوم کا فرق معاملات روزمرہ میں ہی نہیں بلکہ جرم و سزا کے معاملات میں بھی نمایاں تھا۔ سامراجی استحصال کے خلاف آواز بلند کرنے والے جانباز حریت پسندوں کو جن صعوبتوں کا سامنا ہوتا تھا وہ تہذیب و انسانیت کے دامن پر ہمیشہ ایک دھبہ رہے گا۔ ہندوستانی قیدیوں کے ساتھ اسی امتیازی سلوک کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے وہ مہذب برطانوی حکومت کی تنگ نظری کا مضحکہ اڑاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:)

"کالا پانی: سیاسی قیدیوں کی مصیبت":

ع 'مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب'

یہ ایک انگریزی شعر کا مصرع ہے جو انگلستان کے فصیح البیان شہرۂ آفاق شاعر مسٹر کپلنگ کی زبان سے نکلا تھا۔ نہیں معلوم وہ کیسی ساعت تھی جس وقت یہ مصرع کپلنگ کی زبان پر آیا اور نہیں خبر وہ کیا جذبات تھے جن میں ہیجان ہوا اور اس ہیجان کا ترشح ان الفاظ میں ہوا کہ کپلنگ کی زبان سے نکلے اور ایک غیر فانی حقیقتِ ثانیہ کی طرح صفحۂ عالم پر منقش ہو گئے۔

جرم خواہ کسی قطعۂ اراضی پر کیا جائے لیکن ہر حال میں وہ جرم ہے۔ اور اس کی سزا بھی ایک ہی ہونی چاہیے۔ پھر مجرموں کے ساتھ سلوک بھی یکساں ہونا چاہیے۔ یہی سبب ہے کہ توراۃ کا قانون تمام دنیا کے لیے ایک تھا۔ جب خدا کے عاجز بندے خدا بن بیٹھے اور اسی کی کتاب میں تحریف کر دی تو پھر قرآن کریم نازل ہوا اور اس نے بھی تمام کرۂ ارض کی تمام قوموں کے لیے ایک ہی قانون اور ایک ہی سزا مقرر کی کہ عدل و انصاف کا اقتضا یہی ہے۔

مگر کپلنگ کی روح کو خوش ہونا چاہیے کہ مغرب نے اس کے مقدر کی تصدیق کے لیے قانونِ عدل و انصاف کو بدل دیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ وہ قانونِ سزا میں بھی اپنے شاعر کے قول سے ہرگز منحرف نہیں ہو سکتی۔

"مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب، اور یہ دونوں کبھی نہ ملیں گے۔"

(۲ جون ۱۹۱۸ء)

ملّتِ خوابیدہ

(مرحوم قاضی عبد الغفار اپنے سینے میں ایک حساس دل رکھتے تھے۔ ملت کی غفلت شعاری پر ان کے دل میں بھی وہی تڑپ تھی جس کے تحت اس سے پہلے حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا تھا ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے ۔۔۔ کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ملت میں یہی اضطرابی کیفیت پیدا ہو جائے اس کے لیے قاضی صاحب "جمہور" کے صفحات میں مختلف انداز میں اسے جھنجھوڑتے رہتے تھے۔ کبھی وہ انھیں اپنے اسلاف کے وقار و تدبر کی یاد دلاتے، کبھی ترکی و مصر کی اقوام کی بیداری کا احساس دلا کر انکی غیرت کو جھنجھوڑتے، مثلاً مندرجہ ذیل اداریے میں وہ اپنے قومی رہنماؤں کے شاکی ہیں:)

"نظر بندانِ اسلام اور اُن کی قوم"

دورِ حاضر میں کسی قوم پر جذبات کو زندہ کرنے والی اس قدر مصیبتیں نہیں پڑیں جتنی کہ مسلمانانِ ہند کے سر پر پڑی ہیں۔ زمانے نے کسی قوم کو ٹھوکریں مار کر جگانے کی اتنی کوشش نہیں کی جتنی کہ ان مسلمانوں کو جگانے کی کی ہے۔ وہ طوفان جو مردہ قوموں کو زندہ کر دیتے ہیں مسلمانوں کے سر پر آئے، گرجے اور گذر گئے۔ وہ حوادثِ عالم جو سوئی ہوئی قوموں کی آنکھیں کھول دیتے ہیں مسلمانوں پر ٹوٹے مگر ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ ہر اس امتحان میں جس میں خدا نے ان کو ڈالا، یہ خدا کے بندے ناکام۔ جتنی دفعہ ان کو کسوٹی پر کسا گیا کھوٹے ثابت ہوئے۔ یہ حقیقتیں بہت تلخ ہیں۔ لیکن ہماری طرح جس شخص نے پچھلے تین سال کے واقعات کو دیکھا ہو گا وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانانِ ہند نے اپنے وقارِ قومی کو خود اپنی اور اپنے لیڈروں کی غفلت کی بدولت کھویا ہے۔ کسی غیر کی شکایت کرنا فضول ہے۔"

۱۳ جنوری ۱۹۱۸ء

(مسز اینی بیسنٹ نظر بند ہوئیں اور محض دس ماہ کے اندر رہا ہو گئیں جو اہلِ وطن خصوصاً سر امنی ایر کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ ان کی مثال سے بھی فرزندانِ اسلام نے کوئی سبق نہیں لیا اور اپنے نظر بندوں کے معاملے میں معمولی قربانیوں سے بھی گریز کیا۔ اسی تلخ حقیقت کا مفصل تذکرہ کرتے ہوئے قاضی صاحب نے اپنے ہم قوموں کی غیرت و حمیت کو جگانے کی کوشش کی:)

"اب عمل کہاں ہے: سر سبرامنی آئر اور خطاب کی واپسی:۔" اس مقصد موم زدہ

کے حاصل کرنے میں میرا انعام میری آزادی اور میری ہر وہ شے جو میری ہے وہ قربان ہونی چاہیئے۔ اور میں اُسے بخوشی قربان کر دوں گا۔ میری زندگی کے اس دور میں اس زمین کے اوپر تمام دنیوی خواہشات پوری ہو چکی ہیں لہٰذا میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہوم رول حاصل کرنے میں اس سے زیادہ شاندار تقدیر نہیں ہو سکتی کہ میں حکام کے ظلم کا نشانہ بنایا جاؤں۔"

یہ اعلان ۱۵ جون کو مدراس سے شائع ہوا تھا۔ لیکن ابھی ۵ دن گذرے تھے کہ ۲۰ جون کے مدراسی تار نے یہ بتایا کہ سر سبرامنی آئر نے جو کچھ کہا تھا کر کے دکھا دیا۔ وہ بدنصیب مسلمانوں کی جماعت کے فرد نہ تھے کہ ان کا عزم قول کے دائرے میں محدود ہو جاتا۔ یعنی دعوٰی اس لیے نہیں کیا گیا تھا کہ فضا ہوا میں تموج پیدا کرے اور گم ہو جائے۔ بلکہ اس لیے کیا گیا تھا کہ عمل کے فرشتے آئیں اور مستقبل ہند کی پیشانی پر روشن حروف میں لکھ دیں۔

"وطن عزیز میں جس شخص نے سب سے اول دنیوی اعزاز کو قربان کیا وہ سر سبرامنی آئر ہے"

چنانچہ ۲۰ جون کا مدراس کا تار مظہر ہے کہ سر سبرامنی آئر نے چیف سکریٹری گورنمنٹ مدراس کے نام یہ خط لکھا ہے کہ "مسٹر ماہ صاحب مانٹیگو صاحب نے میرے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا سبب میرے خطابات بھی ہیں لہٰذا میں اپنے خطابات سے دست بردار ہوتا ہوں۔ آئندہ مجھے کے۔ سی۔ ایس۔ آئی یا سر یا دیوان بہادر نہ لکھا جائے کیونکہ میں اپنے خوددار جذبہ کو ان خطابات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھ سکتا۔ سرکاری یا اور جن لوگوں کے خطوط ان خطابات کے پتہ سے میرے پاس آئیں گے میں انھیں واپس کر دوں گا۔"

اے فرزندان اسلام تم اس واقعہ کے اول و آخر اور اس کی تمام درمیانی کڑیوں پر نظر ڈالو اور پھر غور کرو کہ ایک مسز بیسنٹ اور ان کے دو رفقا کی نظربندی کی وجہ سے ایک سر سبرامنی آئر نے کیا کیا اور اسی کے ساتھ پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ ہفت کروڑ نفوس ملت اپنے نظربندوں کے متعلق کیا کر رہے ہیں۔ عوام سے زیادہ لیڈران قوم کو اپنے سیاہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے۔ اگر برادران وطن سر سبرامنی آئر پر فخر کر سکتے ہیں تو کیا بدنصیب مسلمان ان بے غیرت لیڈروں پر فخر کریں جو غریب حسرت کے متعلق ایک حرف کہنے کے لیے آمادہ نہیں۔"

(۲۵ جون ۱۹۱۸ء)

(مولانا) حسرت کے قید و بند کے دوران بحیثیت مجموعی قوم نے جس بے حسی کا ثبوت دیا، قاضی صاحب پر اس کا گہرا اثر تھا جس کا اظہار انھوں نے متعدد موقعوں پر کیا ہے۔ میرٹھ جیل سے باہر آنے پر جب حسرت نے احکام نظربندی کو ماننے سے انکار کر دیا اور مشکلات کی پھر وہی صورت حال پیش آئی جو قید سے پہلے تھی تو قاضی صاحب نے ایک بار پھر خوابیدہ قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی:-

"مولانا حسرت موہانی"

بلاکشانِ محبت میں کون ہے جس نے حسرت موہانی سے زیادہ اپنے ایمان کی قیمت ادا کی ہو، جس نے حسرت سے زیادہ مصائب برداشت کیے ہوں، جس نے حق و صداقت کے لیے حسرت سے زیادہ قربانیاں گوارا کی ہوں۔ الہ آباد، فیض آباد اور میرٹھ کے جیل خانوں میں دو سال کی سزائے قید برداشت کرنا اور اپنی قوم کے سامنے قوت ایمانی کا ایک مثالی نمونہ پیش کرنے کے بعد ۲۲ مئی کو یعنی پرسوں جیل خانہ سے باہر آنے والے تھے۔ انھوں نے دکھا دیا کہ حریت اور عصبیت اس کا نام ہے۔ جب تک ہندوستان کے مسلمان دنیا میں موجود ہیں حسرت کے درخشاں نقش پا ان کے لیے چراغ ہدایت ہوں گے۔ وہ پہاڑ ایک پتھر کی چٹان ہو کر ناانصافی کے مقابلہ میں کھڑا ہے اور اپنے ایمان کے لیے اس نے وہ باتیں خوشی برداشت کیں جن کے سامنے بڑے بڑے ابرار کے قدم نہیں جمتے۔ ابھی عہد امتحان و آزمائش باقی ہے اور اندیشہ ہے کہ میعاد قید کے ختم ہوتے ہی ان کے نظر بندی کے احکام جاری کیے جائیں گے لیکن جیسا کہ وہ صاف طور پر ظاہر کر چکے ہیں اپنے اسی اصول کی بنا پر ایک سچا مسلمان غیر منصفانہ قوانین کی پابندی نہیں کر سکتا۔ پھر احکام نظر بندی کی خلاف ورزی کریں گے اور اگر صوبہ جات متحدہ کی حکومت بھول اپنی ضد پر اڑی رہی تو غالباً مقدمہ چلایا جائے گا اس دفعہ پہلے سے مقدمہ کے لیے تیاریاں کی جا رہی ہیں اور ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی کہ سنٹرل بیورو نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے۔

حسرت کے ایمان کی آزمائش تو کافی سے زیادہ ہو چکی اب حسرت کے ہم قوموں کی آزمائش کا وقت ہے۔ حسرت نے جو کچھ کیا اپنے خدا اور اپنے ضمیر کے لیے کیا۔ اسی طرح حسرت کے ہم قوموں کو بھی جو کچھ کرنا چاہیے اپنے خدا، اپنے ایمان اور ساری قوم کی عزت کو پیش نظر رکھ کر کرنا چاہیے۔"

(۲۲ مئی ۱۹۱۸ء)

(اسی سلسلے میں بیگم حسرت کے ایک خط کے تذکرے میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:)

"گو ممدوحہ کا یہ خط پرائیویٹ ہے اور ہمیں حق حاصل نہ تھا کہ ہم اس کے کسی حصہ کو شائع کرتے مگر حسرت کے ہم قوموں کے لیے اس کے اندر جو پیام عبرت موجود ہے، ان تک پہنچا دینے کیلئے ہم نے یہ بے ضابطگی بھی گوارا کی۔

"بقول ہمارے نامہ نگار کے مسٹر حسن امام اور آنریبل مسٹر سمیع اللہ بیگ کی رائے یہ ہے کہ حسرت قانون تحفظ ہند کی خلاف ورزی نہ کریں۔ مسٹر حسن امام کا تو ذکر ہی فضول ہے لیکن مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب کو ہم ایک سمجھدار محب قوم سمجھتے ہیں۔ آیئے ہم صاحب ممدوح سے صرف اسی قدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کے خیال میں مسٹر گاندھی کا طرز عمل قابل اعتراض ہے؟ کیا حق کے لیے جھگڑنے کا یہ طریقہ کسی حیثیت سے نامناسب ہے؟

ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ گاندھی جی ایک ایسی قوم کے فرد ہیں جو زندہ ہے اور حسرت ایک ایسی قوم کے اندر پیدا ہوئے جو عزت و عظمت کے ساتھ ہی اپنی عصبیت اور عزت بھی کھو بیٹھی۔ آخر بے حسی اور غفلت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ سوتی ہوئی قومیں بھی جاگا کرتی ہیں اور جب جاگتی ہیں تو پھر ان کا پہلا قدم اپنے حقوق اور انصاف کے مطالبہ کی طرف بڑھتا ہے۔ اسی بیداری کا نام زندگی اور اسی زندگی کا مفہوم بیداری ہے۔"

(۲۹ مئی ۱۹۱۸ء)

(قاضی صاحب علی گڑھ تحریک سے اختلاف رکھتے تھے اور قدامت پرستوں کے نظریات و عقائد کو قومی مفاد کے منافی سمجھتے تھے۔ مندرجہ ذیل اداریہ ان کے خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے:)

"قوم کی امانت اور علی گڈھ کے مفسدہ پرداز

"بلا شبہ اب وقت آ گیا ہے کہ عام مسلمان قوم پرست ایک دفعہ پوری طاقت کے ساتھ ان مکڑی کے جالوں کو توڑ ڈالیں جو علی گڈھ کے ہر گوشہ میں نظر آتے ہیں۔ علی گڈھ کی قیمتی امانت ان لوگوں کے پاس ہرگز نہ رہنی چاہیے، جو نہ صرف اپنی قوم کی تعلیمی ضروریات سے نا آشنا ہیں بلکہ ذاتی اغراض پر قوم کے اعلیٰ ترین مقاصد کو قربان کرنا ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہے۔ ہم سنتے ہیں کہ علی گڈھ کے بعض قدامت پسند اس لیے نواب اسحاق خاں صاحب کی مخالفت پر کمربستہ ہیں کہ نواب صاحب بتدریج طلبا اور قوم کی نئی نسل کے درمیان بہت زیادہ ہر دل عزیز ہوتے جاتے ہیں۔ یہ معاملہ نواب اسحاق خاں صاحب کی ذات کا معاملہ نہیں ہے بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ مستقبل قریب میں قدامت پسند اور احرار کے درمیان ایک سخت تصادم اور دونوں کے مذاہب کا ایک سخت مقابلہ ہو کر رہے گا۔ پس یہ بحث ذاتیات کے حدود سے نکل کر اب اصول بحث بن گئی ہے۔ اور اگر اس فتنہ و فساد کا دروازہ علیگڈھ میں کھولا جاتا ہے تو ہم سب کو پوری طاقت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اور ارادہ کر لینا چاہیے کہ اس دفعہ جو فیصلہ بھی ہوگا وہ قطعی اور آخری ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ قوم فروشوں کے ساتھ ہمیشہ ایک بہت بڑی طاقت ہوتی ہے، جو پردوں کے پیچھے سے ڈوریاں کھینچا کرتی ہے۔ لیکن ہم کو کسی طاقت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے، اور علی گڈھ کو اس خطرہ سے کسی نہ کسی طرح بچانا چاہیے۔ جو ان قدامت پسندوں کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔"

(۲۱ جنوری ۱۹۱۸ء)

("جمہور" مسلم لیگ کی حکمت عملی سے بنیادی اختلاف رکھتا تھا۔ "مسلمانوں کی ملکی سیاست" نہ صرف قاضی صاحب کے سیاسی افکار کی ترجمان ہے، بلکہ صحافت، ادب، انشاپردازی کا وہ حسین امتزاج ہے جو "جمہور" کے اداریوں کی جان ہوا کرتا تھا۔)

"**مسلمانوں کی ملکۂ سیاست**" مسلم لیگ اسلامی ہند کی ملکۂ سیاست ہے کیونکہ قیصرِ سانِ ملکۂ ارض میں جو صفات ہونی چاہئیں وہ سب لکھنؤ کی اس مسند نشین شہزادی میں موجود ہیں بھر وجہ کیا ہے کہ اسے ملکۂ سیاست کے شاندار لقب سے یاد نہ کریں۔ اس میں شاہانہ بے نیازی ہے نازک مزاج شہزادیوں کی طرح تغافل شعاری ہے۔ وہ ایک باتمکنت پردہ نشین کی طرح منظرِ عام پر آتے ہوئے جھجکتی ہے۔ میدانِ عمل میں قدم رکھنے سے ہمیشہ اسے اجتناب و احتراز رہا ہے۔ ہزارہا امیدواروں کی صدائیں اس کے آستانۂ بے نیازی سے ٹکراتے ہیں اور جب تک اس ملکۂ نازک کی فینس کو دس بیس غلام کاندھا نہ دیں وہ لکھنؤ سے دو چار قدم چل کر بھی کہیں نہیں جا سکتی۔ مسٹر مانٹیگو کی تجاویزِ اصلاحات پر غور کرنے کے لیے کانگریس کے مخصوص اجلاس کا اعلان ہو گیا ہے لیکن مسلمانوں کی ملکۂ سیاست کو ابھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حالانکہ زمانۂ حاضرہ میں اسلامی سیاست کا مسئلہ نازک سے نازک تر ہوتا جاتا ہے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جس قدر کسی کے فرائض زیادہ نازک ہوتے ہیں اسی قدر اس کا میدانِ عمل زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اور جد و جہد کی حاجت زیادہ پڑتی ہے۔ لیکن ایک زمانے سے قومِ مسلم کی قسمت کی طرح اس کی ہر صفت پلٹ گئی ہے۔ ہندی مسلمانوں کی ملکۂ سیاست کی حالت بھی علم و عمل میں یکسر برعکس ہے۔ یعنی وہ نطق کے وقت ساکت اور سکوت کے وقت گویا ہوتی ہے۔ عمل کے وقت عزل اور عزل و تکمیل کے وقت عمل اس کا شیوہ ہے۔"

(۱۸ جون ۱۹۱۸ء)

(۱۰ جولائی کے "جمہور" میں شائع شدہ اُم الاحرار کے ایک حکیمانہ مکتوب پر تبصرہ عوام کی اسی غفلت اور بے حسی کا ماتم ہے جسے وہ ہر حال میں سرگرمِ عمل دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُم الاحرار کے ایک مکتوب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں)

"**اُم الاحرار کا مکتوب:** ہم میں اعلیٰ اور اوسط طبقہ کی حالت نہایت خراب ہے۔ عوام کے اخلاص کی اب بھی یہ کیفیت ہے کہ ان سے جو چاہے کام لیجیے" وہ ہر وقت تیار ہیں، مگر مصیبت یہ ہے کہ کوئی کام کو دیکھنے والا نہیں اور راہ بتانے والا نہیں۔ ان کی قوتِ عمل اور عزائمِ استقلال بھی ضائع جا رہا ہے۔

"فی الحقیقت جو موت نما سکوت عالمِ اسلامی پر چھایا ہوا ہے وہ چشمِ بصیرت کے لیے انتہائی ہولناک ہے۔ خواص پہلے سے سرد تھے اور اب اوسط و ادنیٰ طبقہ کے لوگ بھی سرد ہوتے جاتے ہیں اور اس میں شک بھی کیا ہے جب فوج کے سپہ سالاروں پر موت چھا رہی ہے تو اس تباہی سے فوج کیونکر بچ سکتی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ کرنا بھی چھوڑ دیں بلکہ ہجومِ غم زیادہ ہو اور ماتم کرنے والے ہاتھ کم تو پھر ماتم گسار دونا

کام اور بڑھ جانا چاہیے۔"

(۱۸ جولائی ۱۹۱۸ء)

("درسِ عمل" کے عنوان سے اپنے ایک اداریے میں قاضی صاحب اپنے ہم وطنوں کو درس دے رہے ہیں کہ صرف عمل وجدوجہد ہی قوموں کو کامران و بامراد بناتے ہیں، جو اقوام محض اقوال اور اصولوں پر ناز کرتی ہیں یا پھر ہمیشہ آہ و فغاں میں مصروف رہتی ہیں، وہ فنا ہو جاتی ہیں اور جو قومیں کبھی دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکمران تھیں، وہ محض راحت و آسانی اور عمل جدوجہد کے فقدان کے باعث دیکھتے ہی دیکھتے محکوم بن گئیں:)

"درسِ عمل: دنیا میں کامیابی زبان کی آہ و فغاں پر موقوف نہیں بلکہ دستِ عمل کی طاقت پر موقوف ہے۔ راستہ اگر طے کرنا ہے تو عمل کا قدم بڑھاؤ، منزل مقصود پر اگر پہنچنا ہے تو سفر کی صعوبتیں طے کرو۔ بامِ عزت و رفعت پر چڑھنا مقصود ہے تو درمیانی سیڑھیوں پر چڑھنے کی تکلیف گوارہ کرو۔ اگر ساحل پر پہنچنا منظور ہے تو پہلے راحت و آسائش کے جہاز کو سمندر میں ڈال دو ورنہ نا ممکن ہے کہ آنکھ سے آنسو نہ بہے اور دامن تر ہو جائے، خون کا ایک قطرہ نہ گرے اور شہید کا لقب مل جائے، سمندر سے جہاز نہ گذرے اور ساحل پر پہنچ جائے، دل میں عمل کا ولولہ پیدا نہ ہو اور کامیابی نصیب ہو جائے۔ ہمتوں میں جوش نہ ہو اور پھر عزم پورا ہو جائے، یہاں تک کہ سینے سے درد و کرب کی صدا تک نہ اٹھے اور لوگ متاثر ہو جائیں خصوصاً جبکہ ایک غفلت شعار حکومت نے تمہاری طرف سے کانوں میں روئی ٹھونس لی ہے اور راہِ مقصود میں ایک پہاڑ کھڑا کر دیا ہے۔ پس اس پہاڑ کو اگر جنبش میں لانا چاہتے ہو تو دستِ عمل میں زلزلے کی قوت پیدا کرو۔"

(۴ جولائی ۱۹۱۸ء)

(قاضی صاحب گاندھی جی کو مجسم پیکرِ عمل اور ہندو مسلم اتحاد کا علمبردار گردانتے تھے اور جمہور کے ذریعے مسلمان رہنماؤں کو ان کی اتباع کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ مثلاً چمپارن کی فتح کو ایک آئینی فتح سے تعبیر کرتے ہوئے ایک اداریے میں تحریر کرتے ہیں:)

"ایک آئینی فتح: جب مسٹر گاندھی جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی دعائیں لے کر ہندوستان تشریف لائے تو شہرت کا ایک تاج ان کے سر پر تھا جس کی ضیاء کو دنیا کی کوئی طاقت کم نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنی عمر کا بہترین حصہ جنوبی افریقہ کے گوروں کے مظالم برداشت کرنے اور ان کے خلاف آئینی جدوجہد میں صرف کر چکے تھے۔ وہ اپنی عمر بھر کی کمائی، اپنی زندگی کے بہترین مواقع وقت کی قربان گاہ پر پیش کر چکے ہیں، اور ان کا ماحصل زندگی آئینی جدوجہد کا ایک مجرب نسخہ تھا جس سے ہندوستان کے کام کرنے والے اچھی طرح آشنا تھے۔ مسٹر گاندھی

تشریف لائے اور ان کو اپنے طریقہ پر کام کرنے کا پہلا موقع چمپارن میں ملا جہاں نیل کے یورپین کاشتکاروں نے زراعت پیشہ آبادی کو اپنی زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ لوگ گاندھی کا نام سن چکے تھے، اور جس وقت انھوں نے پہلی دفعہ چمپارن میں قدم رکھا تو ہندوستان انگلو انڈین نقاروں کی آواز سے گونج اٹھا۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ چمپارن میں بغاوت پھیلانے آگئے ہیں اور خود حکومت کے عمال نے ان کے خلاف قانون استعمال کرنا چاہا۔ لیکن جب گورنمنٹ نے دیکھا کہ گاندھی جیل خانے جانے کے لیے تیار ہیں تو اس کے عمال کی آنکھیں کھلیں، اور معلوم ہوا کہ یہ گاڑھے کا انگرکھا پہننے والا ننگے پاؤں پھرنے والا بظاہر کم حیثیت شخص فولاد کی طرح سخت اور پہاڑ کی طرح ثابت قدم ہے۔ گورنمنٹ بہار قابل مبارک باد ہے کہ اس نے صورت حال کو زیادہ خراب نہ ہونے دیا، اور بگڑنے سے پہلے بات بنالی۔ گو اس کو دشمنان ہندوستان کے طعنے سننے پڑے لیکن اپنے فیصلہ پر قائم رہی، اور بالآخر ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا جس کے تقرر نے ان یورپین کاشتکاران نیل کے تن بدن میں آگ لگادی جو ایک زمانہ سے ہندوستان کا گوشت پوست کھا رہے ہیں۔ ہندوستان کی دولت کو جیبوں میں بھر کر اہل ہند کے احسانوں کو بھول کر ان کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔

قصبۂ چمپارن کے ان نتائج پر غور کرنا چاہیے۔ اگر مسلمانوں کے ہر ذہنی معاملہ کو اسی معیار پر پرکھا جائے تو ہر جگہ ایک ہی چیز کی کمی نظر آئے گی یہ وہ چیز ہے جو مسٹر گاندھی کی کامیابی کا راز ہے یعنی 'عزم'۔"

(۱۵ مارچ ۱۹۱۸ء)

(ایک اور جگہ مسلمان رہنماؤں کو گاندھی جی سے سبق لینے کی تلقین کرتے ہوئے قاضی صاحب رقم طراز ہیں:)

"اگر مہاتما گاندھی سمندر کے پار نٹال نہ جاتے اور جنوبی افریقہ کے زندان کی کوٹھریاں نہ بھیجتے تو جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں سے اس لعنت کے دور کرنے کی طرف توجہ کسی کو بھی نہ ہوتی جو ان کے سروں پر بلا بن کر سوار ہے۔ اگر وہ چمپارن کی سختیاں نہ برداشت کرتے تو بے زبان مزدوروں کو انگریز مزارعین کے پنجۂ ظلم سے کیونکر نجات مل سکتی تھی۔ ۔ ۔ اگر یہ دنیائے عمل کا قائد اعظم چار روز کا فاقہ نہ کھینچتا تو مزدوران احمد آباد کو فاقوں سے کس طرح نجات ملتی۔ غرض چشم ہائے بصیرت و ماشح ہائے شنوا اور قلوب اثر پذیر کے لیے ایک مہاتما گاندھی کا وجود کافی ہے کہ اس سے قول و عمل کے فرق کو معلوم کر لیا جائے اور زبان اور شور و غوغا اور بازور عمل کے ناموس اور زور کے امتیاز کو اچھی طرح پہچان لیا جائے۔ اے دنیائے اسلام کے مسکین لیڈرو! تمہارے لیے اگر اسلامی عبرت کدہ بے اثر پڑ گیا ہے تو کم از کم مہاتما گاندھی کے طرز عمل کو دیکھو۔" (۹ جون ۱۹۱۸ء)

(اپنی مختصر سی مدتِ اشاعت میں "جمہور" کی پالیسی تحریکِ آزادی میں ہر ممکن معاونت تھی۔ قومی یکجہتی اور کانگریس کو زیادہ با اثر بنانے کی خاطر مسلمانوں کو اس میں شرکت کی دعوت، مسلمان و ہندوؤں کو قومی آزادی کی خاطر شانہ بشانہ چلنے کی تلقین اور میدانِ عمل میں مسلمانوں کو ہندوؤں سے عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرنا "جمہور" کے اداریوں کا خاص مواد تھے مثلاً ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں ایک اداریے میں وہ لکھتے ہیں:)

"جمہور" ہندو مسلمانوں کے متعلق جزئیات کی بحث بہت کم چھیڑتا ہے۔ وہ ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت کے پیدا ہونے کا نہ صرف مؤید بلکہ متمنی ہے۔ ہمارا طرزِ عمل ان لوگوں سے بالکل مختلف ہے جو ایک رائی کا پہاڑ بنا کر نا اہل مسلمانوں کے اندر ہمسایہ قوم کے خلاف اشتعال پیدا کر کے اپنا بازار گرم کر لیتے ہیں۔ بحمد اللہ کہ اب تک ان ادنیٰ تعصبات سے ہمارا دامن پاک ہے اور ان تمام طوفانوں میں جو اکثر ہندو مسلمان کے درمیان اُٹھتے ہیں اور اُٹھائے جاتے ہیں، ہمارا لنگر اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ہم نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ زمانے کی ضرورتیں باوجود اختلافاتِ خیال اور اختلافاتِ مذہب دونوں قوموں کو ایک روز متحد کر کے چھوڑیں گی اور کوئی طاقت اس اتحاد کو جو مصیبت کے وقت قائم ہوا ہو نہیں توڑ سکتی۔"

(۳ جون ۱۹۱۸ء)

(برطانوی حکمتِ عملی نے پہلی جنگِ عظیم کے دوران یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ جرمن حملے کے معنی ترکی یا اسلامی خطرہ ہے، کیونکہ ترک ایران و افغانستان سے گذر کر ہندوستان کو دھمکی دیں گے اور یوں سب سے زیادہ اسلامی آبادی کا گھرانہ "ملکِ ہند" تمام اسلامی ممالک کے ساتھ متحد و متفق ہو جائے گا۔ ان تمام فرضی و امکانی خیالات کی تردید کرتے ہوئے ایک اداریے "امتحان کا وقت" میں قاضی صاحب ہندو و مسلمان دونوں کو خبردار کرتے ہیں:)

"ایک امتحان جو ہندوستان اور باشندگانِ ہندوستان مسلم و ہندو دو طبقوں کے درمیان ڈال دیا گیا ہے اور گویا ایک ہی جسم کے دو بازو معرکۂ امتحان میں چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اگر اس وقت ان دونوں بازوؤں کی حرکت و جنبش ذرا بھی مخالف سمت میں ہوئی تو خطرہ ہے کہ وطنِ پاک کے جسمِ مقدس سے یہ دونوں بازو کٹ کر گر جائیں۔ اور ہمارے مسکین وطن کا لاشہ خود بخود تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے کہ مردہ خوار اغیار اس کا گوشت نوچیں اور کھائیں، تاکہ دائمی حسرت و نامرادی ماتم کرے اور ہماری ملکی آرزوئیں اس روح فرسا آخری صدا پہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائیں کہ: ؎

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔"

(۶ جون ۱۹۱۸ء)

(مدیر جمہور پان اسلازم کے حامی ہونے کے ساتھ ساتھ سچے عوام پرست بھی تھے۔ جمہور کے صفحات کے ذریعے قومی یکجہتی کی خاطر جہاں انھوں نے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اشتراک عمل کی دعوت دی وہاں ان کا آزاد قلم ہندوؤں کے مخصوص طبقے اور چند رہنماؤں کے تعصب پر بھی خاموش نہ رہ سکا ان کی مخالفت بھی ہوئی لیکن اعلان حق اور صحیح رہنمائی ان کا نصب العین تھا۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش　　　میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

بدگمانی تنگ نظری و تعصب کے تحت رقم طراز ہیں:)

"**بدگمانی، تنگ نظری و تعصب:** ہماری آنکھوں نے صوبجات متحدہ اور پنجاب کی معرکہ آرائیاں دیکھی ہیں لیکن بنگال میں جو تجربے حاصل ہوئے وہ ابھی تک زبان پر نہیں آئے اور اب بھی شاید نہ آتے اگر ہم یہ نہ دیکھتے کہ بنگال کے بعض ہندو لیڈر مسلمانوں کو من حیث القوم نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس منزل پر رواداری کے حدود ختم ہو جاتے ہیں اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ہمارا خاموش رہنا گناہ ہے۔

"اس وقت مسلمانوں کے متعلق داعیان ہند و مسلم اتحاد کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ کھلم کھلا اخبارات میں ان کی نسبت ان کے 'مذہبی جنون' کی نسبت ان کی 'مہیب' تحریکوں کی نسبت وہ خیالات ظاہر کر رہے ہیں جن کو سن کر حکومت ان سے بدظن ہو جائے۔ ہم نہیں جانتے کہ ان شرارت آمیز خیالات کے ظاہر کرنے کا مقصد مسلمانوں سے گورنمنٹ کو بدگمان کرنا ہے یا اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو لیکن اگر اس کتاب محبت کی تمہید یہ ہے جو کانگریس و لیگ کے اجلاسوں میں پڑھی جاتی ہے۔ تو ہم محبت کی اس کہانی کو پڑھنا بھی نہیں چاہتے۔ اور بنی بابو کے ہم خیال ہندو لیڈروں سے عرض کرتے ہیں کہ: "مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان"

ایک طرف تو گاندھی مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کے لیے اپنی آواز بلند کر کے ان کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے اور دوسری طرف ہمارے بنگالی مدبرین مسلمانوں کے مذہبی جنون 'تحریک اتحاد اسلامی' اور خدام کعبہ کے فرضی بھوت بنا کر دنیا کے سامنے کھڑے کرتے ہیں 'مذہبی جنون' درحقیقت یورپین دماغوں کی پیداوار ہے اس لیے کہ ان کی مادہ پرستی اس اجتماع اسلامی جوش کو سمجھ ہی نہیں سکتی جس کے نور سے ہر مسلمان کے قلب میں اجالا پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح 'تحریک اتحاد اسلامی' کے متعلق اپنے بنگالی دوستوں کی غلط فہمی کو معاف کر سکتے ہیں اس لیے کہ بنگالی بابو کی ساری دنیا بنگال ہے اور اس کا حب وطن ہمیشہ سے انتہائی تنگ نظری پر محدود ہے۔ اس کا اتحاد قومی خلیج بنگالہ کے ساحل تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ سمندر پار اس کے ہم مذہب نہ آبادیاں رکھتے ہیں نہ سلطنتیں۔ ایسی حالت میں اسلام کی اس وسیع برادری کا تصور بھی اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ ایک مسلمان کے لیے تو ساری دنیا

اس کا وطن ہے۔ اسلئے کہ ایران، توران، عرب و عجم، مراقش اور مصر، ہمارا اور افغانستان سب ایک مرکز پر مل جاتے ہیں، اور اسلام کی طاقت کا راز بھی یہی ہے۔ القصہ بپن پال کے تخیل عمل کی وسعت ان کو اس عالمگیر برادری کے عکس تک بھی نہیں لے جا سکتی، البتہ انجمن خدام کعبہ کے متعلق صاحب موصوف کے خیالات جس قدر تکلیف دہ ہیں اسی قدر تمسخر انگیز بھی ہیں۔ وہ ایک خالص مذہبی تحریک کے اندر برائی کے امکانات دیکھتے ہیں جن کا وجود ان کے ذہن کے سوا اور کہیں نہیں۔ اپنے اس اضطراب کی حالت میں وہ انجمن خدام کعبہ کے محرکین کی تمام قومی خدمات کو بھول جاتے ہیں اور ان کو یاد نہیں رہتا کہ آج مسٹر شوکت علی جو تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں ان کا معاوضہ ہندو اصحاب کی طرف سے یہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔ جس ہندوستان کے لیے مسٹر پال جل رہے ہیں اسی ہندوستان کی محبت نے مسٹر شوکت علی کو چھندواڑہ میں نظربند کیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ بنگال میں نوجوان جماعت کی تنگ نظری کا جو تجربہ ہم کو ہوا ہے، وہ نہایت دل شکن اور سبق آموز ہے۔ پھر بھی ہم ان کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں۔ محض اس لیے کہ جس ملک کی آزادی کے لیے وہ کوشاں ہیں، ہم بھی ان کی طرح اسی ملک کو اپنا وطن کہتے ہیں۔"

(۵ جون ۱۹۱۸ء)

ذاکر صاحب

چند یادیں کچھ تاثرات

جنابِ رحمت اللہ خاں شروانی
مزمل منزل، علیگڑھ

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگارِ عیش کی
اب نظر کاہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں

میں نے ذاکر صاحب مرحوم کو پہلی مرتبہ ۱۹۴۸ء میں علی گڑھ میں دیکھا جب وہ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہو کر آئے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے دیے گئے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ "میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کرتا کہ میں کیا کروں گا۔ وقت آپ لوگوں کو خود بتلا دے گا کہ میں کیا کر سکا۔" ڈاکٹر صاحب سے ان کے علی گڑھ کے دوران قیام اکثر نیاز حاصل ہوتا رہا۔ مجھ پر دو بزرگوں کے احسانات ہیں: رشید صاحب اور ذاکر صاحب۔ ان دو بزرگوں کا میرے نوجوان دماغ سے خرابی کا خناس نکالنے اور مجھے خود کو ایک انسان سمجھنے کی توفیق پیدا کرنے میں بڑا حصہ ہے۔ رشید صاحب نے اپنی تحریروں سے اور ذاکر صاحب نے اپنے عمل سے مجھے متاثر کیا۔ ذاکر صاحب کی ایک ادا کبھی نہ بھولوں گا۔ مجمع میں وہ مجھ جیسے چھوٹوں کو ڈھونڈ نکالتے اور بڑے آدمیوں سے صرفِ نظر فرما کر پاس تشریف لاتے اور مشفقانہ انداز میں کاندھے پر ہاتھ رکھ کر خیریت دریافت فرماتے اور کچھ غیر رسمی گفتگو بھی فرماتے جس سے مجھ جیسے لڑکوں کو اپنے وجود کا احساس ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب سلام میں ہمیشہ سبقت کرنے کی فکر میں رہتے۔

ایک مرتبہ ایک ڈی۔ ایم کے ہاتھوں مجھے کچھ رسوا ہونا پڑا۔ ہوا یہ کہ میں ان کے گھر باوجود ان کے منع کرنے کے رات کو پہنچ گیا اور ان سے ملنا چاہا۔ کلکٹر صاحب نے ملنے سے انکار کر دیا اور مجھے واپس آنا پڑا۔ اگلے دن میں ذاکر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس حادثہ کا حال انھیں سنایا۔ فرمایا کہ "آپ نے بنیادی غلطی یہ کی کہ آپ باوجود ان کے منع کرنے کے ان کے گھر پہنچ گئے، لیکن جب آپ وہاں پہنچ ہی گئے تھے تو انھیں آپ سے مل لینا چاہیے تھا۔" مجھے نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب نے کیا کیا لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ علی گڑھ کے کئی فسادات بھی کلکٹر صاحب کا تبادلہ نہیں کرا سکے تھے؛ ذاکر صاحب سے میرے اس عرضِ حال کے کچھ ہی عرصہ بعد

ان کا علی گڑھ سے رختِ سفر بند ہوگیا۔

ذاکر صاحب کے متعلق یہ عام تاثر ہے کہ وہ اپنی غلطی نہیں مانتے تھے۔ میرا تجربہ اس کے برعکس ہے۔ ۱۹۵۶ء میں میں نے ڈاکٹر صاحب کو ایک خط لکھ کر ان سے ملنے کے لیے وقت مانگا جس کا مجھے جواب نہ ملا۔ کچھ ہی دن بعد جب وہ علی گڑھ سے تشریف لے جانے لگے تو از راہِ عنایت مجھ سے ملنے تشریف لائے اور فرمایا "بہت دن سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی" میں نے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب آپ سے ملنا مشکل ہے۔" لوگ یقین نہ کریں گے کہ ذاکر صاحب نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور فرمایا "خدا کے لیے مجھے معاف کر دیجیے، غلطی مرید صاحب[1] کی نہیں میری ہے اس لیے کہ میں نے ہی ان کو اختیار دے رکھا ہے کہ جو خط چاہیں مجھ تک آنے دیں اور جسے چاہیں روک لیں۔" میں ذاکر صاحب کے اس عمل سے دنگ رہ گیا۔ اور ان کی فراست پر دل ہی دل میں عش عش کرنے لگا کیوں کہ میں نے خط کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ میں نے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب خدا کے واسطے یہ نہ کیجیے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔" فرمایا "جب تک آپ اپنے منھ سے یہ نہ کہہ دیں گے کہ آپ نے معاف کر دیا میں ہاتھ نہ ہٹاؤں گا۔" ناچار کہنا پڑا ورنہ کہاں ذاکر صاحب اور کہاں مجھ جیسا ذرۂ بے مقدار:

ببیں تا خود چہ کارے سخت افتاد   کہ خواہد آفتاب از ذرہ فریاد

در حقیقت اپنی غلطیوں کا کھلے دل سے اعتراف کرنا اور ہر کہ و مہ سے معافی مانگنا میں نے ان ہی سے سیکھا۔

ذاکر صاحب کے وائس چانسلری کے دوران کا مجھ سے متعلق ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء میں مجھے ایک انجمن کا صدر بنایا گیا۔ میں اسی سال اپنے علاج کی غرض سے یورپ گیا اور میری غیر موجودگی میں اس انجمن کی طرف سے کچھ لوگ بھی چندہ کرنے گئے اور وہاں ذاکر صاحب (جو انجمن ترقی اردو کے صدر بھی تھے) کی شان میں گستاخی کی۔ مجھے ہندوستان لوٹنے پر جب اس بات کا علم ہوا میں حاضرِ خدمت ہوا اور معافی چاہی میں نے محسوس کیا کہ ذاکر صاحب کافی برہم تھے۔ فرمایا "آپ کیا کریں گے؟" میں نے عرض کیا "جو صاحب اس کے ذمہ دار ہیں ان کے خلاف فوراً کارروائی کروں گا۔" ڈاکٹر صاحب مطمئن ہو گئے۔ شامتِ اعمال میں وہاں سے سیدھا قاضی عبدالغفار صاحب مرحوم کے پاس گیا اور پورا واقعہ اپنے ارادے کے موصوف کے گوش گزار کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا "ایسا غضب نہ کیجیے کام زندگی میں یہ نشیب و فراز آتے ہی رہتے ہیں" میں نے عرض کیا "میں ڈاکٹر صاحب سے وعدہ کر آیا ہوں، انھیں کیا منھ دکھاؤں گا؟" قاضی صاحب نے جواب دیا "آپ مطمئن رہیں میں ذاکر صاحب سے کہہ لوں گا۔" میں وہاں سے چلا آیا اور مجھے فیض گیٹ پر ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب مرحوم ملے انھوں نے بھی قاضی صاحب کی تائید کی میں مطمئن ہو گیا اور بات آئی گئی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں پٹنہ میں ذاکر صاحب کی خدمت حاضر تھا تو ایک دن صبح کے

۱۔ مرید صاحب مرحوم ذاکر صاحب کے پی۔ اے۔ (P. A.) تھے

ناشتہ پر گفتگو لکس آ گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے شکایت آمیز لہجہ میں فرمایا "لیکن آپ نے کچھ کیا تو نہیں" میں نے عرض کیا "کیا قاضی صاحب نے اس سلسلہ میں آپ سے گفتگو نہیں کی؟" فرمایا "نہیں تو" میں نے قاضی صاحب کی گفتگو نقل کر دی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے خاص انداز میں مسکرائے اور فرمایا "ایسا سوچنے والوں کی زندگی میں صرف نشیب ہی آتے ہیں فراز کہاں"۔

ڈاکٹر صاحب کو کتابوں کی خوبصورت جلدیں بندھوانے کا بہت شوق تھا۔ مجھے اپنی چند کتابیں پٹنہ میں دکھائیں اور فرمایا "دیکھئے کتنی خوبصورت جلدیں ہیں۔ میں نے یہ جلدیں جنیوا (Chagreen) میں بندھوائی تھیں"۔

پٹنہ میں ڈاکٹر صاحب کا تقریباً روز کا یہ معمول تھا کہ میرے کمرہ پر کچھ کتابیں ہاتھ میں لیے تشریف لاتے اور دستک دے کر اندر آنے کی اجازت چاہتے مجھے عجیب سا لگتا۔ ایک دو بار عرض بھی کیا کہ "ڈاکٹر صاحب کیوں غضب کرتے ہیں کتابیں آپ کسی کے ہاتھ سے نہیں بھجوا سکتے تھے مجھے شرمندگی ہوتی ہے"۔ جواب میں فرماتے "میں چلا آیا تو کون سا گناہ ہو گیا، کتابیں بھی آپ تک پہنچ گئیں اور اس بہانے آپ سے ملاقات بھی ہو گئی"۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے ہی دن ڈاکٹر صاحب نے "گلہائے پریشاں" جو الیاس صاحب کے منتخب کردہ اشعار کا مجموعہ ہے مجھے دیکھنے کے لئے عنایت فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ "ان حضرت نے ایک بڑا ظلم یہ کیا ہے کہ اشعار کو عنوانوں کا پابند کر دیا ہے جس سے شعر کی معنویت محدود ہو کر رہ گئی ہے"۔ کچھ دن بعد ناشتہ کی میز پر مجھ سے دریافت فرمایا کہ "آپ نے گلہائے پریشاں دیکھی؟" میرے اثبات میں جواب دینے پر مجھ سے میری رائے مانگی۔ میں نے عرض کیا "پہلی بات تو وہی ہے جو آپ نے فرمائی تھی۔ واقعی عنوانات میں قید ہو کر اشعار کے معنی بھی مقید ہو کر رہ گئے ہیں۔ مجھے ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ گو الیاس صاحب نے بڑے اچھے شعر منتخب کئے ہیں لیکن شاعروں کے نام میں اتنی تحقیق نہیں فرمائی جتنی وہ بآسانی فرما سکتے تھے"۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا "مثلاً؟" میں نے عرض کیا "دیکھئے یہ شعر جسے انھوں نے لا علم کر کے چھوڑ دیا ہے مرزا کا ہے"۔ ڈاکٹر صاحب مسکرائے اور خصوصی انداز میں فرمایا "میاں میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے اندر ماشاء اللہ ذوقِ شاعری اور ذوقِ تحقیق دونوں یکجا جمع ہیں جو ایک انسان میں ذرا کم ہوتے ہیں"۔ میرے استفسار پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "مولانا عبدالحق[1] کو لے لیجئے ان کا ذوقِ تحقیق کمال کو پہنچا ہوا ہے لیکن ذوقِ شعری بالکل نہیں ہے"۔ میرے بارے میں جو ڈاکٹر صاحب نے ارشاد فرمایا اس کی وقعت کا مجھے اس وقت پورا احساس نہ تھا ورنہ میں کسی سے اسے بطور سند کے لکھوا لیتا!

کم لوگ اس راز سے آگاہ ہوں گے کہ ڈاکٹر صاحب بحیثیت گورنر بھی بے حد مصروف رہتے تھے۔ میں نے پٹنہ میں دیکھا کہ ان کا نظام اوقات ایسا بندھا ہوا تھا جیسے کسی وزیر باتدبیر کا ہو۔ عام تاثر غالباً یہ ہے کہ گورنر کو کوئی کام نہیں ہوتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کہاں

۱۔ عبدالحق بابائے اردو

تک صحیح ہے میں نے تو صرف ذاکر صاحب کو دیکھا کہ وہ ایسے کام کرتے تھے جیسے بغیر کام کیے ان کو تنخواہ نہ ملے گی۔ دن میں ان سے ملاقات صرف ناشتہ یا کھانے کے دوران ممکن تھی یا پھر ساڑھے نو بجے سہ پہر یعنی ان کے "Office Hours" کے بعد۔ لیکن پھر بھی پتہ نہیں وہ خطوط کا جواب اپنے ہاتھ سے دیتے، یہاں تک کہ لفافوں پر پتہ تک لکھنے کا وقت کہاں سے نکال لیتے تھے!

پٹنہ میں ذاکر صاحب نے مجھے خاص طور سے خدا بخش لائبریری دیکھنے بھیجا۔ وہ چاہتے تھے کہ میں وہاں کا کوئی اہم مخطوطہ چھپوانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لوں مگر میں ان دنوں بالکل ناتجربہ کار تھا۔ کتابوں میں گھوما پھرا مگر قسمت کہ کسی کا انتخاب نہ کر سکا۔

ایک دن صبح ناشتہ کے دوران دریافت فرمایا "آپ عرفی اور نظیری میں سے کسے بڑا شاعر مانتے ہیں؟" میں نے عرض کیا "میں عرفی کو زیادہ بڑا شاعر مانتا ہوں اس لیے کہ اس کی ہر غزل میں کم از کم ایک شعر ضرور نکل آتا ہے جب کہ نظیری کے یہاں غزلوں کی غزلیں پڑھ جایئے تب جا کر کوئی شعر ملتا ہے۔" فرمایا "یہ تو آپ صحیح کہتے ہیں لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ نظیری کے یہاں جب بھی کوئی شعر نکلتا ہے تو وہ عرفی کے دسیوں شعروں پر بھاری ہوتا ہے۔" میں نے عرض کیا "جی ہاں یہ تو آپ بجا فرماتے ہیں۔" میں آج بھی اپنی اس رائے پر قائم ہوں کہ عرفی بڑا شاعر تھا کیوں کہ اگر عرفی کی عمر بھی نظیری کے برابر ہوتی تب یہ دیکھا جاتا کہ وہ نظیری سے بڑا شاعر تھا یا نہیں۔ میرے مزاج میں بغاوت ہے اور میں صائب کی رائے سے ع عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را[۱] آج بھی متفق نہیں ہوں۔ یہ دوسرا مسئلہ ہے قصیدہ میں مولانا نظیری عرفی کو نہیں پہنچتے۔ غزل میں ضرور ان کا مقام عرفی سے بلند ہے لیکن پھر وہی عمر والی بات آتی ہے۔

اس کے بعد ذاکر صاحب دہلی میں جب وہ نائب صدر ہو کر پہنچ گئے تھے نیاز حاصل ہوا۔ پہلی بار تو ۱۹۶۲ء ہی میں۔ اس دوران قیام کی کچھ یادیں بہت اہم ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں علی گڑھ میں بڑا خونریز فرقہ وارانہ فساد ہو چکا تھا جس کی یاد مئی ۱۹۶۲ء تک ذہنوں میں تازہ تھی۔ ایک دن دوپہر کھانے کے بعد فرمانے لگے "علی گڑھ کے مسلمان سب آوارہ[۱] کتے ہیں۔" میں نے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب مجھے اس زمرہ سے نکال دیجیے اس لیے کہ میں ان دنوں نینی تال میں تھا۔" ارشاد ہوا "جی نہیں آپ بھی ان ہی میں سے ہیں۔" میں نے عرض کیا کہ "ڈاکٹر صاحب میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فرمایا "آپ نے کبھی آوارہ کتا دیکھا ہے؟" میں نے عرض کیا "دیکھے ہی نہیں ڈاکٹر صاحب پالے بھی بہت ہیں۔"[۲] فرمایا "آپ میرے سوال کا جواب دیجیے۔" میں نے عرض کیا "میں آپ کا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔" میں نے ڈاکٹر صاحب کو اس سے پہلے کبھی اتنے غصہ میں نہ دیکھا تھا۔ فرمایا "آپ نے دیکھا ہوگا کہ مسافر جب راہ چلتا ہوتا ہے تو یہ (آوارہ کتا) اس پر دانت نکال کر دوڑتا ہے اور جہاں مسافر نے پتھر اٹھایا یا ڈنڈا سنبھالا اور اس نے دُم دبائی۔ یہی حال آپ لوگوں کا ہے۔ جب امن ہوتا ہے تو بدامنی پھیلاتے ہیں اور جب بدامنی پھیل

۱۔ آوارہ کا لفظ میرا ہے۔ ذاکر صاحب نے جو لفظ فرمایا تھا اس کو استعمال تو امام گنج یا ایک کھرا پٹھان ہی کر سکتا ہے اور وہ بھی جب اُسے غصہ بہت ہو۔ ۱۲

۲۔ تو سینکڑوں میرے ہیں۔ ۱۲

جاتی ہے تو دُم دباتے ہیں۔" میں نے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب ہم کیا کریں؟" اب ڈاکٹر صاحب کا غصہ کچھ کم ہو چکا تھا فرمایا "میاں امن ہو تو اس کو فروغ دو، اپنی طرف سے بدامنی مت پھیلاؤ اور اگر بدامنی پھیل ہی جائے تو سینہ سپر ہو جاؤ، جان دیدو مگر حملہ کے واسطے دُم نہ دبایا کرو۔" فرمایا "جب میں علی گڑھ میں تھا تو ایک مقامی کالج کے لوگ مجھے گالیاں دیتے ہوئے نہ تھکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ انھوں نے اپنے Convocation میں آچاریہ نریندر دیو کو بلایا تھا۔ عین وقت پر علالت کی وجہ سے آچاریہ جی کی معذرت کا تار آگیا۔ کالج کے اساتذہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا "ہماری عزت اب آپ ہی بچا سکتے ہیں، اگر آپ نے ہمارے Convocation کی صدارت قبول نہ فرمائی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے" میں بلا عذر کے ان کے یہاں چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد جب تک میں علی گڑھ میں رہا پھر ان لوگوں نے کبھی مجھے یا یونیورسٹی کو بُرا نہ کہا۔"

اسی دوران قیام کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن رات کے کھانے کے بعد میں حاضر خدمت تھا اور یوسف حسین خاں صاحب مرحوم بھی موجود تھے۔ گفتگو قرآنیات سے شروع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کی عادت تھی کہ چھیڑ دیا کرتے تھے۔ انھوں نے کسی آیت کی تاویل مجھ سے پوچھی میں نے جواب میں قرآن کریم کی آیت وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ پڑھ دی۔ فرمایا "جس کتاب کے معنی کوئی نہ سمجھ سکے اس کتاب کا فائدہ؟" میں نے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب ارشاد ہوا ہے اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا۔" بولے "تاویل اور معنی میں کیا فرق ہے؟" میں نے عرض کیا "میں عربی کا عالم نہیں ہوں جو آپ کے سوال کا جواب سرِ دست دے سکوں، لغت دیکھ کر بتا سکوں گا کہ معنی اور تاویل میں کیا فرق ہے۔ اتنا جانتا ہوں کہ فرق ہے ضرور۔" اب یوسف صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ "جب اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الخ والی آیت نازل ہو چکی تو پھر قرآن کیوں نازل ہوتا رہا؟" میرا دماغ ویسے ہی خراب ہو رہا تھا میں نے اُن سے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب آدمی جس بارے میں نہ جانے اس بارے میں وہ گفتگو نہ کرے تو بہتر ہے۔ جب آپ کو قرآن کریم کی آیات کے شانِ نزول کے متعلق علم ہی نہیں تو بہتر ہوگا کہ آپ نہ بولیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی اور جتنے دانائے راز تھے وہ رو پڑے تھے یہ سمجھ کر کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کا وقت قریب آچکا ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے اس کے بعد وحی نہیں نازل ہوئی۔ آپ نے غالباً صرف یہ دیکھ کر کہ یہ آیت سورۂ مائدہ میں ہے رائے قائم فرمائی کہ قرآن کریم اس کے بعد بھی نازل ہوتا رہا جب کہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔" اس کے بعد یوسف صاحب مرحوم نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ "سورہ نصر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وَاسْتَغْفِرْهُ کا حکم کیوں ملا؟" میں نے بہت ادب سے عرض کیا کہ "یوسف صاحب یہ سورہ بھی فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور بعض دانایانِ راز اس کے نزول پر بھی یہ سمجھ کر رو پڑے تھے کہ آفتابِ رسالتؐ اب لبِ بام آچکا ہے۔" یوسف صاحب برابر مُصر رہے کہ میں وَاسْتَغْفِرْهُ کے حکم کے معنی اور ماہیت انھیں سمجھاؤں۔

ذاکر صاحب اب تک نیم دراز حالت میں ایک خاموش تماشائی تھے، کچھ دیر خاموش رہے۔ لیکن جب یوسف صاحب کا اصرار بڑھا تو ایک دم سے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے یوسف صاحب کو مخاطب کر کے بولے "کیا بکتے ہو یوسف! کیا بکتے ہو، تمھیں شرم نہیں آتی غیرت نہیں معلوم ہوتی تم اس ذات اقدس ﷺ کے متعلق ایسا سوال کر رہے ہو جس کا زندگی بھر رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا دن میں کم از کم ستر بار ورد رہا ہو۔" اس کے بعد یوسف صاحب ایسے ہو گئے جیسے ان پر پانی پڑ گیا ہو۔ اور کچھ ہی دیر میں محفل برخاست ہو گئی۔ جب ذاکر صاحب اٹھ کر چلے تو میں نے انھیں پکڑ لیا کیوں کہ مجھے احساس تھا کہ گفتگو کے دوران میرے منھ سے کچھ ایسے جملے نکل گئے تھے جو مجھے نہیں کہنا چاہیے تھے اور میں نے عرض کیا "خدا کے واسطے ڈاکٹر صاحب مجھے معاف کر دیجیے"۔ فرمایا "نہیں میاں میں نے تم سے آج بہت کچھ سیکھا" یہ سننا تھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور میں سمجھا کہ ڈاکٹر صاحب واقعی مجھ سے بہت ناراض ہیں۔ میں نے کہنیوں تک اپنے ہاتھ جوڑ دیے اور عرض کیا "ڈاکٹر صاحب خدا کے واسطے مجھے معاف کر دیجیے میں بھلا آپ کو کیا سکھاؤں گا۔ میں آپ کے سامنے ایک بچہ ہوں میں بھلا آپ کو کیا سکھا سکتا ہوں"۔ ارشاد ہوا "میاں خدا کی قسم میں تم سے بالکل خفا نہیں ہوں" اور اپنے اس قول کا اعادہ فرمایا کہ انھوں نے مجھ سے بہت کچھ سیکھا۔ ذاکر صاحب کبھی غلط بیانی نہیں کرتے تھے اس لیے میں مجبور ہو گیا ورنہ میں آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ذاکر صاحب نے مجھ سے کیا سیکھا۔

ذاکر صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ رات دس بجے کے قریب گھر میں سونے چلے جاتے تھے۔ اسی قیام کے دوران ایک دن میں نے ان کے ملازم خاص اسحٰق سے پوچھا کہ "بھیا تمھارے میاں تو پڑھنے لکھنے والے آدمی ہیں اتنی جلدی کیسے سونے چلے جاتے ہیں۔" اسحٰق مرحوم نے جو جواب دیا وہ میری ہی نہیں بہت سوں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ کہا "نواب صاحب! آپ کو شاید نہیں معلوم کہ میاں تین بجے کے قریب تہجد کے لیے اٹھیں گے اور پھر نہ سوئیں گے"۔ یہ تھے ذاکر صاحب، وہ عبادت بھی ایسے چھپ کے کرتے تھے کہ ہمیں گناہ کرنا بھی میسر نہیں۔

جب ذاکر صاحب نائب صدر منتخب ہوئے تو "ادارہ اسلامیہ کالج" میں ان کو مدعو کیا گیا۔ میں بھی وہاں کالج کی مجلس عاملہ کے ایک رکن کی حیثیت سے موجود تھا۔ عصرانہ میں ملاقات ہوئی، میں نے عرض کیا "ڈاکٹر صاحب میرا پاسپورٹ ختم ہو چکا ہے۔ نیا پاسپورٹ بنواؤں گا تو آپ کا نام بحیثیت ضامن کے دینا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو"۔ فرمایا "مجھے کوئی عذر نہیں"۔ اس بات کو کئی سال گذر گئے۔ اوائل ۱۹۶۴ء میں جب ایک اور سلسلہ میں ذاکر صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے پاسپورٹ والی بات یاد دلائی۔ دریافت فرمایا "آپ نے درخواست دی؟" میں نے عرض کیا کہ "جی نہیں ابھی درخواست نہیں دی"۔ ارشاد ہوا "بجا ہے آپ درخواست مت دیجیے اور دو سال بعد پھر پوچھیے گا کہ ڈاکٹر صاحب

آپ نے میرا کام نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا ڈاکٹر صاحب میں آپ کا نام اس لیے دینا چاہتا ہوں کہ مجھے Foreign Exch- آج
-ange (زرمبادلہ) لینے میں آسانی ہو جائے گی۔ فرمایا "اس مغالطہ میں بھی نہ رہیے گا۔ میری وجہ سے آپ کو ایسی کوئی آسانی ملنے والی نہیں"۔

ذاکر صاحب کی طبیعت میں کتنی ظرافت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ میں ایک دن دہلی گیا ہوا تھا، وہاں میری موٹر کا غلط پارکنگ کرنے پر چالان کر دیا گیا۔ میں پریشان ہو گیا اور سیدھا ڈاکٹر صاحب کے یہاں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ وہاں تشریف نہ رکھتے تھے۔ اسحٰق باہر نکل آئے مجھے اندر لے گئے۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لے آئے۔ میرے پہنچنے کی علت غائی دریافت فرمائی۔ میں نے مدعا عرض کیا۔ بڑی رکھائی سے فرمایا "میں کچھ نہیں کر سکتا"۔ مجھے بڑا برا لگا اور میں نے عرض کیا "تو پھر مجھے اجازت دیجئے میں کہیں اور دیکھوں" بڑی متانت سے فرمایا "اب رات ہو گئی ہے اب کہاں جائیے گا۔ اب آپ کل سویرے سے پہلے کہیں نہیں جا سکتے۔ جائیے آپ کے لیے کمرہ تیار کرا دیا گیا ہے آرام فرمائیے"۔ باہر نکلا دیکھا موٹر غائب۔ اسحٰق سے معلوم کیا انھوں نے بتایا کہ "میاں نے آتے ہی پوچھا کہ یہ موٹر کس کی ہے میں نے پوری بات بتائی تو پائلٹ سے دریافت کیا "تم کچھ کر سکتے ہو؟" اس نے کہا اگر آپ حکم دیں تو ابھی سب ہو جائے گا۔ میاں نے پائلٹ کو کار کے ساتھ روانہ کر دیا"۔

یعنی ذاکر صاحب میرا کام کرانے کا پورا انتظام فرما چکے تھے اور مجھے یہ تاثر دیا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے (اسی ملاقات کے دوران پاسپورٹ والی بات بھی ہوئی تھی)۔

ذاکر صاحب جب کسی کے خلاف رائے دیتے تو ان کا طریقہ بالعموم ایسا ہوتا "میاں شاید یہ میرے نفس کا خبث ہے لیکن وہ صاحب مجھے کبھی نہ بھائے"۔

۱۹۵۸ء میں جب مولانا آزاد کا انتقال ہوا تو علی گڑھ میں عام خیال یہ تھا کہ وزیر تعلیم کی جگہ کو پر کرنے کے لیے ذاکر صاحب سے زیادہ موزوں کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد علی گڑھ ہی میں یہ افواہ بھی اڑی کہ ذاکر صاحب نے اپنی گرتی ہوئی تندرستی کی بنا پر یہ ذمہ داری سنبھالنے سے انکار کر دیا ہے۔

جب ذاکر صاحب علی گڑھ تشریف لائے اور ازراہ کرم مزمل منزل بھی آئے تو میں نے گفتگو کے دوران عرض کیا "ذاکر صاحب آپ نے یہ کیا غضب کیا کہ تندرستی کی وجہ سے وزارت تعلیم کی ذمہ داری سنبھالنے سے انکار کر دیا"۔ مسکرائے اور ایک وزیر باتدبیر کا نام لیکر فرمایا "میاں یہ صاحب سلامت مجھ غریب کو کون پوچھتا ہے"۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ افواہیں کیسے پھیلتی ہیں اور کیسے سچ کا جامہ پہن کر لوگوں کے ذہنوں میں جڑ پکڑ لیتی ہیں۔ ایک اور بات

جو عام طور پر غلط مشہور ہے، وہ ہے نواب اسمٰعیل خاں صاحب مرحوم اور ذاکر صاحب مرحوم کا باہمی اختلاف۔ میں نے پٹنہ کی حاضری کے دوران اس کی تصدیق ڈاکٹر صاحب سے چاہی۔ انھوں نے فرمایا "بھئی یہ تو بالکل غلط ہے۔ ہم دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے بہت قریب رہے اور سچ پوچھیے تو ۶-۱۹۳۵ء میں ہمارا گروپ نواب اسمٰعیل صاحب کو وائس چانسلر بنانا چاہتا تھا اور موصوف کو اس کے لیے تیار بھی کر لیا تھا۔ ہم لوگ اتفاق سے اس وقت اکثریت میں تھے۔ اگلے دن E.C. کی میٹنگ میں جب نواب صاحب کا نام تجویز کیا گیا تو He refused in a huff. بعد میں پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ کل ایک صاحب میرے پاس پہنچے اور کہا اگر آپ مجھے Treasurer بنا دیں تو میرے خاندان کے سب Votes آپ کو ملیں گے۔ مجھے یہ سودا بالکل پسند نہیں، اس لیے میں نے انکار کر دیا۔ پھر نواب یوسف آ گئے اور یہ یاٹی وزروے کا دور چل پڑا اور ہم لوگ اقلیت میں رہ گئے۔ مجھے علی گڑھ لے جانے کا سہرا نواب صاحب موصوف ہی کے سر ہے اس لیے کہ مولانا آزاد کے پیہم اصرار پر میں نے یہ شرط لگا دی تھی کہ میں علی گڑھ اسی صورت میں جاؤں گا جب نواب اسمٰعیل خاں صاحب خود مجھ سے وہاں جانے کے لیے کہیں۔ چنانچہ ایک دن جب مولانا آزاد کا طلب کردہ میں انکے وہاں پہنچا تو دیکھا کہ نواب صاحب وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ 'ذاکر صاحب یونیورسٹی کو آپ ہی سنبھالئے اب مجھ سے نہیں سنبھلتی' میرے پاس سوائے رضامندی دینے کے اب اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔"

ذاکر صاحب کی ایک ادا جو کبھی نہ بھولے گی یہ تھی کہ اپنے ملنے آنے والے کو بالعموم اپنے پورٹیکو تک رخصت کرنے تشریف لے جاتے خواہ کوئی بھی ہو۔ میرے کارندے نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ جب ڈاکٹر صاحب کے پاس دہلی گئے تو موصوف انھیں چھوڑنے کے لیے بھی باہر تشریف لائے۔ علی گڑھ میں ایسا کرنے پر ایک آدھ بار جب میں نے عرض کیا کہ "آپ تشریف رکھیں" تو جواباً فرمایا "ارے بھائی میں اپنے پودوں کو دیکھنے جا رہا ہوں، کیا آپ اس کی بھی مجھے اجازت نہیں دیں گے"۔ ظاہر ہے یہ کوئی دکھاوا تو ہوتا نہ تھا اگر لوگ پھر بھی ذاکر صاحب کے اخلاق کی وسعت کے معترف نہ ہوں تو اعتراف نہ کرنے والوں کا اللہ بھلا کرے۔

ذاکر صاحب اپنے گورنر بنائے جانے سے زیادہ خوش نہ تھے۔ یہ بات ان کے اس خط سے مترشح ہے:

"... معلوم نہیں آپ کو میرا حال معلوم ہے یا نہیں۔ دو مہینے سے یہاں بھیج دیا گیا ہوں۔ میں اور گورنری! ایک بے جوڑ سی بات ہے۔ نہ اس کی کوئی اہمیت تھی، نہ ایسے کام کے لیے اپنے کو تیار کیا تھا۔ بہر حال خدمت کا ایک موقع جان کر اسے اپنے سر لیا۔ خدا کرے کہ کام کا حق ادا کر سکوں۔ الخ"

ذاکر صاحب تقریر کرتے تھے کہ جادو جگاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ کسی موقع پر تقریر کرتے ہوئے

مسلم یونیورسٹی کی مالی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے مہمان خصوصی کو مخاطب کر کے فرمایا "ہم پر بھی وقت پڑا تھا لیکن گذر گیا۔ وقت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ گذر جاتا ہے۔۔۔"۔

غالباً ۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے ڈاکٹر صاحب حکیم عبد اللطیف صاحب کی صاحب زادی کی شادی میں علی گڑھ تشریف لائے۔ کھانے کے بعد ملازم خاص اسحٰق کی اہمیت کا ذکر نکل آیا۔ فرمانے لگے "بھئی میرا تعجب تھا کہ ڈاکٹر ضیاء الدین کو بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ کسی بڑے آدمی کے پاس رہ کر آدمی اتنا اچھا نہیں ہو سکتا"۔ اسی نشست میں میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا "ڈاکٹر صاحب جب کوئی باہر جائے تو کھانے کے سلسلے میں کیا کرے" فرمایا "ارے میاں سب کچھ کھائے تحقیقات کم کرے"۔

جب ۱۹۵۷ء میں ان کو زیدی صاحب نے اعزازی ڈگری دینے کے لیے علی گڑھ بلایا تو جو تقریر انھوں نے کی وہ لفظاً لفظاً تو یاد نہیں لیکن اس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ آج بھی سوچتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ جب تقریر کا آغاز فرمایا تو یہ مصرع پڑھا تھا ع "من بہ بوئے مست و ساقی بردہ پیمانہ را" شعر اتنا برمحل پڑھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ شاعر نے گویا یہ شعر اسی موقع کے لیے کہا ہے۔ اپنی تقریر کے دوران اپنے دور طالب علمی کے آغاز کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ملک قمی کا یہ شعر پڑھا تھا ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

غالباً ۱۹۵۸ء ہی میں وہ بحیثیت گورنر بہار کے گورنر یوپی ۔ وی ۔ وی گری صاحب کی دعوت پر نینی تال تشریف لائے۔ میں نے ملنے کا وقت مانگا جو مل گیا۔ لیکن اپنی پرانی ادا کے تحت آخر وقت میں اطلاع کرائی کہ خود تشریف لا رہے ہیں۔ یہی ۱۹۵۶ء میں علی گڑھ میں کیا تھا۔ بہر حال میں ان کی پذیرائی کے لیے تیار ہو گیا۔ تشریف لائے، فوراً فرمایا "میاں تمھارے یہاں یہ Gladiolus کے پھول بہت خوبصورت ہیں ہمیں مل جائیں گے" میں نے عرض کیا "انشاء اللہ پیش کر دوں گا"۔ میں اس کے Bulbs اپنے ساتھ لیتا گیا اور اگلے سال کے شروع میں جب وہ علیگڑھ تشریف لائے تو یہ Bulbs ان کے ساتھ کر دیئے بہت محظوظ ہوئے اور موٹر میں اپنے ساتھ رکھا لیے۔

پٹنہ کے دوران قیام ہی علامہ اقبال سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ کہنے لگے "جب علامہ کی پہلی فارسی کتاب 'اسرار خودی و رموز بے خودی' شائع ہو چکی تھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ جامعہ تشریف لے آئیے"۔ اس پر علامہ نے جواب دیا کہ "میں وہاں پڑھاؤں گا کیا؟" میں نے کہا "کچھ اور نہ سہی اپنی کتاب 'اسرار بے خودی و رموز بے خودی' ہی پڑھا دیجئے گا"۔ اس پر انھوں نے جواب دیا "شاعر کی اس سے بڑی بد نصیبی نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنا کلام خود پڑھائے"۔

ایک دن پوچھ بیٹھے "تمہارے پاس روپیہ کتنا ہے؟" میں نے جواب دیا کہ "ہاں ڈاکٹر صاحب تھوڑا سا ہے اور وہ بھی Victory Bonds کی شکل میں جو ۱۹۶۶ء میں Mature ہوں گے"۔ دریافت فرمایا "سال میں کتنا Interest مل جاتا ہے"۔ میں نے جواب دیا کہ "ڈاکٹر صاحب بہت تھوڑا' Income Tax وغیرہ کاٹنے کے بعد پانچ ہزار روپیہ بچ رہتے ہیں"۔ حکم دیا کہ Bond بیچ ڈالو۔ میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب دیوالہ نکل جائے گا اس لیے کہ بازار میں اس وقت ۷۲ روپیہ کا بھاؤ ہے"۔ اصرار فرما کر کہنے لگے "بھئی بیچ ڈالو اور Companies میں Shares خرید لو"۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور علی گڑھ پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ انھیں فروخت کر دیا۔ کاغذ پر ۵۷,۰۰۰/= روپیہ کا خسارہ ہوا لیکن یہ خسارہ دو ہی چار سال میں پورا بھی ہو گیا۔ نہ معلوم کتنے قرضوں سے نجات مل گئی اور سود کی لعنت سے بھی چھٹکارا ملا۔ حالانکہ رشید صاحب نے سنا تھا تو لرز گئے تھے۔ اب نہ ان جیسے شفیق بزرگ پیدا ہیں اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب جیسے بابصیرت صلاح کار اور دردمند انسان۔ مجھے اس وقت تک یہ معلوم تھا کہ ڈاکٹر صاحب معاشیات (Economics) ہی کے پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔ اگر میں اپنے اس عمل کی ترجمانی اقبال کے ان اشعار سے کروں تو بے محل نہ ہوگا ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل — عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

یہ صرف عرضِ حال ہے کوئی خودستائی نہیں۔

ان کی سادگی اور دل داری کے ضمن میں ایک چھوٹے سے واقعہ کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔ ایک مرتبہ Convocation کے اختتام کے بعد وائس چانسلر کی کار مہمانوں کو چھوڑنے اسٹیشن چلی گئی۔ ذاکر صاحب سواری کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔ میری موٹر موجود تھی۔ میں نے عرض کیا "تشریف لائیے"۔ بیٹھنے لگے تو آگے ملازم کے برابر بیٹھے۔ عرض کیا "پیچھے آئیے"۔ کہنے لگے "نہیں میاں یہیں ٹھیک ہوں"۔ عرض کیا "آپ کی اس جمہوریت پسندی نے مارا"۔ مسکرا دیے' لیکن آگے ہی بیٹھے رہے ملازم کے پاس۔

مئی ۱۹۶۹ء میں جس دن ذاکر صاحب کا انتقال ہوا' دوپہر کے کھانے پر میری اہلیہ نے مجھ سے کہا "تم بہت دن سے ذاکر صاحب سے ملنے نہیں گئے"۔ میں نے جواب دیا کہ "اب انشاء اللہ ان سے جب ہی ملوں گا جب وہ صدر نہیں رہیں گے"۔ کھانے کے کچھ ہی دیر بعد ملازم نے اطلاع دی کہ وائس چانسلر لاج سے اطلاع آئی ہے کہ ذاکر صاحب کا انتقال ہو گیا۔ یہ میری عجیب بدنصیبی ہے کہ میں اپنے غم کا اظہار عام لوگوں کی طرح نہیں کر پاتا۔ نہ آنسو ہی نکلتے ہیں اور نہ دل ہی ساتھ دیتا ہے۔ میں ظاہری طور پر سوگ نہیں منا پاتا۔ اہلِ دنیا شاید یہ سمجھتے ہیں کہ میں بڑا شقی القلب

ہوں۔ کاش یہ لوگ میرے دل کا حال جان سکتے۔ حقیقت یہی ہے کہ ذاکر صاحب کا انتقال کیا ہوا گویا میری ہی موت واقع ہوگئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس سال میں ایسا بیمار پڑا کہ پانچ چھ ماہ صاحب فراش رہا مجھے صحیح معنوں میں دق اٹھ آئی۔ کسے غرض پڑی تھی جو میرے دل میں جھانک کر دیکھتا یا میرے سوزِ دروں کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا۔

سچ تو یہ ہے کہ ذاکر صاحب مرحوم کی پوری زندگی حافظؔ کے اس شعر کی تفسیر ہے ؎

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
آرے شود ولیک بہ خونِ جگر شود

••

جناب ریاض الرحمٰن قدوائی

۴/۳۳۰۴ نیو حیدر آباد
لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

میر کی غیر مطبوعہ مثنویات

میرے پاس ایک قلمی نسخہ ہے جس میں کئی فارسی اور اردو کی مثنویات ہیں۔ اس میں تین فارسی کی مثنویاں ہیں جن کے مصنف مولانا ہاتفی اور مرزا معز فطرت ہیں۔ تین اور مثنویات اردو کی ہیں جو بیچ میں شامل ہیں۔ ان کے نام جو کہ آخری شعر سے ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں "قصہ تاجر" اور "جشنی نامہ" تیسری مثنوی کا کوئی نام نہیں ہے اور یہ شراب کے متعلق ہے۔ اس وقت اسے "شراب نامہ" کہا جا سکتا ہے۔ ان تینوں مثنویات میں کوئی تخلص نہیں استعمال کیا گیا ہے۔ مگر آخر الذکر مثنوی کے بعد کاتب نے یہ الفاظ لکھے ہیں "تمت بالخیر مثنوی میر تقی بتاریخ سیزدہم اکتوبر ۱۸۳۶ بثلث تمام بروز پنجشنبہ" اب سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا تینوں مثنویات ایک ہی شاعر کی لکھی ہوئی ہیں یا مختلف شاعران کے مصنف ہیں۔ اس سلسلے میں فی الحال تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تینوں اردو کی مثنویاں ایک ہی کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں اور اختتام کی تاریخیں یکے بعد دیگرے ہیں یعنی بالترتیب ہشتم، دہم اور سیزدہم اکتوبر ۱۸۳۶ء اور مصنف کا نام صرف آخری مثنوی کے آخر میں درج ہے۔ اس لیے وہ نام تینوں مثنویات کے مصنف کا مانا جا سکتا ہے۔ اس طرح میر تقی ان تینوں مثنویات کے مصنف ٹھہرتے ہیں۔

اب دوسری بحث کی گنجائش یہ ہے کہ کیا میر تقی اور میر تقی میر ایک ہی شاعر ہیں۔ اس عقدے کو حل کرنے کے لیے اگر مختلف تذکروں کا جائزہ لیا جائے تو چند اصحاب ملتے ہیں جن کے نام میں "تقی" آیا ہے۔ سب سے پہلے تو مرزا محمد تقی خاں بہادر ترقی بن مرزا محمد امین نیشاپوری مخاطب بہ سعادت خاں برہان الملک کا نام آتا ہے۔ چونکہ ان کے نام کے پہلے مرزا محمد ہے نہ کہ میر اس لیے ان کو خارج کیا جا سکتا ہے۔ اسی خاندان میں ایک اور شاعر اسی نام کے گذرے ہیں، جو نواب مرزا محمد تقی ہوش تھے۔ یہ نواب آصف الدولہ کی والدہ بہو بیگم کے بھتیجے تھے اور مثنوی 'لیلیٰ مجنوں' اور 'شہزادہ گل' کے مصنف ہیں۔ یہ بھی پہلے شاعر کی طرح خارج البحث ٹھہرتے ہیں۔ تیسرے شاعر ہیں سید محمد تقی عرف میر گھاسی۔ ان کا تذکرہ گلشن ہند میں حیدر بخش حیدری نے کیا ہے چونکہ ان کا تخلص تقی ہے اور نام سید محمد اس لیے یہ بھی نظر انداز کیے جائے

ہیں۔ اسی نام کے ایک اور شاعر ملتے ہیں جو کہ سید محمد تقی سونی پتی ہیں۔ ان کے والد کا نام سید باقر علی خاں ہے انھوں نے ایک مثنوی اردو میں بیوہ کے نکاح کی فضیلت میں لکھی ہے جو کہ مطبوعہ ہے اور میرے پاس بھی ہے۔ چوں کہ یہ شاعر بہت بعد کے ہیں اور نام مع تخلص کے مختلف ہے اس لیے ان کو بھی زیر بحث مثنویات کا مصنف نہیں سمجھا جا سکتا۔ آخر میں ایک اور شاعر سید محمد تقی پسر عبدالرزاق مچھلی شہری ہیں۔ چونکہ یہ غالب کے تلامذہ میں سے تھے اور ۱۹۴۴ء میں جے پور میں انتقال کیا اس لیے ۱۸۳۶ء میں ان کی مثنویات لکھی نہیں جا سکتیں۔

اوپر کی بحث کے بعد میرے نزدیک تو یہ فیصلہ کرنا غلط نہ ہوگا کہ میر تقی شاعر جنھوں نے یہ تینوں مثنویات لکھی ہیں وہ میر تقی میر ہی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان کی یہ مثنویات کسی وجہ سے غیر مطبوعہ رہ گئیں اور کسی جگہ پر ان کا تذکرہ نہیں آتا ہے۔ اب میں ان مثنویات کو الگ الگ مختصراً بیان کرتا ہوں۔

قصۂ تاجر: اس موضوع پر دو مثنویاں ابھی تک شائع ہو چکی ہیں۔ ایک تو قصہ ہے عباد اللہ پسر تاجر اصفہان کا اس میں ۶۴۹ شعر ہیں اور اس کے مصنف سعادت یار خاں رنگین ہیں جو انشاء اللہ خاں کے بہت عزیز دوست تھے اور لکھنؤ کے بہت زود گو اور مشہور شاعر گزرے ہیں۔ یہ مثنوی چونکہ میری نظر سے گزری ہے اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہماری مثنوی سے مختلف ہے۔ دوسری مثنوی "قصہ جوان سوداگر" کے نام سے اور نواب اعظم الدولہ سرور دہلوی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ شاعر ایسے پرانے نہیں ہیں اور ۱۸۳۶ء کے بعد کے ہیں۔ میر کی مثنوی میں جو اس وقت بیان کی جا رہی ہے صرف ۱۱۳ شعر ہیں جس میں ایک ایرانی تاجر کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ چند شعر حسب ذیل ہیں۔

آغاز:

سنو اے دوستو نادر حکایت — بیاں راوی نے کی ہے یوں روایت
کہ ایراں میں کوئی رہتا تھا تاجر — اُسے آرام دنیا سب تھا حاضر

اختتام:

اگر تو نے جہاں سے رنج کھینچا — تو بسمل کر یقین دولت کو پہنچا
ہر آنکو رنج از دنیا کشیدہ است — با آخر گنج از دنیا کشیدہ است

جٹنی نامہ: یہ مثنوی اپنے لحاظ سے بہت اہم ہے یہ دو جاٹ عورتوں (جٹنی) کے متعلق لکھی گئی ہے جو کہ کسبیوں کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھیں اس میں دو رنڈیوں کے کردار اور آپس کے جنسی تعلقات کو بہت صفائی اور بے حجابانہ طور سے پیش کیا ہے۔ انگریزی زبان میں ان تعلقات کو Lesbianism کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے اس مثنوی میں اس کی سچی اور جاگتی تصویر پیش کی گئی ہے۔ چونکہ یہ کافی فحش ہے

اس لیے کاتب نے شروعات بجائے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" سے کی ہے۔ اس زمانے کا اگر ماحول مدنظر رکھا جائے تو اس طرح کے معیوب مضامین نظم کرنا کوئی بہت عجیب بات نہیں ہے۔ رئیسوں اور نوابوں کی دلچسپی کے لیے اس قسم کے مضمون لکھے جاتے تھے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ انھیں تک محدود رہتے تھے۔ اور بعد میں یہ مضامین منظر عام پر آئے۔ اس کو آج کل انگریزی زبان میں pornography کہتے ہیں اور ناولوں کی شکل میں بازاروں میں کھلے عام بکتی ہیں۔ سعادت یار خاں رنگین نے جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے اپنی مثنوی "سر باغ" میں دو عورتوں کے استلذاذ بالنفس کا مرقع بڑی استادی سے پیش کیا ہے اور ان کے جذبات اور حرکات کی زندہ تصویر کھینچی ہے۔ یہ مرحلے جسم کے آخری زمانے میں لکھنؤ میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لیے اگر میر نے بھی ایسے ہی ایک مضمون پر طبع آزمائی کی تو بعید القیاس نہیں سمجھا جا سکتا۔ ڈاکٹر جین کہتے ہیں کہ "جوں جوں میر صاحب کی عمر بڑھتی گئی ان کی مثنویوں کے افسانوں میں غیر فطری عناصر بڑھتے گئے۔ مثنوی "عشق افغان پسر" کے خاتمے میں انھوں نے ایک زندہ انسان اور ایک روح لطیف میں وصل کرا دیا۔ پھر اپنی مثنوی "مور نامہ" میں ایک حیوان اور ایک انسان کا معاشقہ پیش کیا ہے۔ "فیض میر" کے آخر میں جو چند لطیفے ہیں اس میں بعض بہت فحش ہیں اس سے اس زمانے کا مذاق معلوم ہوتا ہے۔" اس بات سے یہ شبہ اور بھی دور ہوتا ہے کہ شاید میر اس مثنوی کے مصنف نہ ہوں۔ اس مثنوی میں ۱۴۵ اشعار ہیں:

آغاز
عجب سیر دیکھی ہے اک میں نے آج — پر آتی ہے کہتے ہوئے شرم و لاج
ہوا ایک کوچے میں میرا گزر — گیا ایک معشوق کے آج گھر

اختتام
سنوارے خدا ساری دنیا کے کام — ہوا جھٹنی نامہ یہاں سے تمام

شراب نامہ یہ مثنوی شراب کے متعلق لکھی گئی ہے اور اس کے برے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مختلف طبقے کے لوگ شراب کو کن کن زاویوں سے دیکھتے ہیں یہاں بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی میں ۱۴۳ اشعار ہیں:

آغاز
ارے ساقی اے غیرت آفتاب — کہاں تک پیوں خون دل کی شراب
کبھو ساغر و بادہ کا دید ہو — محرم ہمارا کبھو عید ہو

اختتام
گلے لگ کے مینا کے ٹک روئیے — فسانہ بھی آخر ہے اب سوئیے

آخر میں یہ بتانے سے قاصر نہیں رہوں گا کہ میری تحقیق میر کے کلام پر بہت زیادہ گہری نہیں ہے اسلئے ممکن ہے جو بحث اوپر کی گئی ہے اسمیں خامی ہو اور لوگوں کو اتفاق نہ ہو۔ اسلئے اب ناقدین پر چھوڑتا ہوں کہ اس مضمون پر توجہ دیں اور آگے روشنی ڈالیں۔

نوٹ: جھٹنی نامہ کا مسئلہ تو واضح ہے [illegible] ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اری ساقی ای غیرت آفتاب — کہاں تک پئیں جوندل کی شراب

کبھو ساغر بادہ گہ دیتی ہو — محرم ہمارا کبھو عید ہو

تری عشق تیر کم سازی تری — کہ ہی کھیلنا جی پی تازی تری

تجھی سی ہی اب رخ رنگ زرد — تجھی سی مرے دل میں اوٹھتا ہی درد

تجھی رات کا رد دبیدار ہی — تجھی رشتہ تسبیح و زنار بستی

تجھی سی ہی بلبل کو نوحہ گری — تجھی سی ہی قمری کمی خاکستری

ترا ضرب دریا کو بہتی ندی — ترا شور صحرا کو ریتی دی

تمنا ... شاد منا ... ہی — تجھی سی مرا سینہ جند ناب ہی

تمنا ہو ہولی کیا ہی ... شب — تجھی سی ہی ... آئی بھری امید

تجھی ... بوتہ ... صحرا و بد — تجھی سی ہی فرہاد کو جان بہ مرد

تجھ سی کھلی غنچہ ہی خستگی | تجھی سی ہی وابستہ دلبستگی
تجھی سی اہی واثق یہ احوال بد | غرض نیکیاں ہیں تری لا تعد
تجھی سی دل عاشقاں ہی کباب | تجھی سی ہی پروانہ آتش کا باب
ترا کام دنیا ہی بدنامیاں | تری ریجھ دیکھی ہیں ناکامیاں
تجھی سی پریشان ہیں یار لوک | تری تیغ سی زخمی ہیں یار لوک
تجھی میں ہیں یہہ کار پردازیاں | کہ عاشق سی ہر آن ہیں جانبازیاں
تجھی لیکی چشمی کا سودا رہا | ولیکن ترا راز رسوا رہا
لیا اپنا عاشق سا ہی کھینچ | تری آگ تم ہر دل دیا ہی سمجے
ترا ہی نمک خوار ہی زخم دل | کہ مرہم سی بیزار ہی زخم دل
تجھی بت ترکا نسی اہیہ ربیع اتیاب | کہ مشکل ہوا ہی مجھی جنبوا اشک
کدہر ہی تو اے ساقی لعل فام | یہ لغزش ہی تجہ بن نہ ہی کلام
کہاں تک کوئی کھا خون دل کو جی | کوئی کیوں کہ اس رنگ عالم میں جی

انجام داستان جوانی و مآل اضطراب آن نہال از دست داد

کسو منبر سی روایت ہی ایک | کہ درویش سی یہہ حکایت ہی ایک
کہ اک جاک میں ہیں مضطر کیا | جوان ایک دامان مفت مارا گیا
وہ جس طور مارا گیا ہوں | تعجب میں دیکھی کہاں تک رہوں
سزاوار گجہہ اودسکی جی یہہ ہوا | مصیبت زدہ ہی اجل کیوں موا

اوٹھا سیر کو نکلا میں ایک روز پشیمانی اوسکی ہی مجکو ہنوز

نظر جا پڑی جو مری ایک سو سر راہ تھا تھا ایک خوبرو

فقیروں کی سی جوڑی ایک اوسکا لباس گلی بن نمایاں مکلف لباس

سراوپر تھا کاسہ ایک اوسکی جم مثل ایکھی مونہ جون گرد سیم

جوانی کی گلشن کا وہ تازہ غنچہ گل کری جسکی خاک قدم غازہ تھا گل

لقب اوسکا دیوانہ عشق تھا کہ شہرت میں افسانہ عشق تھا

اوسی کی سی متعدد تک سب کہیں سدا اوسکا مونہہ و بکیشی سی زیست

وہ ایک دردمندا بکار تھا دردمن چرخ جلاتی تھی ستارہ اوسی پر دلاغ

ولی اوسکی دلمیں ایک آتش نہاں تھی کہ دیکھی جلا جس میں کیا ستارہ تھا

نہ تب آرام جا تھی اوسی اضطراز سراپا تلک ایک دل بیقرار

نہ کچھ ہوش تھا گر جانا اوسکو تھا تشتہ نہ مرجانی کا اوسکو تھا

نہ طاقت تھی تن میں نہ کچھ جسم تاب نہ دل پا میں نی صبر و آرام و خواب

سر راہ دل تھمے تھمے لیکی نہ کہتا تھا مرجاتی بس تیکی

سن ایسی تو کل عشق کہ بیکلی رہا کرتی ماتم سراوہ سکلے

دل و ہوش و صبر و تواں و حواس رہیں اوسکی وحشت میں رہی داس

نہ ناموس کا ننگ نی نام کا میرا دست دشمن تھا آرام کا

شب و روز فریاد کرنا اوسی گئی ہار اکبدم میں مرنا اوسی

تماشے کا دیوانہ بیدا ہوا — زمانے کو جسدن تماشا ہوا

جو دم لیا طنز تیں تو شتابی کریا — تسلی دلکی جرانی کری

[illegible] زہ یا [illegible] کو — نزدیک [illegible] بسی زر [illegible] کو

کری [illegible] جتن [illegible] نپٹی ہدور — [illegible] ہو گیا ظہور

[illegible] — [illegible]

مد [illegible] — لباس [illegible] عریانی [illegible]

[illegible] — [illegible] کری [illegible]

[illegible] — چند [illegible]

[illegible] — قیامت [illegible]

وہ [illegible] — کمان [illegible]

[illegible] — [illegible]

ہوئے [illegible] گر [illegible] — مدہی [illegible] سجی ماہ سحر

ہوا ہر چند ہر صبح کو ہم طلول — ولیکن دعا کب ہوا اسکی قبول

نہ آنسو کو اوسکی تھی اوسے نظر — نہ آہ سحر میں تھا اوسکی اثر

کبھی تا رنگ روکیون برار ردہی — رکھی ہاتہ دلبر کے کہے دردہی

کری دیدۂ اشک افشان یہ ناز — بھری لخت دل لکھو سکی کہے باز

وہ کانداہ دی نقش تماکی نکش — کری تعزیہ خانہ دنیا کی نقش

کئی

سنی ان کسو کی نہ اپنی کہی — بیاں ہو سکا کچھ کہ دیکھی سہی

لیا ہاتھ میں پھر بادۂ شوق نے — مے سنی کا ہم کو بھی ذوق ہے

کھلا جا بجا سینے کا گل و بانگ عشق — کہ رو دیکھیں گے تب تک [illegible] عشق

یہ ہے شرح بیقراری اپنی جو ہے [illegible] — کہ در یہ [illegible] روش [illegible] نمود

یہ قصہ جتا ہم نے پیدا کیا — مجھیں بھی سخن کا بہا ہی تھوڑا

ولی گاہ وہ شمع مجلس فروز — کبھی ہیں پتنگا جا تھا وہ سینہ سوز

کہ حسن کا یہ مضمون تھا داستان — کہ جلی جاتی ہے تقریر آتشی جان

ترے آتش عشق سینہ [illegible] — کہ جلا جوں تن جلی جاتی آتش ہی

لطف [illegible] جلا [illegible] — کہ [illegible] کیوں طرح آب آتی [illegible]

ہزاروں [illegible] — ہوا ہوں میں [illegible]

ستا خواں [illegible] — کہ [illegible]

[illegible] — دل داغ دیدم [illegible] بھی قریب

جگر تو ہو مالی بہتا غم کی [illegible] — یہ دم بھی ہوا ہی کوئی دم کی [illegible]

رکھا بات دل [illegible] — بہرا حالک [illegible]

مسیحا نہ بھی اپنی [illegible] — کس از سینہ [illegible]

تو جب سینے [illegible] نظر آگئی — رہی اب تیغ [illegible] سر [illegible]

نہ نامہ نہ پیغام نی ار رسم و راہ — تو تہمت [illegible] جاتی ہی حالت تباہ

دل و دیدہ سب مدعی ہو گئی / تماشائی مجھ پر بہت رو گئی

گئی بار جان تب بہ آ پھر گئی / کہاں ہی تو بیکل ہوا پھر گئی

یہ حیران ہوں صبر آتا نہیں / تصور ترا جی سی جاتا نہیں

خراش جگر سی ہی چھاتی میں درد / کہ حسرت سی ہوا جی ہی رنگ زرد

زہا غزل ہی داد و بیداد یہاں / دل تنگ سی نکلی ہی فریاد یہاں

سر رہ مجھی تک آ دیکھ یہ حسرت حال / کہ ہوں نقش پائی طرح پائمال

تری درد و غم میں دن دیکھا / سنا ہی کیا نام پھر درد و فا

نہ آتا نظر ہی ادا ہی دلیف / نہ اتنا کہ جاتا رہی جی سی رنگ

تری غم میں ہی آفت روزگار / ہزار دل بلائیں ہیں وہاں روزگار

کہاں ہی وہ محفل نشین جفا / سر راہ بالان ہوں مثل درا

کہ اس طرز سی حال دیکھا تمام / خموشی کو پھر اس نی فرمایا کام

کہاں ہی وہ ساقی گل عذار / کہ دی مجھکو جام می خوشگوار

لکھوں قصہ عشق کی کیفیت و کم / قلم لی کی تو شاہد کی کچھ رقم

سنگ زردن درد عشق صاحب ان درد مند برای درمان درد مستمند

مجھی آہ ایک اوسکی دل کی لگی / کہیں تو کہ سینہ میں برچھی لگی

لگا زہرہ تاب دل اب ہو / لگا آگی جاکر میں بیتاب ہو

کہ ای ناز پرور دمہر و وفا / کو بھی اپنی جی پر کری ہی جفا

غنیمت ہی کہ جیتی ہی تو ہیکا جہان وگرنہ ہوئی ہی کیسا میں بجان
تلفظون کوئی جان کرتا نہین کوئی اس سلیقہ سی مرتا نہین
نہ دل ہو تو جام طلا بول ٹک تو مژگان لب تشنہ کو کہول ٹک
تو مہر خموشی کو اب دور کر سخن خون آلودہ مند کو نہ کر
سخن حسرت آلودہ کہنی لی آ ٹک ایک دل کی باتین تو باہر بہی لا
وگرنہ تو رگ رگ کی مرجائی گا یہہ عشق ہی کام اپنا کر جائی گا
تو ہی صرصر غم سی آتش بجان دیا سا نہ بجھہ جائیو ای جوان
تو اس شمع مانند زبان ٹک ہلا ای کس مجلس افروز سی تو جلا
تو کس آتش تند سی ہی نژند ترا دود دل یہہ ہوا ہی بلند
جلاتی ہی الفت تری میری تیئن کیا داغ کس شعلہ نی تیری تیئن
گہٹا پالی ہین تجکو ہر صبح و شام لگا میدہ تر تو ہی ماہ تمام
ترا درد پنہان ہی کو آشکار یہ مجہسی ہان کر کہ ہون راز دار
کہین دل لگا ہو تو یہہ مجہسی کہہ کہون اوسنی جا کر غمین تو نہ رہ
جہانکو مجہی بہیجئی وہان جاون کا کہی گا جو کام تو بجا لاون کا
تو حور بہشتی ہی تو تری یار کرون مین ملک کی طرح وہان گذار
ذرا جانی کیا جی مین بات آگئی کہ میری یہہ دلجوئی نہی بہا گئی
یہہ سنکر جوان زخود رفتہ نی جگر سوختہ دردل آشفتہ نی

کیا سوز و لکو لبوں پر نمود — زباں تاب کہانی لگی جیسی دود

سخن موتی لاکی نمود ار کچھ — دکھا بخت نہ کرلی گفتار کچھ

کہ حسن سی یہ منتی ہوئی مستفاد — یکہ الغیاث ار دل نا مراد

بجو دیو کی میری کا ہی بدن نظیر — تو جہاں آیات مکی ہی تک قصد کر

نہیں آتی سکو لی پر کا ر کچھ حسب جو — سرا آپ تیر ساکی ہتی قید پر وف

زوال سی میری ورد یہ ہر جا کی کچھ — کہ تا جوال سی میری علی عل شبنرہ

تیری دامن سی تچھ بے بسم ا ہوا — میری کا سیر ہیں ہنگامہ برپا ہوا

تیری سیو دل آتی جلاتا مجھی — میری دل کی آتش نہ تو بجھی

تیری داغ آتشکدہ گرچہ ہم ان — ا نہ یہ کہا تیو کی جلا سا ہی گران

تسلی شکیبائی کی ہے سطلق نہیں — نہ ہر آپ تاب تنہائی کی مطلق نہیں

مری حسب تلک تن میں تاب و توان — اتو تہا تا تحمل کا نمد کر آن

شنائی سی یہ دیا قیا جام عشق — لگر لگتی نگاہوں میں ہیں جام عشق

ہوا خواب دیکا زیب جن تاب — ہو تک تلک ایک نکلانی شراب

ہنوز نیاز تیں نمادر و نیر تقریب جالی دواب کتاب او دار جا با شنیدن

کہا سی جو اکی عرض قند کر — کیا بندہ ترساکی دروازہ پر

سن آواز دستک کے ایک ہی حور — یہ جا دو سی نبتے با شعور

دو چار آکی ہسی ہوئی ایک بار — گیا حب کی دیکھی سی صبر و قرار

موئی دیکھی سی جب حقیقت عیاں
کہا منیں اے فرشتہ تہا حیران

نسر گیا ہی دیکھ ایسی آفت کی تین
فرشتہ ہی کہو مجھی عصمت کی تین

کہا منیں تمام جوں آیا بن
لگی کہنی حرف جوں سی سخن

نرہ نخت عاشق کی پر لٹکتی
کہ ایک عالم کی سرگشتگی

ندرو قامت اوسکا گردان کیا با ناز
قیامت کا ندا ہوا تہا نخاق

وہ نازان جدہر آتی تہی یا چلی
قیامت تہی آتی جلو مین چلی

نین کو سودائی اوس زلف باریک کا
ہر ایک کو سبب زنخ باریک کا

شکن اوسکی کاکل کی تہی دام بلا
ہر ایک حلقہ زلف کا دام بلا

بہولی کمان سی الگ زلف تار
اولیتی تہی دو ابرو کی جون برمار

اگر جو اوسکی چمک جلی تہی
مہ لو گردن کی دمایت خجالت تہی

تبسم وسکی ابرو دمیدہ دندان
کری آہ سلف ایک عالم نماز

کاتمعہ اوسکی ابرو کی عاشق کہیں
غضب تہا وسکی ترکان کی نسبت دشمن

زانمونی مستی کی اوس کی حرم
حرولی نہ عاشق کی مد لطر

کہنہ نہی سرخ خشم کی
طرحدار تہی انہی ہی خشم کی

سپیدہ اوسکی چشمک کی دستکان
نشانی نگاہون کی دلبستگان

مژہ ہو جب قتل ہمچو تیر
غرض تہی یہہ جب ایک ہی ترکش کی تیر

جیسی اوسکی غمزہ بہت کنتی سنان
نمایان ہوئی رب بہ مرک جہان

حسین یکھول نہتی دنس ہر تمرّد ذنی — کہ حسن بانی خوبان خوشا دلی
روان تن اوس سب لعل زوری ایک شم — یہ بہن جیسی تھی ردشن کہ تھی بیگ نسیم
وہ مردے کو زندہ دوبارا میو کریا — مسیحا جہاں سی کنارا کریا
پری منفعل رنگ رخسار سی — مخجل کبک انداز رفتار سی
خضر تشنہ اوسکی ہی دیدار کا — مسیحا شہید اوسکی بیمار کا
سو اوسکی باتوں کی سب تیں میں — جیسی مردہ بھی سنکی جی جاتی ہیں
عرض اور سب بولتی ہیں کہتی ہیں — مسیحا کی لب تو ہمن کہنی کرت
لب سیر تہا اوسکی دو گلرکت تر — چہی جنہیں دندان سلک گہر
تبسم میں ذرہ برق ابر بہار — دم حرف موتی کی تیغ ابدار
دہن غنچہ یا شگفتہ سی گل — تحن سیمرہ رد راہ ملک عدم
تبسم ذرا گر وہ گلشن کری — تو گلشن میں گل صد چمن عش کر کر
زنخ یا نہ دنیا کسوئی حور تن اوسکا حساب — نظر کرنہ تہری تو زلیخی معاف
کمر اوسکی ممکن نہیں ہاتھ آمی — مگر جا جسے دہشت غیب انسکو پائی
نرنگ صفائی فقیر تن یہ تہا — یکہ بلقیا کا جوانی اوسکا کردن تہا
کیا اوسنی پامال فتنوں کا جوتن — حنا اسکی پا بوسی تہیں گلفونکا چمن
دو داو سکی پانوں کی جھکی تیغ — تمیزی تہارے کا شب تہی کی تیغ
اگر جلوہ گر ہو وہ محشر خرام — تو معلوم ہی نیر جہان کا قیام

اوسی طور سی پائی نازسی | وہ مست سرانداز اندازسی
خراماں خراماں جدہر آگئی | قیامت ہی گویا ادہر آگئی
نہووی وہ دن جسمین ہووی نقاب | چلا جاوی ہو جیسی بدلی آفتاب
جو ڈالی اگر ہاتھ مین آستین | تو ہر دست ہوتی ہی گلچہ بہشت
ہوئی جس طرح اوسکی غنچہ دہان | نکالین بہت اوسنی دل اور زبان
تر خسم گویا وہ تلمی یدہ سلے | ستم یاد اوسکی تو جسم بلا جلے
جو آمد ہو اوسکی نصیب چمن | اگری تر گل نکل تہہ لپٹ کر چمن
گلی اوسکی فردوس کا تہا شرف | بہشت ایک کہتا تہا اوسکی طرف
زہی اوسکی یکدست گلزار تہی | نسیم چمن وہاں گرفتار تہی
گلی اوسکی وہ قتل گاہ عجیب | دکہاوی تہی جہاں خضر کو نصیب
دوہی جاتی ہوتی دل عاشقاں | اوسی رہ میں عاشق دلی عاشقاں
صبا گر ادہر دوڑتی ذرا دوڑ تہی فلک | تو ہمکنی زمین ہم دلی جائی جان
گئی بارکش وہاں لئی عمر زار | گئی حیران رفتہ ابی لی گئی
گئی لی وطن وہاں سفر کر گئی | سسکتی ہی اگتی لئی مر گئی
یہ ایک عالم رحمت کا جام لی | ہوا دار اوسکی لب بام سی
پہران کر وہ ساقی نشہ مین تری | گلابی سی موسیہ کو لگادی میری
مجہی مست اب سیہ دیکی کر | چلا ان جوانی قلم پہر یہی مطلب ادہر

باز گفتن درویش حال آن دست از جان شسته که ادھرات

سنا دہ جگر سوز پیغام حرب | کیے اس تا خوب سیمیں لعل لب
پڑھی ایک رباعی مگر اعتبا | کہ مضمون جس کا تھا یہ موزوں ہوا
کہ ہجران میں جو بیقراری کری | سر راہ فریاد و زاری کری
نپیونا ہی پایا ایسے ہمسایہ کو | بھلی موت ایسی فرومایہ کو
محبت کی رہ میں یہہ بھلا ہی کام | کہ سیں گذر جائیں ستابہ کام
یہیں تشریف الفتیں میں حسین | اگر ہیں اوہی ذم د السلین
نہ یہ چوم کی بحر کا پا سایل | تو پھر یہ ہو پایا ہی ادھکا وصال
دلیا ہیں جواب اوسی سیکر ادور | سر رہ نہا نا بال ہم درد محدر
حقیقت میاں کی جب اوسمجھی گیا | جوان دل ہمرستی ہی ایک ہی گیا
لیے ساتھ اوسکو ہی کی سر بجان | گرا خاک پر ہو کی ہمدم جوان
نگی تھا مگر رہ سفر کر گیا | کہ اکیلیات کی بات ... مر گیا
نہ دیرا دسکو ہرگز نہ ہوی جیسی یاسیر | مجھی بات کی کہتی لاگی بہی دیر
ہیں پڑی پائی میں جون بلبل ہوا | دیا ساجو جلتا تہا سو گل ہوا
یہہ میں واقعہ دیکھ کہبرا گیا | کہ لوناں یہ گل تازہ مرجہا گیا
نسو جہنا مجھی اندر کیہ آتش انسو ا | کہ کیچی میاں ظرف نالی ہیسی بجا
ملامت گردان اوسکو میں انکھیان | کہ ای حقیقت الی اوبکی جا

تیری یا ہز ہجا کا لوٹنا کیا   رہا ایک بی لنیہ اسمیں مارا گیا
رہی کر نمن خوبی بہ بچکو نظر   سہر کیا ایک تی تسی لذر
لعت خاک او سکی ہی دلت کا باب   تری آستان تن تی مٹی حراب
بہنہ مہرا ہیچ اودبر زوند ہوا   ادہر فراو سیگا فنا ہوا
بلاپشت قیا ماہ دمن ایک جام   کیا کا ستن ہی بیت ماہ تمام
کہان ہی دہ خون لبوتر سسی میا   کہ لی کر فغان لیچی مشل لی

خبر رسیدن وفات جوان نزد مخمور دمان دادن او و جانش عشوی پیدا

غرض جون توں کر قطع ہتی رہا کی   گیا ہی جہان منزل اوس ناہ کی
کی ادار دسنگت کی ماہ دلر   ہوی کر نمن القصہ سری خبر
در خانہ جیائی ایک جب زن   لگی کرنی حرف جوان سسی سخن
کہ کیون دوسری بار آیا ہی ہیان   شگونہ مکر ادر لایا ہی بیان
کوئی رہ گیا تھا سام خوان   جو لونہر شبالی سسی آیا بھلان
سنان کر جو کہتا ہی کنگو سنان   کہ ہی شکر غیرت آفتاب
کہا مت کہ ای سرزن کیا کہون   غزالہ اوس نوجوان کامین مون
سام دسگاد آیا تہا میں اکس ائی   کہ وہ دلی اجل مرتا ہی تنگ حلقی
سو ہانسی گیا اب لیکر جواب   کہ جس سی گلکتا تہا تازہ گلاب
نہی تاب حرف در شب اکلی مین   گیا غم نی تہا غم نت دیکہ تن

ز مشغول ہو گئین وہ زاری سی تھا — وہ بی تاب بے اختیار یکسی تھا

کبھی یہہ رشک پری اوسکی تئین — دیکھا وہی ہی غشوہ گری دیکھتا ہین

جو او سنی تیوری ایک انداز سی — کہا ہمزہ ہو گیا یون ناز سی

کہ خجل ہو تاب لانی کی تاب — شتابی سی مزا ہی بکتا جواب

ہوا سنی اوسکی ہین حرف زن — یہہ اوسکی زبانی کہا ہین سخن

جو ان سنتی ہی کرتی ابد پر نگاہ — پسر رہ گیا جانسی نہ کی راہ

یہی ماجرا کہتی آیا ہوں ہین — خبر اوسکی مرنی کی لایا ہوں ہین

کہا اوس سی کہ ای کشتہ غم کی جان — کیا اخوالام جیسی جوان

یہہ کہہ دس قدم وہ اوسی تہا ملی چلا — کہ ایک شور کانوں مین میری چڑا

کہ درتی لگی دلسی آواز آہ — لگا ہونی ہلچل مین عالم تباہ

صدا ایک نوحہ کی آنی لگی — کہ یعنی وہ دختر تھی فوکانی لگی

محبت نی کام اپنا پورا کیا — کہ اون دونو لعلون کا جوڑا کیا

قمران کر سخت نادم ہوا — کہ میری سبب دونو کا جی گیا

یہہ نہی جانی کہ یہی ساتی سنا — کہ مدلی ازک کی ہی ہمان دل بہا

دیلو دار رودی بیا کرہ تاک ہیش — نہ بیک گل اب تو ٹکی خاک مین

محبت کے بن جانہ کہا پیچ و تاب — یہہ ای میری عشق خانہ خراب

سنا ہی کہ ذرہ در بہکتا ہوا — بہ اس عشق نی شہر بسی کیا کیا

غزالاں ہی مجنوں کی تو حسرت مرا — ستی چشم لیلیٰ کو بھی ہی اثرا

کئی جان وامق کی کیں رنگ سیں — ہوا چاک عذرا کا سینہ تنگ سیں

کئی ارمل کی نیلا سیا او زہر — دمن ہی ہیولا زمین کی اوپر

ست عشق کی آگمیں جل گئی — بہت او بھی جانی بن چمنی گئی

اہی ماہتاب ذرہ اسی سی کباب — جلی ہی اسی رنگ میں آفتاب

گئی جل کی گنتی شنکون کی جان — چراغوں نی ایک دو دھواں ہی نشان

شبیہ رنگ او کتا ہی سرو سہی — دوہی رنگ قمری کا ہی خاکستری

بہوت رنگ بھی جیسی پروانی کا گل گئی — کنول کی منڈی یا اکتہ پھر کھل گئی

کچھ ہی بالا جمیل سنی ہی یادگار — حران اس چمن بیچ تی گل کی بہار

کہیں تیں ساقی دیا اب گلرنگ کو — کتا وہ بھی گر اس دل تنگ کو

گلی لک کی مینا کی رنگ ریزی — فسانہ بھی آخر ہی اب سو گئی

تمت بالخیر مثنوی ... تاریخ ... شہر ... ۱۲۹ ... غزلیات تمام ...

[illegible]

ذخیرہ

ریاض الرحمٰن قدوائی

ونگ کمانڈر جناب ریاض الرحمن قدوائی

(2/4/23 نیو حیدر آباد، لکھنؤ) کے پاس ایک عمدہ

ذخیرہ ہے جو اہم مطبوعات و قدیم مخطوطات پر مشتمل

ہے۔ ان کے ذخیرہ کی فارسی مخطوطات کی

فہرست پیش ہے۔

نمبر	عنوان	مصنف	کاتب	سن کتابت
۱	آتشکدۂ عشق	عرفی شیرازی	احمد زماں گجراتی	۱۱۳۱ھ
۲	اخلاق ناصری	حکیم نصیر الدین طوسی (م ۶۷۲ھ)	جان محمد	
۳	اکبر نامہ[1]	ابو الفضل		۹۹۳ھ / ۹۹۶ھ
۴	انشا	آنند رام مخلص	تمیز اللہ	۱۸۳۸ء
۵	بدیع القصص (سیف الملوک)	بدری ناتھ عاشق	شیام نارائن	۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء
۶	کارنامۂ عشق	آنند رام مخلص		۱۲۵۳ھ
۷	بوستان	مصلح الدین سعدی (م ۶۹۱ھ)	اودھو بہاری لال	۱۲۵۶ھ
۸	بہار بوستان[2]	ٹیک چند بہار	محمد عیسیٰ	۱۲۸۷ھ
۹	بہار دانش	شیخ عنایت اللہ کنبوہ		۱۲۰۶ھ
۱۰	بہار سخن[3]	محمد صالح کنبوہ (مرتب)		
۱۱	پنج رقعہ	ارادت خاں واضح		
۱۲	توقیعات کسریٰ[4]	مرزا جلال الدین طباطبائی	لالہ رام جی	۱۲۸۱ھ
۱۳	خلاصۃ الانشا	منشی بھگو رام	پنڈت برج ناتھ کول	
۱۴	دیوان اسیر	مرزا جلال اسیر یا مرزا مسعود اصفہانی م ۱۰۴۹ تا ۱۰۶۹ھ		

نمبر	عنوان	مصنف	کاتب	سن کتابت
۱۵	دیوان جامی	ملا نور الدین عبد الرحمٰن جامی	جلال الدین	۱۲۲۵ھ
۱۶	دیوان حافظ	حافظ شیرازی م ۷۹۲ھ	محمد قیام اللہ	۹۲۷ھ
۱۷	"	"	جگت نرائن	۱۲۳۲ھ
۱۸	دیوان خاقانی	افضل الدین بدیل ابراہیم بن علی نجار خاقانی م ۵۹۵ھ		ق ۱۱۰۵
۱۹	"	"	حاجی سبحان	۱۰۰۰ھ
۲۰	دیوان خجندی	کمال الدین مسعود خجندی م ۸۰۳ھ		
۲۱	دیوان سرور			
۲۲	دیوان سعدی	مصلح الدین سعدی (م ۶۹۱ھ)	جگت نرائن	۱۲۳۶ھ
۲۳	دیوان سنائی	حسین ثنائی مشہدی	ہرسکھ رام	۱۰۷۷ھ
۲۴	دیوان شاپور	منشی محمد کاظم بن محمد امین		
۲۵	دیوان شوکت بخاری	محمد شوکت بخاری	محمد طاہر اصفہانی	۱۱۰۱ھ
۲۶	دیوان عرفی	عرفی شیرازی		
۲۷	دیوان قاسم انوار	معین الدین علی التبریزی قاسم انوار		
۲۸	دیوان مشفقی			
۲۹	دیوان نظامی	حکیم ابو محمد الیاس گنجوی		

1. ہمراہ دو بخش پسر زادہ آصف خاں جعفر وزیر جہانگیر
2. ۱۸۶۹ء میں مصنف کے خود نوشتہ نسخے سے موازنہ کردہ۔ امیر خسرو کے نام منسوب
3. خطوط شاہجہاں بادشاہ بنام فرزندان اورنگ زیب، دارا شکوہ، مراد بخش وغیرہ تالیف در عہد شاہجہانی
4. خسرو نوشیرواں شاہان ایران کے متعلق احکامات۔

نمبر شمار	عنوان	مصنف	کاتب	سن کتابت
۳۰	دیوان نظیری	محمد حسین نظیری		
۳۱	دیوان واضح	علی اصغر واضح		
۳۲	دیوان واقف	نور العین واقف لاہوری		۱۲۵۱ھ
۳۳	رازنامہ یزدانی			۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء
۳۴	سکندر نامہ (ناقص الاول)			
۳۵	سہ نثر ظہوری	ملا ظہوری	مولوی حیات علی	
۳۶	شرح گلستان		محمد صدیق	
۳۷	شوارق المعارف	بہارامل	موتی لال کول	۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء
۳۸	طبقات اکبری	نظام الدین احمد بخشی		
۳۹	طلسم حیرت	مرزا عبدالقادر بیدل	عبدالرزاق	۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۳ء
۴۰	چہار عنصر (جزء ۱ تا ۲)	"	پنڈت شیو پرشاد	
۴۱	" " ۳ تمام	-	درگا پرشاد مدہوش	
۴۲	عیار دانش	ابوالفضل	امرناتھ زتشی	۱۲۸۵ھ
۴۳	فرہنگ جہانگیری	جمال الدین حسین انجو	محمد بیگ سرہندی	
۴۴	فرہنگ رشیدی (عربی ـ فارسی)	عبدالرشید حسینی	پنڈت جگت نرائن	۱۲۴۹ھ
۴۵	" (فارسی ـ فارسی)		گنگا رام	
۴۶	قول فیصل	امام بخش صہبائی		
۴۷	کلیات جامی	عبدالرحمن جامی		

نمبر شمار	عنوان	مصنف	کاتب	سن کتابت
۴۸	کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد غزالی	غلام علی آزاد بلگرامی	
۴۹	گلستان (ناقص الاول)	مصلح الدین سعدی	اودھ بہاری لال	۲ نسخے ۱۲۶۳ھ ۱۲۸۵ھ
۵۰	گل صوری (شرح گلستان عربی)	احسان اللہ ممتاز		۱۲۹۷ھ
۵۱	گیتا (منظوم ترجمہ فارسی)			
۵۲	لطائف اخبار	بدیع الزمان		۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲ء
۵۳	مثنوی مہر ناہید			
۵۴	مثنوی نل دمن	شیخ فیضی فیاضی	عزت سنگھ	۱۲۳۲ھ
۵۵	مثنویات	خواجو کرمانی	حسن محمد شریف	۹۷۴-۷۵ھ
۵۶	مجموعہ:			
(الف)	تنبیہ الغافلین	پنڈت رام کنور بسمل	شیام نارائن	۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء
(ب)	کشف الانوار		"	"
(ج)	رسالہ اصول دیکھی	باباچرن داس	"	"
۵۷	مجموعہ:			
(الف)	رسالہ فی بیان التوحید (جام جہاں نما)	شیخ علی		۱۰۳۷ھ
(ب)	شرح لوائح جامی	حسن ابو عبداللہ بن محمد القریشی		۹۸۴ھ

۱؎ مہر شنکر ناتھ صاحب۔ اہر خط شکست رضا گر مولوی حیات علی ۲؎ حاشیہ از حضرت قطب الدین بختیار کاکی و خان ۳؎ مہر محمد شاہ بادشاہ ۴؎ در جواب تنبیہ الغافلین مصنفہ خان آرزو ۵؎ مہر محمد سلیم سنہ ۱۲۶۰ھ
۶؎ مع نظم "تیر اندازی (اردو)" مولفہ شاہ افضل گوالیاری ۷؎ اندر دریں ۱۰۹۷ھ کے ایک نسخے سے نقل شدہ

۸؎ اس میں دارا شکوہ و اورنگ زیب کے درمیان تنازعہ کی تفصیل مندرج ہے
۹؎ مطلا و مزین بہ تصاویر چند۔ پانچ مثنویات: (۱) روضۃ الانوار (۲) گوہر نامہ (۳) کمال نامہ (۴) گل نوروز (۵) ہمائے ہمایوں

نمبر شمار	مضمون	مصنف	کاتب	سن کتابت
۵۸	مجموعہ:			
(الف)	صغیر جمیل	مولوی عبداللہ خان علی	شیام نرائن	۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۹ء
(ب)	صحت نادر علوی	"	"	
۵۹	مجموعہ:			
(الف)	وقائع خاقانی	افضل الدین بحار خاقانی م ۵۸۲ھ	میر محمد نرائن	۱۲۷۸ھ
(ب)	تحفۂ خاقانی	"	دھرم نرائن	۱۲۷۸ھ
۶۰	مجموعہ:			
(الف)	منشآت	ملا ظہوری	منشی محمد کاظم	
(ب)	اخلاق محسنی	کمال الدین حسین واعظ کاشفی		
(ج)	رقعات			
۶۱	مجموعہ:			
(الف)	فرہنگ	ابوالخیر اللہ ثنائی		۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء
(ب)	ترجمہ نصاب الصبیان	ٹیک چند بہار	ٹیک چند بہار	
(ج)	شرح بوستان	"	"	
۶۲	مجموعہ:			
(الف)	شبنم شاداب	نصیر تفرشی		۱۲۲۵ھ
(ب)	شرح رسالہ معمہ جامی	مولوی امام بخش صہبائی		
(ج)	شقاق الحق	شیخ علی حزیں		
(د)	حل مقامات			
(ہ)	نثر			

نمبر شمار	مضمون	مصنف	کاتب	سن کتابت
۶۳	مجموعہ:			
(الف)	رشک جواہر	مولوی امام بخش صہبائی	شیام نرائن	۱۲۸۱ھ
(ب)	دیوان صہبائی	"	امیر نرائن	۱۸۴۴ھ
(ج)	اعلاء الحق [1]	"	"	
۶۴	مجموعہ کتب جامی:	نورالدین عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ)		
(الف)	سلامان و ابسال			
(ب)	لیلیٰ مجنوں			
(ج)	تحفۃ الاحرار			
(د)	سبحۃ الابرار			
(ہ)	یوسف زلیخا			
۶۵	مجموعہ مثنویات:			
(الف)	لیلیٰ مجنوں	عبداللہ ہاتفی خرجردی	دانا کشن	۱۲۵۲ھ
(ب)	مرزا معز فطرت		رام کشن	"
(ج)	قصۂ تمیم (اردو)	میر تقی میر	"	"
(د)	جوش عشق (اردو)	"	"	"
(ہ)	شعلۂ شوق (اردو)	"	"	"
(و)	ناہید و اختر			"
۶۶	مجموعہ مثنویات			
(الف)	شیریں و خسرو	ہاتفی خرجردی		
(ب)	مثنوی	بو علی شاہ قلندر		۱۲۳۶ھ

[1] در جواب رسالہ شقاق الحق، مصنفہ شیخ علی حزیں

نمبر شمار	مضمون	مصنف	کاتب	سن کتابت
٦٧	مجموعہ منتخبات:			
	انتخاب دیوان:			
(الف)	مرزا معز فطرت			
(ب)	رضی دانش			١٢٣٣ھ
(ج)	آصفی			١٢٣٩ھ
(د)	عبدالقادر بیدل عظیم آبادی			
٦٨	مطلع السعدین[1]	پنڈت بیر شاہ کچرو	بیا رام	١٨٥٥ء
٦٩	مفید الانشا	منشی مجھی رام	رام کشن کچر	١٢٥٢ھ / ١٨٣٦ء
٧٠	[2]		پنڈت برج ناتھ کول	١٢٨١ھ
٧١	منتخب چراغ حیرت	سراج الدین علی خان آرزو	شنکر ناتھ زتشی	
٧٢	مینا بازار	ارادت خان واضح	واحد الدین عرف رمضان علی	١٢٣٥ھ
٧٣	نصاب الصبیان	ابو نصر فراہی (م ٦١٧ھ)	شبنم حامد علی	١٨٣١ فصلی
٧٤	وجیز الانشا			
٧٥	یوسف زلیخا	نورالدین عبدالرحمن جامی	احمد	١٢٠٨ھ

---

١ ١٨٧٠ء میں مصنف کی خودنوشت سے مقابلہ کردہ۔ ٢ لغت

جناب رئیس احمد نعمانی
دانش پژوه رشتهٔ فارسی تحقیقات زبان و ادبیات
دانشگاه لکھنؤ

سخنوران فارسی هند بعد از دکتر اقبال

○

قدمت همبستگیهای فکری و فرهنگی هند با ایران نیازی به آن ندارد که بازگو کرده آید. رواج شعر و شاعری فارسی در هند پیشینهٔ نزدیک به هزار سال را دارد.

ابوعبدالله روزبه نکتی و ابوالفرج رونی در قرن پنجم هجری زندگانی کرده اند. و این ابوالفرج همان فارسی سرای هندی است که انوری ابیوردی (پیامبر قصیده گویان ایران) استادیش را مسلم داشته و مستقیماً اشعار وی را مورد مطالعه خود قرار داده و از پیروی از سبک او اعتراف آورده است.

مسعود سعد سلمان از فارسی سرایان هند در قرن ششم هجری بوده است که اعیان شعر فارسی در ایران مانند کمال اصفهانی، امیر معزی و ظهیر نیشاپوری از سبک او تقلید نموده اند و سنائی غزنوی او را در شعر پیشوای کیهان گفته است.

قرن هفتم هجری سرایندگانی مانند شهاب الدین مهره بدایونی (استاد امیر خسرو)، ملک تاج الدین ریزه، فضلی ملتانی و عمید سرهندی را در دامن خود تربیت داده است.

چون نگاه به قرن هشتم هجری می کنیم، با استادان شعر فارسی از امثال ظهیر دهلوی، مطهر، بدر چاچی، ضیای نخشبی، حسن سجزی دهلوی، و امیر خسرو برمی خوریم. و امیر خسرو شاعری است که از نظر جامع بودن در کمالات متنوعه از سخنوران ایران هم کمتر کسی به پایهٔ وی رسیده باشد.

از شاعران فارسی هند در قرن نهم هجری میتوان تاج الدین فیروز شاه بهمنی و یوسف عادل شاه را نام برد.

از اعلام شعر فارسی هند در قرن دهم هجری طاهر دکنی، شهاب الدین معمائی، شیخ جمالی، قاسم کاهی، غیاث خواندمیر، جمال الدین عرفی، غزالی مشهدی، حسین مروی و صایب می باشند. و این صایب را ادوارد براون (نویسندهٔ تاریخ ادبیات ایران در چهار جلد) بر همهٔ شاعران ایران آن زمان ترجیح داده است.

شناخته ترین فارسی سرایان هند در قرن یازدهم هجری ابوالفیض فیضی اکبرآبادی، عبدالرحیم خانخانان، محمد حسین نظیری، نورالدین ظهوری، ثنائی مشهدی، قاسم ارسلان، نشانی و چندر بهان برهمن می باشند.

در قرن دوازدهم هجری داراشاه بدخشی، داراشکوه قادری، طالب آملی، جلال اسیر، حکیم رکنای کاشی ابوطالب کلیم، سعید سرمد، غنی کشمیری، ناصر علی سرهندی، افضل سرخوش، عبدالقادر بیدل، خان آرزو، علی حزین، غنیمت کنجاهی، اشرف مازندرانی، عاقل خان رازی، نعمت خان عالی، عطای تتوی، عبدالجلیل بلگرامی مظهر جان جانان دهلوی، آزاد بلگرامی، واقف بتالوی و میردرد دهلوی رونق بازار شعر فارسی را در هند برجا داشته اند.

از خلال قرن سیزدهم هجری باید مصطفی خان حسرتی، صدرالدین آزرده، میرزا غالب، حکیم مؤمن دهلوی، غلام امام شهید و امام بخش صهبائی را در ردیف برجسته ترین فارسی گویان هند یاد کرد.

از معاریف قرن چهاردهم هجری که هشت سال پیش پایان یافته است، باید عزیز لکهنوی، غلام قادر گرامی علامه شبلی نعمانی، طغرائی امرتسری و اقبال سیالکوتی را محبوب داریم.

○

دکتر اقبال سراینده ای است که در سراسر جهان شناخته می شود و سروده هایش با ادبیات عالیه جهانی همدوش می زند. ملک الشعرای ایران در عصر حاضر استاد فقید آقای محمد تقی بهار در یکی از منظومه هائی خود که با عنوان "سلام بهار به هند بزرگ" سروده، می گوید:

عصر حاضر خاصه اقبال گشت .:. واحدی کز صد هزاران برگذشت

ولی نباید گمان برد که با خاموش شدن چراغ زندگانی دکتر اقبال در ۱۳۵۷ هجری، شعله شعر فارسی نیز در این شبه قاره سرد شده است. در سطور آتیه فارسی سرایانی را نشان می دهیم که پس از درگذشت اقبال آتش شعر پارسی همچنان در هند زبانه کش داشته و می دارند تا بتوان معلوم داشت که شعر فارسی با حفظ مقام خود همچنان در فضای ادبی و فرهنگی هند تنفس می کند.

فارسی سرایان هند پس از درگذشت اقبال را میتوان به دو گروه دسته بندی کرد. دسته اول عبارت است. از سخنورانی که در ظرف پنجاه سال اخیر محفل شعر فارسی را در هند گرم داشته از دنیا چشم فروبسته اند مانند.

عبیدالله بسمل گرداسپوری، محمد داود خان اختر شیرانی ٹونکی، دکتر دین محمد تاثیر امرتسری، رضا علی وحشت

کلکته‌ای، محمد عمر رشتی انبالوی، عزیز الدین احمد عظامی جالندهری، مرتضیٰ احمد خان میکش جالندهری، عطاءالله شاه هاشم بخاری عظیم آبادی، محمد صادق فجلی شهری، محمد عنایت الله خان مشرقی امرتسری، ملک محی الدین قمر قمرازی کشمیری، محمد عبدالوهاب خان حاسم جےپوری، محمد ابراهیم تائب بجنوری، میرزا بیضا خان بیضا مروی امرتسری، عبدالحفیظ تاثیر جالندهری، تمنا عمادی پهلواروی، بشیشور پرشاد منور لکهنوی، تلوک چند محروم عیسیٰ خیلی، الهورام جوش ملسیانی، شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی، منظور حسین ماهر القادری بلندشهری، علی سکندر جگر مرادآبادی، عیسیٰ احمد بسمل تونکی، سراج الحق قمر مرادآبادی، محمد قائم تبسم داناپوری، عبدالسمیع خان نکهت شاهجهانپوری، محمد کفیل فاروقی بجنوری، اردشیر خامنع یزدی بمبوی، جگدیش سهای سکسینا شاهجهانپوری، محمد رمضان تبسم قریشی گجراتی، غلام رسول قوس حمزه پوری.

اما دستهٔ دوم تشکیل می‌یابد با شمول شاعرانی که هم زبان زیست می‌کنند و با کارهای ادبی و نثر مشغول و دیگر شعر فارسی را نیز به جهت ذوق و تنگ اندیشه و فرسوده خود شان خرم و شاداب می‌دارند. و از آن جمله باید نامهای زیر را یاد کرد:

محمد حسین مرتجی امرتسری، محمد احمد شبیر کیور تهلوی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم امرتسری، علی احمد علی عباسی امروهوی، محمد مهدی رئیس امروهوی، محمد انور نیر وزیرپوری، محمد یاسین خان ذهین آتی جبیوری، شرف الزمان انگلی گجراتی، محمد طلحه برق رضوی پهلواروی، سمیع الحق زیبا آروی، محمد عبدالرشید فیض آبادی، دکتر ستیانند جاوا رند اوکاروی دهلوی، محمد ستار عطاسرور مرزائی جبرگرامی، بانو طاهره سعید اکبرآبادی حیدرآبادی، غلام السیدین ناوک حمزه پوری، محمد نجیب الله نشتر صدیقی اورنگ آبادی، یوسف اقبال یوسف نگینه‌ای، حافظ عبدالمتین رسولی، محمد مسلم شبنم نوری بهیجانی لکهنوی، پروفیسور دکتر محمد ولی الحق انصاری لکهنوی، عبدالحفیظ نعیمی بلیجیتی، منظور علی کوکب قادری کوچی، مختار احمد خان ناظم میواتی سهسرامی، دکتر انوار الحسن انوار صدیقی لکهنوی، عابد حسین عابد عبدالله پوری فیض آبادی، دکتر سید ولی سوار تکافی سندهی دهلوی، کرشن موهن سیالکوتی، رام کرشن مضطر ککوروی، دکتر وحید اشرف مدراسی، رئیس نعمانی.

اکنون اگر بخواهیم در مورد هر یک از سخنوران نامبرده و دیگرانی که نامشان در اینجا نیامده سخن رانیم و نمونه‌ای از اشعارش بیاوریم، باید کتابی نزدیک به هشتصد صفحه‌ای بپردازیم. لذا لازم افتاد اینها را باز به دو گونهٔ دیگر صنف بندیم. بعضی افرادی که مستقیماً به زبان اردو شعر می‌سازند اما گاه گاهی به فارسی نیز طبع خود شان را آزمایند و در آخر مجموعه‌های اشعار اردوی شان سروده‌هایی به فارسی نیز دیده می‌شود و عدهٔ ایشان زیاد و ذکر آنها از مجال این مقال بیرون است.

اما صنف دوم که افرادش دارای مجموعه های شعر فارسی چاپی یا خطی مستقل هستند و شمارهٔ شان هم از افراد صنف اول کمتر است، در زیر به آوردن اسم و رسم و نمونهٔ شعر ایشان مبادرت ورزیده می شود.

بسمل گرداسپوری مولوی عبید الله بسمل متولد به ۱۸۵۱م و متوفی به ۱۹۴۸م مانند پدر خود با قادیانیها ارتباط داشته و عمر خود را در تبلیغ مزعومات قادیانی بسر برده. دیوان فارسی وی با عنوان "حیات بسمل" در قادیان انتشار یافته. غالب اشعارش را قالب مثنوی ریخته است:

ای نهان گشته از وفور ظهور   مانده مستور در سرادق نور
گر حجاب از رخ تو گردد دور   شپره وار خلق گردد کور
تو میانی به جان نهان در تو   آشکار و نهان عیان بر تو
از تو پیدا و در تو پنهانیم   تو سراپائی ما نمی مائیم   (از مناجات)

رونق انبالوی نامش قاضی محمد عمر بود، در سنه ۱۸۷۹م متولد و به سال ۱۹۰۷م متوفی گردید. از جملهٔ شاگردان داغ دهلوی شاعر معروف هند است. نسخهٔ خطی دیوان فارسی او در اختیار فرزندانش نگهداری می شود. در قصیده سرائی دستی بس رسا داشت:

زانکه فال لطف یزدان می زنم   خیزم و شبخون به رضوان می زنم
غلغله اندازم اندر قدسیان   روزن خون بر تن و رستان می زنم
با دل صد داغ عشق سرمدی   سکه در ملک سلیمان می زنم
گریه‌ام در دل شبهای تار   غوطه ها در آب حیوان می زنم   (از تشبیب یک قصیده)

عطائی جالندهری عزیز الدین احمد عطائی متولد به ۱۸۹۸م و متوفی در ۱۹۵۷م. شاگرد و جانشین گرامی جالندهری بود. در بیشتر انواع سخن طبعش را آزموده و شعر آبدار سروده است. دیوان فارسیش در انتظار چاپ است.

کسان که عهد به پیمانه و سبو بستند   ز حرف گیری اهل زمانه وارستند
کناره گیر از این رهزنان زهد فروش   فریب خوردهٔ غول ره طلب هستند
رقیب بود و صنم بود و بود بزم نشاط   ببین که من بر سیم دری فرو بستند
بتی قدان صنم بر شکیب دل بردند   دمی به پهلوی عاشق ببین که بنشستند

میکش درانی مرتضی احمد خان میکش متولد در ۱۸۹۹م به سال ۱۹۵۹م. علاوه بر آثار دیگر مجموعه ای

از شعر فارسی نیز دارد که تاکنون بچاپ نرسیده. غزل را بهتر از اصناف دیگر شعر می سراید:

مرا به عشق تو بر عاشقی مقام شده است — که خواب بر شب غمهای من حرام شده است
به این امید که از جلوه برخوردار شوی — ستاره تا به کشش گردش مدام شده است
ز راز درد دل در بارگاهت یک زبان گفتم — سخن از فرط شوق و حرف مطلب رایگان گفتم
زمین ساختم از حلقهٔ افکار مجبوری — تمنایم طلسمی بست و آنرا آسمان گفتم

هادی مچھلی شهری محمد هادی متولد به ۱۸۹۰ء و متوفی به سال ۱۹۶۲م از معاریف سرایندگان اردوی زبان خود بوده. علاوه دو دیوان اردو یک دیوان فارسی نیز دارد که هنوز در انتظار چاپ است:

گذر کند به من و بر من اعتنا نکند — ببین تغافل او با دلم چه ها نکند
نگاه او به دلم محرمانه می ریزد — چنانکه ذوق کرم را هم آشنا نکند
فدای سنگدلیهای قاتل خویشم — که سوی کشتهٔ خود چشم مهر وا نکند
امید می دهم با نگاه دل خواهد باز — که پیش او دل من چشم شوق وا نکند

قوس حمزه پوری سید غلام رسول قوس متولد به ۱۸۹۵م و متوفی به ۱۹۶۲م سراینده و نویسنده ای معروف از استان بهار و در زمان خود بوده. علاوه بر آثار نثر و نظم دیگر مجموعه ای از شعر فارسی نیز پدید آورده طبع او است که بعد از وفاتش توسط فرزندش شبیر احمد آقای ناوک حمزه پوری گردآوری شده و در آینده نزدیک بچاپ خواهد رسید:

الهی آفتاب طور گردان شمع محفلها — ز برق طور روشن کن چراغ خانهٔ دلها
کشود قفل طریقت کلید مستی ما — نمود راه حقیقت صنم پرستی ما
رسید باد به خلوت سرایهٔ دل ما — کشید سوی خودش جذب عشق کامل ما
برد به عرش برین نردبان پست مرا — نوید فتح و ظفر می دهد شکست مرا

مشرقی امرتسری محمد عنایت الله خان معروف به علامهٔ مشرقی متولد به سال ۱۸۸۸م متوفی به ۱۹۶۳م از رجال سیاسی و ملی آن زمان بوده. علاوه آثار دیگر دیوان فارسی او نیز باعنوان "خریطه" با انضمام دیباچه ای به زبان اردو به سال ۱۹۰۴م در امرتسر چاپ و منتشر شده و نمایانگر اندیشه های ملی و سیاسی او است:

مسلم خسته تن چه شد حشر بپا نمی کند — راه زمین نمی زند عزم سما نمی کند
عشوه گری که در زمین طرح نگند از چمن — دل به گلی نمی دهد یاد صبا نمی کند

مرد خدا که کوه را کرد چو کاه بتیشش — خوف خدنگ می کند، خوف خدا نمی کند

محمل شاهد شهی شد ز نظر نهان بسی — زان عجبی فراق هست، شور و عزا نمی کند

ناصح بجنوری محمد ابراهیم رضوی متولد به ۱۹۱۰م متوفی به ۱۹۶۷م. بیاض (جنگ) اشعار خطی او که دارای نزدیک به سه هزار بیت است در نزد احدی از دوستانش در کراچی نگهداری می شود. غزل از اوست می آرم:

سر راه کوی جانان شب و روز می خروشم — که به قیمت نگاهی دل و دین می فروشم

به رخ نگار ستم چو نگاه بر فکندم — زد و چشم ساغر منش زده است عقل و هوشم

همه دم به اضطرابم، بشود دگر قرارم — که ز آتش فراقش چو شراب کهنه جوشم

گل بوستان عشقم که به عشق پر بر میزنم — سر عالم تماشا کف دست گل فروشم

بیضا امرتسری میرزا بیضا خان بیضا مروی متولد در حدود ۱۹۰۵م و متوفی در سال ۱۹۸۰م دیوان فارسیش با عنوان "ید بیضا" در لاهور بچاپ رسیده است. در همهٔ اصناف شعر دست داشته ولی مستزادها را به ابتکار سروده است و اندیشه های ملی از اشعارش می زند:

قوم غافل چشم بگشا خواب را بدرود کن — زود کن، عاقبت محمود کن

از زیان خود را بر آر و اهتمام سود کن — زود کن، عاقبت محمود کن

منزلت افراد تو گم شد ز فقدان هنر — در نگر، بین به امعان نظر

جهد فرط از برای جستن مفقود کن — زود کن، عاقبت محمود کن

(از مستزاد با عنوان عاقبت محمود کن)

تاثیر جالندهری عبدالحفیظ تاثیر لودی متولد به سال ۱۹۰۰م و متوفی به ۱۹۶۲م، بالغ به سه هزار بیت به زبان فارسی دارد که نزد فرزندش به صورت نسخهٔ خطی در راولپندی موجود و در انتظار چاپ است:

کس نمی داند چه طرز زندگی داریم ما — در دل هر اشک سوز عاشقی داریم ما

پیر میخانه حدیث جام و می گفتی چه سود — یک نگاه مست ساقی را خریداریم ما

هر نفس بهتر شد از عمری ز فیض جلوه اش — صد هزاران زندگی در زندگی داریم ما

غنچه های حسرت آوردیم از گلزار حسن — تا نگوید کس که دامن را تهی داریم ما

نکهت شاهجهانپوری محمد عبدالسمیع خان نکهت متولد به ۱۹۰۵م و متوفی در ۱۹۸۲م که در

دانشکده دهلی. ایف شاهجهانپور استاد زبان فارسی بوده نزدیک به بیست اثر چاپی دارد و از آنجمله دو سه مجموعهٔ شعر فارسی نیز هست. در شعر عاشقانه و صوفیانه دست داشته:

جلوهٔ پر جمال او نیست ز جان من جدا	تابش مهر کی شود از تن خویشتن جدا
راهرو طریقتم، با غم منزلم چه کار	یا سر من به زانویش یا سر من ز تن جدا
زاهد تنگ دل نشد معتقد بهشت من	خام خیال کی شود از ره سوء ظن جدا
باده بگویم این سخن عالم تیره تر میرسی	نور حریم ناز او نیست ز چشم من جدا

قتیل داناپوری سید محمد قایم رضوی متولد در ۱۸۹۲م شاعر متصوفی بوده. علاوه بر آثار دیگر دو دیوان فارسی نیز یکی با عنوان "ساغر کیف" دومی با عنوان "خورشید سحر" دارد:

بی منت گشته تو به قید حیات نیست	لیکن شنیده ام که تو هم او را ممات نیست
بیجا است همچو کعبه نیمش تقدم دوست	بشکسته کی شود که دلم سومنات نیست
بیمن رخش به چشم حریفم جواب داد	در گنج نقد حسن به ملت زکات نیست
باشد مراد تو حصار ابد قرار	در چشم هوش دو در جهان جز تو ذات نیست

طاهره سعیده بانو طاهره سعیده که در آغاز قرن بیستم در آگره متولد شده و در لکهنؤ ارشد کرد و تحصیلاتش را نیز در همانجا فرا گرفت. مدتی را در ایران گذرانده و هم اکنون در حیدرآباد زندگانی می کند. بعلاوه دیگر آثار انگلیسی و اردو به فارسی نیز دیوانی دارد با عنوان "دل شب":

چه نعمت است دل بیقرار می دانم	وجود خود پی گیتی بهار می دانم
نگاه من چه تماشا کند به تاج محل	بنای زندگی نا استوار می دانم
سحر کجا که به شبنم نظر کنم گاهی	تمام ارض و سما اشکبار می دانم
میرسد دوست احسان را ز بیت جود	همیشه زیر قدم نوک خار می دانم

ولی الحق پروفسور دکتر محمد ولی الحق انصاری که از سلالهٔ ابوایوب رض صحابی معروف رسول ص است در سال ۱۹۰۲م متولد شد. هم اکنون بقید حیات و رئیس گروه فارسی زبان فارسی دانشگاه لکهنؤ می باشد. آثار متعددی در زمینهٔ شعر و ادب فارسی دارد. دیوان فارسی او با عنوان "شعله و رک" تازه از چاپ در آمده است.

هر آنچه نقش پذیر است نقش بر باد است | محو ثبات ز عالم که خود عدم زاد است

باشی در دام بلا، از سفلگان یاری مجوی | تا توانی آبرو را حفظ کن، خواری مجوی

محرم خویشتن بشو تا به او آشنا شوی | چون نرسی به کنه خویش، عارف او کجا شوی

تیغ نفاق در کمر، دشنهٔ کین در آستین | حال رفیق من نگر، وضع شفیق من ببین

رئیس نعمانی

رئیس احمد نعمانی که نگارندهٔ این مقال هستم، بر طبق گواهی نامهٔ آموزشگاه در پانزدهم مارس ۱۹۵۸م تولد یافتم. علاوه بر آثار فارسی و اردوی دیگر یک مجموعه از سروده های فارسی بنده با عنوان "برات معنی" به سال ۱۹۷۸م از چاپ بیرون آمده و توجهات خداوندان دانش و ادب فارسی هند و ایران را به خود جلب نموده:

رقیبان را نظر هست و نظر نیست | نگار من بشر هست و بشر نیست

خزان خوش است نه هنگامهٔ بهار خوش است | به موسمی که رسد یار در کنار خوش است

ز بسکه چشم مروت از آن و این دارم | به من نساخته، منت ز همنشین دارم

قتیل ذوق خودم داد از کجا خواهم | هلاک کرد مرا ذوق آشنا خواهم

منابع و مراجع این مقاله

(۱). رئیس نعمانی، حدیث حیات، لکهنو، ۱۹۷۹م. (۲). رئیس نعمانی، مجلهٔ عبارت، لکهنو، شمارهٔ مسلسل ۵-۹. (۳). رئیس نعمانی مجلهٔ عبارت، لکهنو، شمارهٔ مسلسل ۲۵-۳۰. (۴). رئیس نعمانی، مجلهٔ عبارت، لکهنو، شمارهٔ مسلسل ۳۱-۳۶. (۵). انجمن فارسی، مجلهٔ بیاض، دهلی شماره ۲ جلد ۱. (۶). مؤسسهٔ کیهان، مجلهٔ کیهان فرهنگی، تهران، شماره ۴ سال چهارم. (۷). دکتر سبط حسن رضوی، فارسی گویان پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۴م. (۸). دانشگاه پنجاب لاهور، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و هند جلد ۲، ۴، ۵. (۹). بدیع الزمان فروزانفر، سخن و سخنوران جلد ۱، ۲، تهران، ۱۳۵۰ش. (۱۰). دکتر هردل سدارنگانی، پارسی گویان هند و سند، تهران، ۲۵۳۵ شه

ڈاکٹر محمد عتیق الرحمن
اسسٹنٹ لائبریرین
خدا بخش لائبریری، پٹنہ

دیوان میر سید علی ہمدانی کا نسخہ خدا بخش

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کی طرف سے "احوال و آثار و اشعار میر سید علی ہمدانی" کے نام سے ۱۹۸۵ء میں فارسی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی جو ۴۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میر سید علی ہمدانی (۷۱۴-۷۸۶ھ) کے احوال و آثار نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ "مجموعۂ اشعار"[1] کے عنوان کے تحت ان کے تمام اشعار تحریر کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے ان کی غزلیں لکھی گئی ہیں جو "چہل اسرار" کے نام سے ہیں اور اکتالیس غزلوں پر مشتمل ہیں۔ یہ حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب ہیں اور "ردیف الالف" سے شروع ہو کر "ردیف الیاء" پر ختم ہوتی ہیں ان کے بعد رباعیات درج ہیں جن کی تعداد نو ہے۔ اخیر میں ایک بیت لکھی ملتی ہے۔

"مجموعۂ اشعار" کے مقدمہ میں اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر محمد ریاض نے برٹش میوزیم، تہران اور مزید دو قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے، جن سے استفادہ کر کے یہ "مجموعۂ اشعار" مرتب کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف کو مزید کسی نسخہ کا علم نہیں تھا۔ جب کہ اس کا ایک قدیم اور خوبصورت نسخہ "دیوان علی ہمدانی" کے نام سے خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں موجود ہے۔

خدا بخش کا نسخہ دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے جو چھوٹے سائز میں ۱۴ اوراق پر مشتمل ہے اس کے سرورق پر تین قدیم مہریں ملتی ہیں جو ناقابل قرأت ہیں۔ زریں اور خوبصورت نسخہ ہے۔ یہ نسخہ حروف ابجی کے لحاظ سے غیر مرتب ہے جو لام کی ردیف سے شروع ہوتا ہے اور جس کا مطلع ہے ؎

ای گرفتار عشقت فارغ از مال و منال ۔۔۔ والہ ان حضرتت را از خود و جنت ملال[2]

تاہم اس کے بعد الفبات اور دیگر ردیف کی غزلیں بھی ملتی ہیں۔ اس میں کل ۴۰ غزلیں ہیں اور اخیر میں ایک بیت موجود ہے جو اس طرح ہے ؎

داروی درد جانان سوز و گداز و زاری است ۔۔۔ منشور ملک عشقش اندوه و ذل و خواری است[3]

چونکہ اس بیت پر کتاب ختم ہو جاتی ہے اس لیے اس کے بعد ترقیمہ کی کوئی عبارت نہیں ملتی جس سے سال کتابت یا کاتب کے بارے میں کوئی حتمی بات کہی جا سکے۔

خدا بخش کے نسخہ میں جو غزلیں اور بیت درج ہیں وہ مذکورہ مطبوعہ کتاب میں بھی موجود ہیں۔ تاہم مقابلہ کرنے پر ان دونوں میں دو امور میں فرق و اختلاف پایا جاتا ہے جو اس طرح ہے۔

۱۔ دیکھئے مذکورہ کتاب ص ۳۴۵-۲۸۲ ۲۔ دیوان علی ہمدانی، مخطوطہ نمبر ۳۳۵ ق ۱ب ۳۔ ایضاً، ق ۱۴ب

(۱) مطبوعہ نسخہ میں دال کی ردیف کے تحت ایک غزل ملتی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

ارباب ذوق در غم تو آرمیدہ اند … از شادی و نعیم دو عالم رمیدہ اند[1]

اس غزل میں ۸ اشعار درج ہیں، جبکہ خدا بخش کے قلمی نسخہ میں ۹ اشعار ہیں۔ زاید شعر اس طرح ہے ؎

مرغان عشق را بدو کون التفات نیست … چون در فضای شوق تو روزی پریدہ اند[2]

(۲) خدا بخش اور مطبوعہ نسخہ میں جا بجا الفاظ کے استعمال کا فرق پایا جاتا ہے۔ کہیں کہیں خدا بخش کے نسخہ میں ایسے مناسب اور خوبصورت الفاظ ملتے ہیں جس سے اس نسخہ کی قدر و قیمت کافی حد تک بڑھ جاتی ہے جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ خدا بخش کا نسخہ لام کی ردیف سے شروع ہوتا ہے اس میں مندرجہ ذیل نشان زدہ الفاظ مطبوعہ نسخہ سے مختلف ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار حاضر خدمت ہیں:

عارفان وصف تو مغبوط اشراف ملک ∴ مدبران در گہت سرگشتہ چاہ ضلال (مطبوعہ: تیہ ضلال)

خامہ صنعت چو بست این امثال وجود ∴ مہر شد بر تختۂ غیب این مثال بے مثال (مطبوعہ: تمثال وجود)

ہر کہ بر خاک درت رہ یافت عزت یافتہ ∴ گر بیان وصف او افسردہ شد ہر مقال (مطبوعہ: فرسودہ شد)

بادہ نوشان عزت داؤد و معروف و جنید ∴ جان فروشان درت عمار و سلمان و بلال (مطبوعہ: دہت عمار)

دردی درد تو داروی دل ہر باخبر (مطبوعہ: ذرہ ای درد)

زیور ذکر تو زیب حال ہر صاحب کمال (مطبوعہ: جان ہر صاحب کمال)

در تمنای خیالت شد علائی جان فشان (مطبوعہ: وصالت)

تا چہ خواہد دید آخر زین تمنای محال (مطبوعہ: برد)

قلمی نسخہ کی آخری غزل میم کی ردیف پر مشتمل ہے۔ اسمیں مندرجہ ذیل نشان زدہ مقامات پر مطبوعہ نسخہ سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

ای رند روح پرور وای رشح روح تام (مطبوعہ: ای راح روح)

بوی حیات از نفست می دہد مدام (مطبوعہ: می وزد)

ہر صبحدم ز مجلس روحانیان قدس ∴ مستان عشق را تو دہی شربت عزام (مطبوعہ: مستقیان عشق تو را شربت مدام)

دریای جود را چہ زیان کردہ می شود (مطبوعہ: درگاہ جود)

کار دو کون جستہ از ین یک نظر تمام (مطبوعہ: کار دو کون اگر کنی از یک نظر تمام) ••

---

[1] احوال و آثار و اشعار میر سید علی ہمدانی ص ۵۳ ۔ ۵۲ … [2] دیوان علی ہمدانی، ق ۶ الف

جناب عمید الدین پھلواروی
[illegible]

قرآن کی چودہ قراءتیں

قراۃ قرآن سے واقفیت کے لئے عربی زبان اور اس کے لہجات اور تقسیم سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ عربی زبان اپنی اصلی شکل میں کس طرح وجود میں آئی اس کا یقینی پتہ لگانا بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ جس وقت اس کی تاریخ واضح شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے وہ اسلامی زمانہ ہے۔ اور اس وقت عربی زبان اپنے عروج کو پہنچی ہوئی تھی اس سے پہلے جن مرحلوں سے یہ زبان گزری ہے اس کے متعلق کوئی بات اب تک یقین سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ مگر اب مستشرقین اور آثار قدیمہ کے ماہروں نے یمن، شام، اور شمالی حجاز میں دریافت شدہ ان کتبوں سے جو پتھروں محلوں، لاٹھوں، چہار دیواریوں، گنبدوں اور قلعوں میں ملے ہیں علما نے اسے تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے جن میں مندرجہ ذیل تین لہجوں کا پتہ چلتا ہے:

۱۔ **جنوبی عربی لہجے:**۔ اس زبان کے کتبے یمن کے علاقہ قتبان اور سبا وغیرہ میں ملے ہیں۔ جہاں اس لہجے کا رواج تھا۔

۲۔ **شمالی عربی لہجے:**۔ اس زبان کے کتبے حجاز کے شمال میں ثمود کے رہنے کی جگہوں پر ملے ہیں۔

۳۔ **ارامی بنطی لہجے:**۔ یہ لہجے مندرجہ بالا لہجوں کے مقابلہ میں نئے ہیں۔

ان لہجوں کو لکھنے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان سب زبانوں کے لکھنے اور بولنے میں بڑا اختلاف تھا۔ مگر بعد میں حالات کے تقاضوں سے لہجوں کا یہ اختلاف مٹ گیا اور سب کا میل جول اور خاص طور سے دینی تقاضوں کے ماتحت ایک خوبصورت اور صاف ستھری اور شیریں زبان نکل آئی۔

اصل بات یہ ہے کہ عرب قوم ان پڑھ قوم تھی۔ قوموں اور گروہوں میں تعلقات اور ربط و ضبط قائم کرنے کی ساری بنیادیں مثلاً دین، تجارت یا حکومت وغیرہ، ان میں سے کوئی چیز ان میں ایسا میل جول اور تعلق نہ پیدا کر سکی جس سے آپس میں گہری تہذیبی اور لسانی لین دین پیدا ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف قبائل ایک ہی چیز کو مختلف ناموں سے پکارنے لگے اور ایک ہی مقصد کو ادا کرنے کیلئے علٰحدہ علٰحدہ طریقۂ ادا اختیار کرنے لگے۔ زندگی چونکہ خانہ بدوشانہ تھی، اس لئے ابتدا میں دوسروں سے اخذ کرنے کے مواقع بہت کم ملتے تھے۔ مگر جب

ان کا تعلق دوسروں سے ہوا تو ان کی زبان میں بھی ان قبیلوں کے الفاظ آنے شروع ہوئے۔ اور اس طرح ان کی زبان میں تبدیلی آنی شروع ہوئی۔ اور ایک ہی معنی کے لیے مختلف قبائل میں مختلف الفاظ اور تعبیریں آئیں۔ اور اس سے مترادفات کی کثرت ہوئی۔ پھر تعلیل وغیرہ کے اختلاف سے لہجوں میں بھی اختلاف ہو گیا۔ اس کے علاوہ بہت بڑا اختلاف بعض جملوں، بعض الفاظ اور حروف کے مروّج طریقوں کے علاوہ مختلف طریقوں سے ادا کرنے کی وجہ سے بھی پیدا ہوا۔ جیسے قبیلہ مازن کا "ابدال" کا طریقہ (وہ یہ ہے کہ یہ لوگ "م" کو بدل کر "ب" کر دیتے تھے اور "ب" کو بدل کر "م" کر دیتے تھے۔ چنانچہ "ما اسمک" کی جگہ "با اسمک" اور "بکر" کی جگہ "مکر" بولتے تھے) یا اتمام و نقص کا رواج جو قبیلہ خثعم اور "زبید" میں رائج تھا۔ (اور وہ یہ تھا کہ یہ لوگ "من" حرف جار کے "نون" کو حذف کر دیتے تھے اور "خرجت من البیت" کی جگہ "خرجت ملبیت" کہتے تھے) اور قبیلہ قضاعہ کا "عجعجہ" (وہ یہ کہ اگر کسی لفظ میں "ع" کے بعد "ی" آ جائے تو اس کو "ج" سے بدل دیا جائے، جیسے "راعی" سے "راعج" وغیرہ) اور قبیلہ حمیر کا "طمطمانیہ" (یہ "ال" کی جگہ "ام" بولنے کو کہتے ہیں، جیسے "البر" کو "امبر"، "الصیام" کو "امصیام" وغیرہ) ہذیلیوں کا "فحفحہ" (یہ "ح" کو "ع" بولنا ہے۔ جیسے "احل اللہ الحلال" کو "اعل اللہ العلال" بولنا۔) اور قبیلہ تمیم کا "عنعنہ" (اس میں لفظ کے شروع میں آئے ہوئے "ہمزہ" کو عین سے بدل دیتے ہیں، جیسے "أمان" سے "عمان"، "أن" سے "عن" وغیرہ) قبیلہ ربیعہ یا "اسد" کا "کشکشہ" (اس میں مؤنث حاضر کے "کاف" کو "شین" سے بدل دیتے تھے جیسے "علیک" سے "علیش" وغیرہ) اور قبیلہ طیٔ کا "قطعہ" (اس میں لوگ کسی بھی لفظ کے آخری حرف کو حذف کر دیتے تھے۔ جیسے "یا ابا الحسن" سے "یا ابا الحسا" وغیرہ)

قبائل کے مختلف لہجات میں اختلاف کے باعث عربی زبان دو حصوں میں تقسیم ہو گئی:

۱۔ جنوبی عربی زبان جو یمن میں رائج تھی۔ یہاں سبا اور حمیر کی زبان شامل تھی مگر فوقیت حمیر کی زبان کو حاصل تھی۔

۲۔ شمالی عربی زبان جو حجاز میں رائج تھی وہ عدنانیوں کی زبان تھی۔

جنوبی اور شمالی عربی زبانوں میں اختلاف کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان میں آپس میں سرے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ ان کا ایک دوسرے سے خاص رشتہ تھا۔ اور عرم کے سیلاب نے ان کو جزیرۃ العرب میں یکجا کر دیا تھا اور اسلام نے یمنی لہجہ کا خاتمہ کر کے قریشی لہجہ کو اجاگر کر دیا تھا اور اس لہجہ کو فوقیت حاصل ہو گئی تھی۔

کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں اترا اور دوسری تمام زبانیں اور لہجے ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئے اور اب صرف لہجہ قریش کی حکمرانی اور اس کا غلبہ ہو گیا جو قرآن کی وجہ سے اب تک جاری ہے۔

قریش کی زبان ہی قرآن مجید کی اصلی زبان ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خاندان میں پیدا ہوئے اور اسی میں رسول بنا کر بھیجے گئے۔

صوتی حلاوت، پاکیزگی، ساخت اور حسن ترتیب کے لحاظ سے یہ زبان عرب کی تمام زبانوں پر فوقیت رکھتی تھی۔ اور اس کو بولنے والا قبیلہ خانہ کعبہ کی ہمسائیگی، حاجیوں کی سقائی، خانہ کعبہ کو آباد کرنے اور اس کی خدمت کرنے کی وجہ سے تمام قبائل سے زیادہ معزز اور باشرف تھا، لیکن اس طرح قرآن مجید بنی سعد بن بکر کی زبان میں بھی نازل ہوا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاندان میں دودھ پیا۔ اور یہ زبان قبیلہ ہوازن کی زبان میں سے ایک فصیح ترین زبان تھی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں عرب کا سب سے زیادہ فصیح اللسان شخص ہوں، اس لئے کہ میں قریشی ہوں اور بنی سعد میں پلا ہوں۔

ان زبانوں کے علاوہ قرآن مجید میں عربوں کی دوسری مقامی زبانوں کے بھی کچھ الفاظ آئے ہیں جیسے "لایلتکم من اعمالکم" میں "یلتکم" بنی سعد کی زبان کا لفظ ہے۔ پھر غیر عربی الاصل الفاظ بھی سو سے اوپر آئے ہیں جو فارسی، رومی، بنطی، حبشی، عبرانی، سریانی اور قبطی زبانوں کے ہیں۔ مثلاً "الاستبرق" (کمخواب)، "السندس" (ریشمی کپڑا)، "القسطاس" (ترازو)، "الزنجبیل" (ادرک) وغیرہ جنہیں عربوں نے اپنی زبان میں شامل کر لیا جن کے باعث وہ عربی زبان کے الفاظ بن گئے۔

بعثت نبوی کے اوائل تک عربی کے مختلف مقامی زبانوں کا باہمی امتزاج اور لہجوں کا باہمی اتحاد اپنے پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا بلکہ لوگوں کی زبانوں پر مختلف لسانی خامیاں باقی رہ گئی تھیں، مثلاً اماله (زبر کو زیر کی طرف مائل کر کے پڑھنا جیسے رکاب سے رکیب، کتاب سے کتیب، حساب سے حسیب وغیرہ)، اظہار (نون کو اپنے اصلی مخرج سے بغیر کسی تبدیلی کے ادا کرنا) و ادغام (ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ ملا کر پڑھنا جیسے مِنْ مُّرْتَابٍ) مد (آواز کھینچنے کا نام ہے۔) و قصر (بغیر کھینچے پڑھنا) اور ہمزہ کو پیش دینا وغیرہ۔ اس کا مکمل ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ تقاریر ہیں جو آپ نے دوسرے علاقوں سے آنے والے وفد کے سامنے فرمائیں۔ قریشی زبان سے اس کا اختلاف اس حد پر پہنچ گیا تھا کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفد بنی نہد سے خطاب کرتے ہوئے سنا تو کہنے لگے: یا رسول اللہ!

ہم ایک باپ کی اولاد ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ عرب کے آنے والے وفود سے ایسی زبانوں میں ہمکلام ہوتے ہیں کہ ان کا بیشتر حصہ ہم نہیں سمجھتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "ادبنی ربی فاحسن تأدیبی" یعنی مجھے میرے پروردگار نے ادب سکھایا ہے اور اس نے میری بہت اچھی تربیت کی ہے۔

جب قرآن مجید قریش کی زبان اور ان کے لہجے میں نازل ہوا تو عرب کے دیگر قبیلے قلیل مدت میں اپنی زبانی خصوصیت اور مادری لہجے کو بدلنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور انہوں نے قرآن مجید کو اپنی لسانی خامیوں کے مطابق پڑھنا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لوگوں کی سہولت اور قرآن مجید کی تلاوت کو آسان بنانے کے لئے ان کی تمام قراتوں کو برقرار رہنے دیا۔ اہل علم اس کی صحت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہشام بن حکم کو سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ میں ان کی قرات کو بغور سننے لگا۔ میں نے دیکھا کہ اپنی تلاوت میں بہت سے ایسے تلفظ انہوں نے ادا کئے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پڑھائے تھے۔ میں نماز ہی میں ان پر ٹوٹ پڑتا لیکن میں نے ان کے سلام پھیرنے تک صبر کیا۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کا گریبان پکڑ لیا اور کہا: تمہیں یہ سورہ کس نے پڑھائی ہے جو میں نے ابھی تم کو پڑھتے ہوئے سُنی؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے یہ سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا! تم جھوٹ بولتے ہو۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ سورہ پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور کہا! اس شخص کو میں نے اپنے طریقے کے خلاف سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے حالانکہ مجھ کو آپ ہی نے سورہ فرقان پڑھائی ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے ہشام تم سورہ فرقان پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے اس طریقے سے پڑھ کر سنائی جیسا کہ میں نے انہیں پڑھتے سنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اسی طرح یہ نازل کی گئی ہے۔ پھر فرمایا! اے عمر تم پڑھو، تو میں نے اس طریقے سے پڑھا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو پڑھائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا! اس طرح یہ نازل کی گئی ہے۔ پھر فرمایا! یہ قرآن سات احرف میں نازل ہوا ہے ان میں سے جو حرف بسہولت ادا ہو سکے پڑھو۔ احرف سے مراد یہاں وہ مقامی زبانیں ہیں جن کے تلفظ اور لب و لہجہ میں عرب والوں میں اختلاف تھا۔

مفتوحہ علاقوں کے وسیع ہوتے، عربوں کے ممالک میں منتشر ہوتے اور نئے نئے فرقوں کے پیدا ہونے سے جب زبانیں حد سے زیادہ خراب ہو گئیں، فطری صلاحیتیں بگڑنے لگیں اور دلوں میں کجی پیدا ہو گئی تو بچے

سے نا واقفیت لہجوں اور ادائیگی حروف میں سخت اختلاف سے کچھ ایسی قرأتیں بھی ظہور پذیر ہوگئیں۔ جنہیں نہ تو عربی زبان کی تائید حاصل تھی نہ صحت سند کی اور نہ ہی مصحف کے رسم الخط کی۔

لہٰذا پہلی صدی میں ایک جماعت نے تمام قراءتوں کو قلمبند کرنے نیز ان کے تمام تر وجوہ شمار کرنے اور ان کے مذاہب کو بیان کرنے کا پختہ عزم کیا، چنانچہ ان قراءتوں کو ایک مستقل فن کی شکل دی۔ اسی جماعت اور اس کے بعد کے طبقہ میں سے سات اشخاص بہت زیادہ مشہور ہوگئے، جن کی طرف آج تک یہ قرأتیں منسوب کی جاتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابو عمرو بن العلاء (م ۱۵۴ھ)

۲۔ ابو الحسن علی بن حمزۃ الکسائی (م ۱۸۹ھ)

۳۔ حمزۃ بن حبیب الزیات (م ۱۵۶ھ)

۴۔ عبد اللہ بن کثیر (م ۱۲۰ھ)

۵۔ عاصم بن بہدلہ الاسدی الکوفی (م ۱۲۸ھ)

۶۔ عبد اللہ بن عامر الیحصبی (م ۱۱۸ھ)

۷۔ نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم اللیثی المدنی (م ۱۶۹ھ)

یہی وہ سات قرأتیں ہیں جن کی صحت پر تمام ائمہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ ان کے علاوہ تین قرأتیں اور بھی ہیں جو صحت اور تواتر میں ان کے برابر کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کے اصحاب مندرجہ ذیل ہیں

۸۔ ابو جعفر یزید بن القعقاع المدنی المخزومی (م ۱۳۰ھ)

۹۔ ابو محمد یعقوب بن اسحق الحضرمی البصری (م ۲۰۵ھ)

۱۰۔ ابو محمد خلف بن ہشام بن ثعلب البزاری البغدادی (م ۲۲۹ھ)

ان کے علاوہ بھی کچھ اشخاص ہیں جن کی قراۃ یا تو پہلے سے ہی ٹھیک تھی یا پھر انہوں نے اپنی سابقہ قرات سے تائب ہو کر صحیح قراءتوں کو اختیار کر لیا۔ وہ لوگ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۱۔ ابو عیسیٰ بن مینا بن وردان ملقب بقالون (م ۲۲۰ھ)

۱۲۔ ابو سعید عثمان بن سعید القرشی المصری ملقب بورش (م ۱۹۷ھ)

۱۳۔ ابو عمر حفص بن سلیمان بن المغیرہ (م ۱۸۰ھ)

۱۴۔ ابو عمرو عبد اللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان (م ۲۴۲ھ)

۱۵۔ ابو بکر شعبہ بن عیاش بن سالم الازدی الکوفی (م ۱۹۳ھ)

۱۶۔ ابو الحارث لیث بن خالد البغدادی (م ۲۴۰ھ)

۱۷۔ ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ السلمی الدمشقی (م ۲۴۵ھ)

ان قرائے کرام کے علاوہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، شام، یمن، بغداد، اور مصر وغیرہ کے اور بھی بہت سے قرا ہیں۔

قرآن کی چودہ قراآتیں جن اشخاص کی طرف منسوب ہیں ان کے اسما مع راوی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابو عیسٰی بن مینا بن وردان ملقب بقالون بروایت ابی نشیط والحلوانی۔

۲۔ ابو محمد خلف بن ہشام بن ثعلب البزاری البغدادی بروایت اسحٰق وادریس۔

۳۔ ابو محمد یعقوب بن اسحٰق الحضرمی البصری بروایت رویس وروح۔

۴۔ ابو جعفر یزید بن القعقاع المدنی المخزومی بروایت عیسٰی ابن وردان وسلیمان۔

۵۔ ابو الحسن علی بن حمزۃ الکسائی بروایت ابن الحارث۔

۶۔ ابو عمرو بن العلاء بروایت السوسی والدوری۔

۷۔ ابن محیص محمد بن عبد الرحمٰن بروایت البزی وقنبل۔

۸۔ ابو الحسن بن شنبوذ الیزیدی و یحیی بن المبارک بروایت سلیمان بن الحکم واحمد بن فرح۔

۹۔ الحسن البصری بروایت شجاع بن ابی نصر البلخی والدوری۔

۱۰۔ الاعمش سلیمان بن مہران بروایت حسن بن سعید المطوعی وابن الفرج۔

۱۱۔ عاصم بن بہدلہ الاسدی الکوفی بروایت ابی بکر شعبہ بن عیاش وحفص ابن سلیمان۔

۱۲۔ عبد اللہ ابن عامر الیحصبی بروایت ہشام وابن ذکوان واصحابہم۔

۱۳۔ عبد اللہ ابن کثیر بروایت قنبل والبزی۔

۱۴۔ نافع بن عبد الرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی المدنی بروایت قالون وورش۔

قرآن مجید کی حفاظت اور صیانت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے اور حفاظت اور صیانت کے

معنی یہ ہیں کہ اس میں اس طرح کے اختلافات رونما ہوں گے جو اس کے مرتبہ استناد کو گزند پہنچانے کا باعث بن سکیں۔ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اشوشہ، اعراب اس طرح محفوظ و مسطور ہے اور تواتر لئے ہوئے ہے کہ اس میں اس نہج کے اختلافات کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

قرآن شریف دو شکلوں میں ہمارے سامنے ہے۔ ایک شکل مکتوب قرآنی کی ہے اور ایک ملفوظ قرآنی کی ہے۔ ملفوظ قرآن ایک ہی انداز کا حامل ہے۔ لیکن مکتوب قرآن مجید میں اسلوب کتابت کے باعث بعض الفاظ کی کتابت بوجوہ مختلف ہوگی۔ مثلاً "یمحوا اللہ مایشاء ویثبت" (الرعد/۱۳) میں لفظ "یمحو" "واؤ" کے ساتھ ہے اور "ویمح اللہ الباطل" (شوریٰ/۲۴) میں "واؤ" کے حذف کے ساتھ مکتوب ہے۔ اور اسی طرح سورہ بقرہ کی ۲۴۷ آیت "وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم" اور سورہ اعراف کی ۶۹ ویں آیت ہے۔ "وزادکم فی الخلق بصطۃ" دونوں جگہ صرف کتابت کا فرق ہے معنی کا نہیں۔

عہد رسالت میں قرآن کی یہ شکل نہ تھی جو اب ہے۔ بلکہ اس وقت اصحاب حفظ کر لیا کرتے تھے یا پتوں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ عہد صدیقی میں ہی ان سبھوں کو یکجا کر کے ایک مجموعی شکل دی گئی۔ پھر عہد عثمانی میں جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بصرہ، کوفہ، رے، شام وغیرہ میں لہجوں کے اختلاف کے مطابق قرآن پڑھنے میں اختلاف کرتے دیکھا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آکر اطلاع دی۔ چنانچہ انہوں نے ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس سے قرآن کا وہ نسخہ منگوایا جو عہد صدیقی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے زیر اہتمام جمع اور مرتب ہوا تھا۔ اور اس کی نقلیں تیار کرا کر تمام علاقوں میں اس حکم کے ساتھ بھجوائیں کہ ہر شخص اس کے موافق قرآن نقل کرائے اور پہلی جو نقل جس کے پاس ہو وہ جلا دی جائے۔ کوفہ میں جب قرآن مجید پہنچا تو صحابۂ کرام بہت خوش ہوئے لیکن عبداللہ ابن مسعودؓ نے اپنی ہی قراءت پر اصرار کیا۔

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ فن ترقی کرتا گیا اور مختلف دور میں اس فن میں تصنیفات ہوتی رہیں اور علما اس کی خدمت پر مامور ہوتے رہے۔ انہیں میں سے ایک احمد بن محمد الدمیاطی ہیں۔ ان کا پورا نام احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الدمیاطی الشافعی ہے۔ شہر دمیاط میں ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ انہوں نے علوم قراءت میں اپنا ایک مقام حاصل کیا۔ اور علماء کے درس میں شریک رہے۔ اپنے وقت کے بہت ہی جید عالم تھے۔ ان کی شہرت عالم کے تمام حصوں میں ہوئی۔ اور دور دور کے طلبہ آپ کے درس میں

شریک ہوئے، طریقت صوفیا میں نقشبندیہ سلسلہ کے حامی تھے۔ علم فقہ میں المزاحی کے شاگرد تھے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے، اور وہیں علوم کے انوار سے لوگوں کو منور کرتے رہے۔ اور اسی انہماک زندگی میں ۳ محرم الحرام ۱۱۱۷ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، اور جنت البقیع میں سپرد خاک کئے گئے۔

آپ ہی کی ایک تصنیف "اتحاف فضلاء البشر بالقرات الاربعۃ عشر" ہے جس میں آپ نے قراءۃ کے تمام پہلوؤں پر مدلل روشنی ڈالی ہے اور لفظی اختلافات کو نحوی اور اصطلاحی دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ آیتوں میں کوفی، بصری اور حجازی اختلافات کو بیان کیا ہے۔ اور علیحدہ علیحدہ تمام سورتوں کو بالترتیب مع لفظی اختلاف اور اظہار، ادغام، اشمام، استیناف اور حروف کے صفات کی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ وہ الفاظ جو قرآن مجید میں مختلف سورتوں میں آئے ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ لفظ کن کن سورتوں میں کس طرح آیا ہے۔ ایسے الفاظ جن کی قراءۃ میں بسبب نکات اختلاف ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یوصی بہا او دین: (نساء/۱۲): ابن کثیر، ابن عامر، ابن محیص کے نزدیک بفتح الصاد، مثلاً یُوصَی، اور حسن بصری بفتح الواو اور کسر الصاد مشددہ (مثلاً یُوَصِّی) اور باقی تمام لوگوں کے نزدیک بکسر الصاد (مثلاً یُوصِی) پڑھنا صحیح ہے۔

(۲) یغشیکم النعاس (انفال/۱۱) (الف) ابن کثیر، ابن عمرو، ابن محیص اور یزدی کے نزدیک بفتح الیاء، سکون الغین اور فتح الشین مع الف کے پڑھنا صحیح ہے۔ جیسے یَغْشَاکُمُ (ب) نافع، ابو جعفر، حسن بصری کے نزدیک ضم الیاء، سکون الغین اور کسر الشین مع الیاء سے پڑھنا صحیح ہے۔ جیسے یُغْشِیکُمُ (ج) اور باقی لوگوں کے نزدیک ضم الیاء، کسر الشین مشددہ مع الیاء درست ہے۔ جیسے یُغَشِّیکُمُ وغیرہ۔

(۳) جذوۃ (القصص/۲۹) عاصم کے نزدیک بفتح الجیم جیسے جَذْوَۃ، حمزہ اور اعمش کے نزدیک بضم الجیم جیسے جُذْوَۃ اور ان لوگوں کے علاوہ جمہور کے نزدیک بکسر جیم پڑھنا درست ہے جیسے جِذْوَۃ۔

(۴) غشاوۃ: (بقرہ/۷) حسن بصری بغین مہملہ مضمومہ اور جمہور کے نزدیک بغین معجمہ مکسورہ صحیح ہے۔

(۵) وما یخدعون الا انفسہم (بقرہ/۹): نافع، ابن کثیر، ابو عمرو کے نزدیک بضم الیاء، فتح الخاء مع الف اور کسر الدال کے ساتھ پڑھنا صحیح ہے جیسے یخادعون اور ان کے نزدیک موزوں دلائل کے سبب یزدی جیسے محتاط قاری نے بھی ان لوگوں کی رائے سے ہی موافقت کی ہے۔ لیکن باقی لوگوں کے نزدیک

بفتح الیا، سکون الخا اور فتح الدال کے ساتھ جائز ہے۔ جیسے یخدعون

(۶) الصابئین: (بقرہ/ ۶۲، حج/ ۱۷): نافع اور ابوجعفر کے نزدیک بدون ہمزہ (یعنی حذف ہمزہ) کے صحیح ہے۔ لیکن ان کے علاوہ جمہور کی رائے ہمزہ کے ساتھ ہے۔

(۷) وان یاتوکم اساری تفادوھم وھو محرم علیکم (بقرہ/ ۸۵): حسن بصری، اعمش کے نزدیک بفتح الہمزہ وسکون السین بدون الف کے صحیح ہے۔ اور جمہور کے نزدیک بضم الہمزہ، وفتح السین مع الف کے پڑھنا درست ہے۔

(۸) "من کان عدوا للّٰہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللّٰہ عدو للکافرین" (بقرہ/ ۹۸): نافع، قنبل، ابن شنبوذ اور ابوجعفر کے نزدیک ہمزہ بعد الف بغیر یا کے صحیح ہے۔ اور یہ بعض عرب کی زبان ہے۔ لیکن ابوعمرو، ابوجعفر، یعقوب اسے حذف ہمزہ اور یا کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۹) اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم (الممتحنہ/ ۴): ابن عامر کے نزدیک 'الیا' کی جگہ 'الف' پڑھنا صحیح ہے۔ جیسے ابراھام اور جمہور کے نزدیک یا کے ساتھ درست ہے جیسے ابراھیم۔

(۱۰) ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض (بقرہ/ ۲۵۱)
ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع (حج/ ۴۰) نافع، ابوجعفر، یعقوب کے نزدیک کسر الدال اور الف بعد الفا پڑھنا صحیح ہے اور ان کے علاوہ جمہور کے نزدیک فتح الدال اور سکون الفاو کے ساتھ جائز ہے۔

(۱۱) وخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک (آل عمران/ ۲۶۰) ابوجعفر، رویس اور اعمش کے نزدیک کسر الصاد کے ساتھ پڑھنا جائز ہے جیسے "فصرھن الیک" اور باقی تمام لوگوں کے نزدیک ضم الصاد کے ساتھ پڑھنا جائز اور درست ہے۔

(۱۲) ایحسب الانسان أن یترک سدی (القیامہ/ ۳۶) ابن عامر، عاصم، حمزہ، اور ابوجعفر اور حسن بصری اور مطوعی کے نزدیک فتح السین کے ساتھ علم لیعلم کے وزن پر صحیح ہے۔ اور یہ بنی تمیم کی زبان ہے۔ اور باقی لوگوں کے نزدیک کسر السین کے ساتھ درست ہے اور یہ اہل حجاز کی زبان ہے۔

(۱۳) "وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم" (بقرہ/ ۲۴۷) "وزادکم فی الخلق بصطۃ

(اعراف/۹۹) ابوعمرو، ہشام، رویس اسے دونوں جگہ سین کے ساتھ ہی پڑھتے ہیں اور یزیدی اور حسن بصری نے بھی ان لوگوں کی قراءۃ کو ہی قبول کیا ہے۔ لیکن ابن شنبوذ اسے دونوں جگہ صاد کے ساتھ پڑھنا صحیح کہتے ہیں۔

(۱۴) وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدهم شیئاً (آل عمران/۱۲۰) نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، ابن محیصن اور یزیدی نے اسے کسر الضاد اور جزم الراء کے ساتھ پڑھا ہے۔ لیکن باقی لوگوں نے ضم الضاد اور رفع الراء مشددہ کے ساتھ پڑھنا روا رکھا ہے کیونکہ دونوں جماعتوں کے درمیان اس لفظ سے متعلق نحوی اختلاف ہے اور اپنے اپنے اجتہاد سے پڑھنا قبول کیا ہے۔

(۱۵) والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتاب الذی انزل من قبل: (نساء/۱۳۶) ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابن محیصن، یزیدی اور حسن بصری نے ضم النون والهمزہ اور کسر الزاء کے ساتھ دونوں جگہوں پر پڑھا ہے۔ لیکن باقی تمام لوگوں نے فتح النون والهمزہ والزاء کے ساتھ دونوں جگہ پڑھا ہے۔ یہاں بھی ان لوگوں کے درمیان نحوی اختلاف ہے اور اپنے اپنے اجتہاد کو اختیار کیا ہے۔

(۱۶) ولقد آتینا داؤد زبوراً (نساء/۱۶۳، اسراء/۵۵): حمزہ نے اسے ضم الزاء کے ساتھ پڑھا ہے لیکن باقی تمام لوگوں کے نزدیک فتح الزاء کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔

(۱۷) شنآن (مائدہ/۲): ابن عامر، ابوبکر، ابن وردان اور حسن بصری نے اسکان النون کے ساتھ پڑھنا صحیح کہا ہے کیونکہ یہ ہاشمی روایت ہے اور باقی تمام لوگوں کے نزدیک فتح النون کے ساتھ درست ہے اور یہ سائر الرواۃ ہے۔

(۱۸) الاوّلین (المائدہ/۱۰۷): ابوبکر، یعقوب، اعمش اور حسن بصری نے اسے جمع پڑھا ہے یعنی تشدید الواو، کسر اللام اور فتح النون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور باقی لوگوں نے اسے مثنیٰ یعنی تشدید الواو، فتح اللام اور کسر النون کے ساتھ پڑھا ہے۔

(۱۹) واللہ ربنا (انعام/۲۳): حمزہ، کسائی، اعمش نے نصب الباء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی تمام لوگوں نے کسر الباء کے ساتھ پڑھنا درست کہا ہے۔ دونوں جماعتوں کے نزدیک نحوی اختلاف ہے۔

(۲۰) اتحاجونی (انعام/۸۰) نافع، ابن ذکوان، ہشام اور ابوجعفر نے اسے نون خفیفہ کے طور پر پڑھا ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی تمام لوگوں نے اسے نون ثقیلہ پڑھا ہے۔ دونوں گروہوں کے نزدیک صرفی اختلاف ہے۔

(۲۱) **منزل من ربك** (الانعام/۱۱۴): ابن عامر اور حفص نے "ر" کو تشدید پڑھا ہے اور تمام لوگوں نے "ر" کو تخفیف کے ساتھ ادا کرنا صحیح قرار دیا ہے۔

(۲۲) **لیضلون** (الانعام/۱۱۹) **ربنا لیضلو** (یونس/۸۸) عاصم، حمزہ، کسائی اور حسن بصری نے دونوں جگہ ضم الیاء کے ساتھ پڑھنا صحیح کہا ہے۔ لیکن مطوعی نے صرف سورۃ یونس میں فتح الیاء کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی تمام لوگوں نے دونوں جگہ "فتح الیاء" ہی پڑھا ہے۔

(۲۳) **عما تعملون** (الانعام/۱۳۲، هود/۱۲۳، نمل/۹۳): ابن عامر نے تینوں جگہوں پر فعل خطاب ہی پڑھا ہے لیکن حسن بصری نے انعام اور ہود میں فعل خطاب پڑھا ہے مگر نمل میں فعل غیب پڑھنا درست کہا ہے۔ اور باقی تمام لوگوں نے تینوں سورتوں میں فعل غیب پڑھنا روا رکھا ہے۔

(۲۴) **یغشی اللیل** (اعراف/۵۴، الرعد/۳): ابوبکر، حمزہ، کسائی، یعقوب، حسن بصری اور اعمش کے نزدیک فتح الغین اور تشدید الشین کے ساتھ پڑھنا صحیح ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس لفظ میں صرفی اجتہاد کیا ہے۔ اور باقی تمام لوگوں نے اسے سکون الغین اور تخفیف الشین کے ساتھ پڑھنا روا اور درست کیا ہے۔ ان تمام لوگوں کے نزدیک اس لفظ کے ادا کرنے سے متعلق صرفی اختلاف ہے۔

(۲۵) **یقتلون ابناءکم** (اعراف/۱۴۱): نافع نے فتح الیاء، سکون القاف اور ضم التاء مخففہ کے ساتھ پڑھنا درست کہا ہے۔ اور باقی تمام لوگوں نے ضم الیاء و فتح القاف اور کسر التاء مشددہ پڑھنا صحیح اور روا رکھا ہے۔

(۲۶) **یمدونهم** (اعراف/۲۰۲): نافع، ابوجعفر نے ضم الیاء اور کسر المیم کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کے علاوہ تمام لوگوں نے فتح الیاء اور ضم المیم کے ساتھ پڑھنا درست کہا ہے۔

(۲۷) **ولا تحسبن الذین کفروا** (انفال/۵۹، نور/۵۷): ابن عامر اور حمزہ نے فعل غیب پڑھا ہے اور باقی لوگوں نے فعل خطاب پڑھا ہے۔

(۲۸) **من ولایتهم** (انفال/۷۲) **هنالك الولایة** (کہف/۴۴): حمزہ، اعمش اور کسائی نے دونوں جگہوں پر کسر الواو پڑھا ہے۔ اور ان کے علاوہ لوگوں نے دونوں جگہوں پر فتح الواو پڑھا ہے۔

(۲۹) **ترهبون** (انفال/۶۰): رویس نے اسے تشدید الہاء کے ساتھ پڑھا ہے تُرَهِّبُون، حسن بصری نے فعل غیب بالتشدید پڑھا ہے اور باقی تمام لوگوں نے تخفیف الہاء کے ساتھ پڑھنا درست بتایا ہے۔

(۳۰) **یعمر مساجد الله** (التوبہ/۱۷): ابن کثیر اور ابوعمرو، یعقوب، ابن محیص اور یزیدی نے

مسجد کو مفرد ہی پڑھا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ تمام لوگوں نے مسجد کو جمع پڑھا ہے اور اس میں مسجد حرام کو بھی داخل کیا ہے۔

(۳۱) عشیراتکم (توبہ/ ۲۴) ابو بکر نے الراء کے بعد الف پڑھا ہے۔ یعنی عشیراتکم حسن بصری نے اسے جمع تکسیر پڑھا ہے۔ عشایرکم اور جمہور نے ان لوگوں کے علاوہ مفرد یعنی بغیر الف کے پڑھا ہے یعنی عشیرتکم

(۳۲) لا ایمان لہم (توبہ/ ۲) : ابن عامر نے یہاں ہمزہ کو زیر پڑھا ہے اِیمان لیکن جمہور نے ہمزہ کو زبر پڑھا ہے اور یمینی کی جمع أیمان کہا ہے۔

(۳۳) یضل (توبہ/ ۱۱۵) حفص، حمزہ، اور کسائی نے ضم الیا اور فتح الضاد کے ساتھ پڑھنا صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن یعقوب حسن بصری اور مطوعی نے ضم الیا اور کسر الضاد کے ساتھ پڑھا ہے۔ جب کہ باقی تمام لوگوں نے فتح الیا اور کسر الضاد کے ساتھ پڑھنا روا رکھا ہے۔ ان تمام لوگوں کے نزدیک نحوی اختلاف ہے اور اپنے نحوی اجتہاد کو اختیار کیا ہے۔

(۳۴) وکلمۃ اللہ (توبہ/ ۴۰) : یعقوب، حسن بصری اور مطوعی نے "التاء" کو زبر اور جمہور نے "التاء" کو پیش ہی پڑھا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے۔

(۳۵) دائرۃ السوء (توبہ/ ۹۸، فتح/ ۶) ابن کثیر، ابو عمرو، ابن محیصن، یزدی نے دونوں جگہوں پر "سین" کو پیش پڑھا ہے اور ان کے علاوہ لوگوں نے "سین" کو زبر پڑھا ہے۔

(۳۶) متاع الحیوۃ الدنیا (یونس/ ۲۳) : حفص، حسن بصری نے "عین" کو زبر پڑھا ہے اور باقی لوگوں نے "عین" کو پیش پڑھا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک نحوی اختلاف ہے۔

(۳۷) مما تجمعون (یونس/ ۵۸) : ابن عامر، ابو جعفر، رویس اور حسن بصری نے اسے فعل غیب پڑھا ہے یعنی یجمعون اور ان کے علاوہ جمہور نے فعل خطاب یعنی تجمعون پڑھا ہے۔

(۳۸) مجراھا (ھود/ ۴۱) : حفص، حمزہ اور کسائی اور شنبوذی نے امالہ کے ساتھ "میم" کو زبر پڑھا۔ (مَجراھا) اور اُن کے علاوہ لوگوں نے "میم" کو پیش پڑھا ہے (مُجراھا)۔

(۳۹) فلا تسئلن (ھود/ ۴۶) نافع، ابن کثیر، ابن عامر، ابو جعفر اور ابن محیصن نے فتح اللام اور تشدید النون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور باقی تمام لوگوں نے "لام" کو سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

(۴۰) الا امرأتک (ھود/ ۸۱) ابن کثیر، ابو عمر، ابن محیصن، یزدی اور حسن بصری نے "تا" کو پیش پڑھا ہے اور باقی لوگوں نے "تا" کو نصب پڑھا ہے۔

(۴۱) **ھیت** (یوسف/۲۳) : نافع، ابن ذکوان اور ابوجعفر نے "ہا" کو زیر "یا" کو سکون اور "تا" کو زبر پڑھا ہے۔ یعنی ھِیتَ اور ابن محیصن نے "ہا" کو زبر "یا" کو سکون اور "تا" کو زیر پڑھا یعنی ھَیتِ

(۴۲) **قال رب السجن** (یوسف/۳۳)، **فلبث فی السجن** (یوسف/۴۲) : یعقوب نے "سین" کو زبر اور جمہور نے "سین" کو زیر پڑھا ہے۔

(۴۳) **خیر حفظا** (یوسف/۶۴) : حفص، حمزہ، کسائی، ابن محیصن اور شنبوذی کے نزدیک فتح الحاء مع الالف اور کسر الفاء کے ساتھ صحیح ہے جیسے حافظا اور باقی لوگوں کے نزدیک "کسر الحاء" اور "سکون الفاء" کے ساتھ پڑھنا صحیح ہے۔ جیسے حِفْظًا۔ دونوں جماعتوں کے درمیان نحوی اختلاف ہے۔

(۴۴) **فنجی** (یوسف/۱۱۰) : ابن عامر، عاصم اور یعقوب نے ایک نون سے اور "جیم" کو تشدید کے ساتھ اور "یا" کو زبر کے ساتھ پڑھنا صحیح قرار دیا ہے۔ اور ابن محیصن "نون" اور "جیم" کو زبر بغیر تشدید کے پڑھا ہے اور باقی لوگوں نے اسے دو "نون" "مضموم ساکنہ اور جیم مکسورہ خفیفہ کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اور اسی کو روا رکھا ہے۔ مندرجہ بالا تینوں جماعتوں کے درمیان نحوی اور صرفی اختلاف ہے۔

(۴۵) **ام ھل تستوی** (رعد/۱۶) : ابوبکر، حمزہ، کسائی اور اعمش نے اسے فعل غیب یعنی یَسْتَوِی پڑھا ہے۔ لیکن باقی لوگوں نے اسے فعل خطاب یعنی تَسْتَوِی پڑھا ہے۔

(۴۶) **یسقی** (رعد/۴) ابن عامر، عاصم، یعقوب اور ابن محیصن اور حسن بصری نے "یا" کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یُسقی ان کے علاوہ باقی لوگوں نے "تا" کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تسقی۔

(۴۷) **وصدوا** (رعد/۳۳) ، حمزہ، کسائی اور یعقوب نے "صاد" کو پیش پڑھنے پر اتفاق کیا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ باقی لوگوں نے "صاد" کو زبر پڑھنے پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

(۴۸) **خلق السمٰوات والارض وخلق کل دابۃ** (ابراہیم/۳۲) : حمزہ، کسائی، حسن بصری اور اعمش "خا" کو الف کے ساتھ اور "لام" کو زیر کے ساتھ اور "قاف" کو پیش کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک وہ اسم فاعل ہے جیسے خَالِقُ اور باقی لوگوں نے "خا" "لام" اور "قاف" کو زبر پڑھا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے فعل ماضی ہونے پر متفق ہیں۔ جیسے خَلَقَ۔

(۴۹) **ربما** (حجر/ ۲) نافع، عاصم اور ابوجعفر کے نزدیک "با" بغیر تشدید کے

صحیح ہے۔ لیکن ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے نزدیک تشدید کے ساتھ درست ہے۔

(۵۰) والذین یدعون (نحل/ ۲۰): عاصم، یعقوب اور حسن بصری نے یار الغیب کے ساتھ پڑھنے پر اتفاق کیا ہے لیکن باقی لوگوں نے تار الخطاب کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی پر متفق ہیں۔

(۵۱) لایھدی من یضل (نحل/ ۳۷) عاصم، حمزہ، کسائی، حسن بصری اور اعمش نے "یار" کو زبر اور "دال" کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی لوگوں نے "یار" کو پیش اور "دال" کو زبر پڑھا ہے۔ کیونکہ دونوں جماعتوں کے درمیان نحوی بحث میں اختلاف ہے۔

(۵۲) نسقیکم (نحل/ ۶۶ ،مومنون/ ۲۱) نافع، ابن عامر، ابوبکر اور یعقوب کے نزدیک دونوں جگہوں میں "نون" کو زبر پڑھنا صحیح ہے لیکن باقی لوگوں کے نزدیک "نون" کو پیش کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔ دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے نحوی استدلال کو ثبوت بنایا ہے۔ جیسے نَسقیکم، نُسقیکم۔

(۵۳) ضیق (نحل/ ۱۲۷ ،نمل/ ۷۰): ابن کثیر اور ابن محیص "ضاد" کو زیر کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہیں لیکن ان کے علاوہ لوگوں نے "ضاد" کو زبر پڑھنے پر اتفاق کیا ہے۔ جیسے ضَیق / ضِیق۔

(۵۴) یلبثون (اسراء/ ۷۶): ابن وہب نے "یار" کو پیش اور "لام" کو زبر اور "بار" کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے یعنی یُلَبِّثُون اور وہ اس طرح پڑھنے میں منفرد ہیں۔ اور جمہور نے اسے "یار" کو زبر، "لام" کو سکون اور "بار" کو بغیر تشدید کے ساتھ پڑھنا صحیح کہا ہے جیسے یَلْبَثُونَ۔

(۵۵) تفجرلنا (اسراء/ ۹۰): عاصم، حمزہ، کسائی، یعقوب، حسن بصری اور اعمش نے "تار" کو زبر، "فار" کو سکون اور "جیم" کو پیش بغیر تشدید کے پڑھا ہے۔ جیسے تَفْجُرُ اور باقی لوگوں کے نزدیک "تار" کو پیش اور "فار" کو زبر اور "جیم" کو تشدید کے ساتھ زیر پڑھا ہے جیسے تُفَجِّرُ۔

(۵۶) لایشرک فی حکمہ: (کہف/ ۲۶): ابن عامر، مطوعی اور حسن بصری کے نزدیک تار الخطاب سے پڑھنا صحیح ہے جیسے لاتشرک لیکن باقی لوگوں کے نزدیک نحل غیب پڑھنا صحیح ہے جیسے لایشرک۔

(۵۷) مما علمت رشدا (کہف/ ۶۶) ابو عمرو، یعقوب، حسن بصری اور یزیدی نے "رار" اور "شین" دونوں کو زبر پڑھنے پر اجتہاد کیا ہے جیسے رَشَدًا۔ لیکن ان کے علاوہ باقی لوگ "رار" کو پیش اور "شین" کو سکون پڑھنے پر متفق ہیں جیسے رُشْدً دونوں جماعتوں کے درمیان نحوی اختلاف ہے۔

(۵۸) **وان اللہ ربی** (مریم/ ۳۶): نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، جعفر اور رویس کے نزدیک ہمزہ کو زبر پڑھنا صحیح ہے اور ابن محیص یزیدی اور حسن بصری نے بھی اس سے موافقت کی ہے۔ لیکن ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ ہمزہ کو استئناف کے سبب زیر پڑھنے پر متفق ہیں۔ دونوں جماعتوں کے درمیان نحوی اور تجویدی اختلاف ہے۔

(۵۹) **طوی** (طہٰ/ ۱۲، النازعات/ ۱۶): ابن عامر، عاصم، حمزۃ اور کسائی نے دونوں جگہوں میں "طاء" کو پیش پڑھا ہے۔ اور ابن محیص نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ جیسے طُوی۔ لیکن حسن بصری اور اعمش نے "طاء" کو زیر پڑھا ہے۔ جیسے طِوی۔

(۶۰) **ولتصنع** (طہٰ/ ۳۹): ابوجعفر کے نزدیک "لام" اور "عین" کو سکون ہے۔ جیسے ولْتصنعْ لیکن جمہور کے نزدیک "لام" کو زیر ہے یعنی ولِتصنع۔

(۶۱) **الارض مھادا** (طہٰ/ ۵۳): حمزۃ، عاصم، کسائی اور اعمش نے "میم" کو زبر اور "ہاء" کو بلا الف سکون پڑھا ہے۔ جیسے مھدا لیکن ان کے علاوہ لوگوں نے "میم" کو زیر اور "ہاء" کو الف کے ساتھ زیر پڑھا ہے۔ جیسے مھادا۔

(۶۲) **نطوی السماء** (انبیاء/ ۱۰۴): ابوجعفر نے اسے تاء تانیث کے ساتھ پڑھا ہے اور السماء کو بھی پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ جیسے تطوی السماء اور وہ اس طرح پڑھنے میں تنہا ہیں لیکن ان کے علاوہ جمہور نے اسے نون متکلم کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور السماء کو بھی نصب دیا ہے جیسے نطوی السماء۔

(۶۳) **قال کم لبثتم** (المؤمنون/ ۵۵): ابن کثیر، حمزۃ اور کسائی نے قال کو امر یعنی قل پڑھا ہے اور اس طرح پڑھنے میں ابن محیص اور اعمش نے بھی ان لوگوں کی موافقت کی ہے یعنی قل کم لبثتم لیکن ان کے علاوہ لوگوں نے اسے صیغہ ماضی ہی پڑھا ہے اور اسی طرح پڑھنے کو صحیح کہتے ہیں۔ جیسے قال کم لبثتم

(۶۴) **کما استخلف** (نور/ ۵۵): اعمش اور ابوبکر نے "تاء" کو پیش اور "لام" کو زیر پڑھا ہے جیسے استُخلِفَ اور باقی لوگوں نے دونوں کو ہی زبر پڑھا ہے یعنی استَخلَفَ دونوں جماعتوں کے نزدیک نحوی اختلاف ہے۔

(۶۵) **فما تستطیعون** (فرقان/ ۱۹): حفص اور اعمش نے تاء خطاب کے ساتھ

پڑھا ہے۔ لیکن باقی لوگوں نے یا رغیب کے ساتھ پڑھا ہے۔ جیسے یستطیعون۔

(۶۶) یضیق صدری (شعراء/۱۳)، ویضیق صدرک (حجر/ ۹۷): یعقوب نے دونوں جگہوں پر "قاف" کو زبر پڑھا ہے اور جمہور نے "قاف" کو پیش پڑھا ہے۔

(۶۷) آیات من ربہ (عنکبوت/ ۵۰): ابن محیصن، ابن کثیر، ابوعمرو، حمزۃ اور کسائی نے اسے مفرد ہی پڑھا ہے یعنی آیۃ لیکن باقی لوگوں نے اسے جمع پڑھا ہے یعنی آیات۔

(۶۸) لما صبروا (سجدہ/ ۲۴): حمزۃ، کسائی، رویس نے "لام" کو زیر اور "میم" کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی لِمَا لیکن ان کے علاوہ لوگوں نے "لام" کو زبر اور "میم" کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے جیسے لَمَّا۔

(۶۹) تظاھرون (احزاب/ ۴): ابن محیصن، یزدی، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو اور یعقوب نے "تا" کو زبر اور "ہا" کو تشدید اور "ظا" کو بغیر الف کے تشدید پڑھا ہے۔ جیسے تَظَّهَّرون لیکن ابن عامر نے "تا" "ہا" کو زبر اور "ظا" کو الف کے ساتھ تشدید پڑھا ہے۔ جیسے تَظَّاهَرون لیکن عاصم نے "تا" کو پیش "ظا" کو الف کے ساتھ زیر اور "ہا" کو زیر پڑھا ہے جیسے تُظَاهِرون اور حمزۃ اور کسائی نے "تا" کو زبر اور "ظا" کو بغیر تشدید کے الف کے ساتھ اور "ہا" کو زبر پڑھا ہے جیسے تَظَاهَرون اور حسن بصری نے "تا" کو پیش "ظا" کو زیر اور "ہا" کو تشدید کے ساتھ زیر پڑھا ہے۔ جیسے تُظَهِّرون۔

(۷۱) الغرفات (سبا/ ۳۷): حمزہ نے اسے مفرد پڑھا ہے جیسے الغُرفۃ مطوعی اور حسن بصری نے اسے جمع اور "را" کو سکون کے ساتھ پڑھا ہے جیسے الغُرْفات لیکن باقی لوگوں نے "غین" اور "را" دونوں کو ہی پیش پڑھا ہے جیسے الغُرُفات۔

(۷۲) وولدہ (نوح/ ۲۱): نافع اور ابن عامر اور عاصم اور ابوجعفر کے نزدیک "واؤ" اور "لام" دونوں کو زبر پڑھنا صحیح ہے جیسے وَلَدَہ حسن بصری کے نزدیک "واؤ" کے زیر اور "لام" کو سکون پڑھنا صحیح ہے جیسے وِلْدَہ اور باقی لوگوں کے نزدیک "واؤ" کو پیش اور "لام" کو سکون پڑھنا درست ہے۔ جیسے وُلْدَہ۔

اور اس طرح لہجوں کے فرق کے باعث یہ تمام قراءتیں وجود میں آگئیں۔ جن میں سے کچھ کو اپنی صحت کے اعتبار سے علماء کا اتفاق حاصل تھا۔ اور ان میں سے بعض ایسی بھی تھیں جنھیں جمہور کی رائے تک کا تعلق نہ تھا۔ لیکن علماء کے کاوشوں سے ان تمام قراءتوں میں بتدریج چودہ قراءتیں اپنی صحت کے اعتبار سے اب تک باقی رہ گئیں اور باقی تمام قراءتیں عدم صحت کے باعث نیست ہوگئیں۔ اوپر کی تمام امثال سے یہ ظاہر ہوگیا کہ قرأت کے موجودہ تمام اختلافات نحوی اور صرفی دلائل سے اپنی جگہ صحیح ہیں اور ان کو بتائے گئے طریقے پر پڑھنے سے کسی بھی طرح کا کوئی بھی نقصان رونما نہیں ہوتا ہے۔

المراجع :

۱۔ اتحاف فضلاء البشر بالقرآت الاربعة عشر للدمیاطی (مخطوطہ مخزونہ خدا بخش)

۲۔ تاریخ الادب العربی للحسن الزیات (مطبوعہ)

۳۔ تاریخ الاسلام لابی نجیب (مطبوعہ)

۴۔ تاج الطبقات جزء ۱۳ (مخطوطہ)

۵۔ دائرۃ المعارف الاسلامیة (مطبوعہ)

••

مُراسلہ

جناب عبدالحمید راتھر
ریسرچ اسکالر
شعبۂ تاریخ کشمیر یونیورسٹی

ریشی نامہ کے بارے میں

فارسی مخطوطات کی ہینڈ لسٹ مرآۃ العلوم جلد اوّل میں "ریشی نامہ" (ہینڈ لسٹ نمبر ۱۹۲۸) کا ذکر کر کے کیفیت کے خانے میں لکھا ہے کہ یہ تین جلدوں (دفتروں) پر مشتمل ہے جبکہ اس مخطوطہ میں تین کتابیں شامل ہیں۔ پہلی تو یہی 'ریشی نامہ' جو کشمیر کے ریشیوں کے موضوع پر ہے، دوسری کتاب 'سلطانی' ہے جس میں شیخ حمزہ اور ان کے کشمیری شاگردوں کا تذکرہ ہے اور تیسری کتاب 'غوثیہ' یا 'جیلانی' ہے جس میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور کشمیر کے سلسلہ قادریہ پر اہم معلومات درج ہیں۔ خود مصنف نے ان تینوں کتابوں کا الگ الگ نام بتایا ہے۔ چنانچہ صرف ایک کتاب 'ریشی نامہ' کے ذکر سے دوسرے دو اہم رسالوں کی موجودگی کا علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہینڈ لسٹ میں اس کی تصحیح ضروری ہے۔

••

15. For this discussion the present writer is indebted to the articles by Prof. Mushirul Haq of Jamia Millia, in **Islam Aur Asre Jadeed**.

16. **Fatwa-i-Azizia** I/162-163.

17. Ibid I/28.

18, SAA Rizvi, **Shah Abdul Aziz's Madad-i-Ma'ash in Delhi and the British** in **Islamic Society and Culture** (ed).

19. He permitted his own son-in-law Abdul Hai to join British service from which he resigned only when he was asked to proceed for **Jehad**.

20. **Ulema-i-Hind ka Shandaar Maazi**, part iii, p. 13.

21. Mirza Hairat Dehlavi, **Hayat-i-Tayyeba**, p. 513.

22. Ibid.

23. **Ulema-i-Hind ka Shandaar Maazi**. 111/57.

24. Sawanih Ahmadi, p. 75; also Ulema-i-Hind Ka...111/64.

25. Sawanih Ahmadi quoted by Ulema-i-Hind ka...111/68-69.

26. Maqalaat-i-Sir Syed Ahmad, ix pp. 142-143.

27. William Hunter, **OUR Indian Musalman**, p. 12.

28. Mirza Hairat Dehlavi, **Hayat-i-Tayyeba**, p. 207, quoted by Qazi Javed, **Afkar-i-Shah Waliullah**, p. 189.

29. Maulana Ismail Panipati, Maqalaat-i-Sir Syed, XVI/251 f.n.

30. PN Khera, **British Policy Toward Sind upto the Annexation**, 1843, p 8, quoted by Qeyamuddin Ahmad, **Wahabi Movement in India**, p 75.

31. **Maqalaat-i-Sir Syed**, IX/143.

32. Prof. Q. Ahmad, op. cit., pp. 121-122.

33. ibid, p. 1 2.

34. **Maqalaat-i-Sir Syed**, IX/142.

35. See **Hayat-i-B'ad al Mamaat**, by Hakim Fazl Husain.

36. Forjett, **Our Real Danger in India**, London, 1877. p. 131.

37. Forrest, **A History of Indian Mutiny**, III/401.

38. Quoted by Surendranath Sen, Eighteen Fifty.

39. Prof. Q. Ahmad, op. cit.. pp. 50-51.

40. Sheikh Mohammad Ikram, **Mauj-i-Kausar**, p. 30.

41. Maulana Obaidullah Sindni, **Shah Waliullah Aur Unki Siyasi Tahreek**, p. 108.

42. Ismail Panipati. **Maqalaat-i-Sir Syed**, XVI/319 f.n.

—:o:—

revolt. He adds that it was, in fact, India's most prolonged peasant upheaval (1830-1870). See also Narhari Kaviraj **Wahabi and Fraizi Rebels of Bengal.**

5. The people concerned and their movement never called themselves **Wahabi** and, in truth, disliked this epithet. Despite similarities between them and the followers of Ibn Abdul Wahab of Nejd, Arabia, differences were greater. The 'Wahabis' of India had this epithet applied to them by their Muslim opponents as a term of opprobrium. The term gained wide currency.

Subsequently, on the basis of a representation made by Wahabi leaders, the Government in 1888 issued orders that the term 'Wahabi' be replaced by **Ahl-i-Hadees** i. e., people following the Prophet's Traditions. (See **Maqalaat-i-Sir Syed** vi, 210-212). Despite this, however, the term persists.

6. Shah Waliullah, **Hujjatullah-il-Baligha,** Urdu translation by Khalil Ahmad Israili, Islami Akademy, Lahore, 11/315.

7. Letter to Abdali in **Shah Waliullah ke Siyasi Maktubaat** ed. Prof. Khaliq Ahmad Nizami, 1969, p. 12

8. Abdali's "repeated incursions destroyed Mughal administration in the Punjab and at Panipat he dealt a crippling blow to Maratha pretensions in the North. Thus he created a power vaccum in the Punjab which was filled by the Sikhs." Khuswant Singh, A History of the Sikhs, pp. 167-68.

9. That Shah was worried about his own safety in case of Abdali's entry into Delhi is evident from letters he wrote to two of his friends "to obtain a letter from one of Durrani's friends about this sincere friend's protection—" (Rampur MS No. 245 quoted by SAA Rizvi, **Shah Waliullah and His Times** p. 302.

10. Abul A'la Maudoodi, Tajdeed-wa-Ahyia-i-deen Delhi, p, 127.

11. **Shah Waliullah Ke Siyasi Maktubaat**, op. cit. p. 8.

12. Ibid p. 10

13. **Hujjatullah il-Baligha**, op. cit. p. 228

14. Literally, country of the enemy; but it was generally used for countries not under Muslim rule, and not having treaty relations with a Muslim state.

NOTES AND REFERENCES

1. **Wahabism's** opposition to **taqleed** (blind compulsory adherence to medieval jurists) did help in opening Indian Islam to modernist influences. But for **Wahabism** neither the Deoband School of anti-British Scholasticism, nor Sir Syed Ahmed's reform movement especially on the plane of ideology, could have been possible.

2. Sir Syed Ahmad Khan was, perhaps, the first person to write about the **Wahabis**. His biographical note on Syed Ahmad Shaheed was written within 15 years of the latter's death. It was written in 1847 and is included in the 16th volume of his collected writings. Sir Syed reverted to the subject in 1871 when he wrote a critical review of William Hunter's book **Our Indian Musalmans** which appeared in an issue of the **Pioneer** of Allahabad.

Other early writers include : Maulana Jafar Thanesari, **Wahabi** activist and publicist, author of **Sawanih Ahmadi** etc.

He is a controversial figure. He has been described as "a person who had shown great courage in the course of the trial and had refused to compromise with his convictions". (Dr. Ishtiaq Husain Quraishi, **Ulema in Politics** Karachi 1972, pp. 172-173). The same writer and some others have accused him of being "guilty of replacing the word **Nasara** (Christians) by the words **Sikhan** or **draaz muyan** (long haired) and making other changes in the text". (ibid., f. n. on p. 144). Other early chroniclers are Moulavi Abdur Rahim Sadiqpuri, Nawab Siddiq Hasan Khan of Bhopal, and Mirza Hairat Dehlavi.

3. Among writers belonging to this category mention may be made of Ghulam Rasul Mehr and Prof. Qeyamuddin Ahmad.

4. This view has been expressed by Suprakas Roy in his work **Bharater Krishak Bidroha-o-Ganatantrik Sangram** (Bengali) pp. 261-269. He has come to the conclusion that the Wahabi movement began as a movement for religious reform but gradually changed its character, turning into a political and economic movement. What is more, it grew into an India-wide peasant

ould free them from the Sikhs and their taxes. But when Syed aheb established his own system it had the same burden of taxes. more distinct and sharp difference which made the local ulema ppose the **mujahideen** was on the question of **ushr** (one tenth). han Ilah Bakhsh Khan Yusufi has written in this context that the **shr** used to be paid to the local ulema. The party of **mujahideen** gan realising it themselves on the plea that this was the share ' the **Ameerul Momineen**, the title which had been assumed by ed Ahmad Brelvi.

Besides these economic and political causes, there were a umber of emotional factors touching upon the religious beliefs, stomary practices and family life of the tribal people which ade them inveterate enemies of the **mujahideen**. Observance of stomary laws and practices was sufficient for man to be declared apostate and severely punished and sometimes even assassinated; ropaganda in support of widow remarriage is one thing. But hen young widows were forced into marriage against their ish—and that too with the **mujahideen** this was looked upon as reater oppression than anything practised by the Sikhs.[41]

Thus the 'Islamic' state which was sought to be set up with ed Ahmad Shaheed as 'Ameer-ul-Momineen' turned out to be oppressive feudal regime. Under the circumstances its destruc- on was inevitable.

The Wahabi movement is no more a live issue though it ntinues a lifeless existence in the form of the **Ahl-i-Hadees** onference and a sub-community which has fast lost its *raison atre* and its contours of exclusive identity.

But the myth lives on. Myths, moreover, have an innate ndency of growing, amassing all the accretions available from e ruling value-systems of the intervening period. Maulana Ismail anipati has hit the nail on the head when he said that "in fact, ter the emancipation of the country every religious group is busy orking out proofs of the anti-British credentials of its leaders."[42] ne need have no objection against this essay in self-deception. ut the trouble is that it also provides 'patriotic' alibi for buttre- ing a fundamentalism which is at the same time highly divisive.

brought in. In practice this made them stuck with po (theological ?) details about the length of one's trousers abo or below the ankles, the position of hands during prayers, t volume of sound in pronouncing '*Amin*', etc. The bitter a often violent disputation over these insignificant non-issues we only a reflection of their inability to grapple with the realiti of the situation.

All this resulted in the failure of what Masood Ala Nadvi has described as the 'first Islamic movement in India' build at any time the unity of either the Muslims as such, simultaneously or in the alternative, of the peasantry and t downtrodden, irrespective of community.

Of course, being in its own consciousness a religious move ment, it could not aspire to make the latter its aim. It, therefor chose as the base of its operations a territory which was pure Muslim in composition. But the efforts in the 19th century t restore in content and form the pious Caliphate of 1300 years ag could only result in a most reactionary and repressive dictatorshi inviting bitter opposition from the local people. That becam the fate of the short-lived khilafat of Syed Ahmad Brelvi wh had himself declared as the 'Ameer-ul-Momineen'. It suffere the most telling and perhaps the most decisive blows from its co religionists of the area.

Most of the Muslim historians of the movement hav ascribed this to the unreliability, greed and decietfulness of th tribal chiefs and their men who were always ready to go with th highest bidder, be it the Sikh **durbar** or, later, the agents of th British.[39]

This oversimplified explanation has prevented a critical o self-critical assessment of the nature and activities of the **Wahabi mujahidin** in the frontier from being undertaken. It is only recen tly that the 'other side' of the case, the Pathan version, so to say has been provided by writers who are sons of the soil.

Sheikh Mohammad Ikram admits that now that the Afghan viewpoint has also been expressed to some extent, it appears tha the basic differences were economic and political.[40] The Afghan had extended their support to Syed Saheb in the hope that he

found it unsafe to denude the Punjab of European troops and recruit so many Punjabi Muslims to fight elsewhere for the cause of Britain.

The fact is that the Wahabis as a community, either in the frontier or in the rest of the country, did not identify themselves with the 1857 revolt. At best there was quite a confusion among them. The Delhi rebel leader Bakht Khan is said to be a Wahabi. A branch af Wahabi *moulavis* supported the uprising at Sambhal in western U. P. On the other hand, Moulavi Mahboob Ali, a prominent Wahabi of Delhi who had recently returned from the **mujahid** camp in the frontier to Delhi, refused to sign a **fatwa** enjoining upon Muslims to participate in the Sepoy uprising.[34] Sheikh Nazir Husain, an eminent Wahabi **aalim** who ran his own madrasa in Delhi, was opposed to the uprising. He was arrested on suspicion but a certificate from the Commissioner of Delhi testifying to his loyal services secured his release.[35]. Forjett, who unravelled the Sepoy conspiracy at Bombay, testifies to the co-operation he received from Wahabis of high ranks[36] William Taylor, the Commissioner of Patna, had made pre-emptive arrests of some Wahabi leaders in the wake of 1857. But he had done so without any grounds, and on his own admission "more for the purpose of holding them as hostages of good conduct for their whole brotherhood than with the expectation of having sufficient evidence to punish them"[37] And as the Lt. Governor of Bengal stressed in his Minute of the 30th September 1858, "Nothing was at any time proved or **even alleged** against the Wahabis". (stress added).[38]

This much should be sufficient about the vicissitudes in the Wahabi attitude towards the British.

It is futile to discuss whether it was a revivalist or reform movement. Mention has been made of its opposition to **taqleed** (blind adherence) to any one of the medieval jurists; it sought to re-introduce widow-remarriage among Muslims. These were, perhaps, its only contributions to reform Muslim society. For the rest it preached a return to the pristine purity of the original Islam of the Prophet's days **bitterly** opposing all accretions and innovations which subsequent dovelopments had inevitably

Wahabis against the British in what is known as the battle of the Doob Pass near Muzaffarabad. The Wahabis surrendered after a brief encounter. Wilayat Ali and Enayat Ali were made to return to Patna (1847/48) where they had to execute security bonds for two years' good conduct. After the period of restriction was over, the two brothers returned to Sithana in 1850. It was then that differences arose between them over the question of attitude towards the British.

The Wahabi leadership was not of one mind on the question. The differences on the issue crystallised round the personalities of the two Patna brothers Wilayat Ali and Enayat Ali. There is a tendency among certain historians to underplay this difference. Even when they take note of it, they are unable to offer any better explanation than temperamental reasons. But the phenomenon displayed aspects which went beyond personal traits.

It has been generally noted that while the majority of the Patna centre as of the rest were ranged with the moderate Wilayat Ali, the Bengalis, on the whole, supported the radically anti-British stance of Enayat Ali.[33] This support could not be temperamental; and if it was, it had something to do with class temperament. But the historians of the Wahabi movement have failed to realise the **class significance** of this seemingly small detail. The Bengali group, because of its background and its experience, represented militant peasent consciousness. Enayat Ali who, unlike his elder brother, had spent long years of his missionary life among the Muslim peasantry of East Bengal, found himself at one with them. Wilayat Ali's supporters came from a different social background, and their class composition was different. Under changed circumstances, this become the genesis of the temporary anti-British turn in the Wahabi movement.

Enayat Ali became the leader after the death of Wilayat Ali towards the end of 1852. He immediately started a series of border attacks against the English outposts. But Enayat Ali's activities then or some years later, even in 1857 were not taken seriously by the British authorities. Otherwise they would have

The English had other designs too. They and the Sikhs both had their eyes on Sind. The transit camps of the **Mujahidin** through Sind were likely to adversely affect Sikh influence there. In this connection, it is to be noted that when Syed Ahmad Shaheed entered Sind on his way to the tribal areas in the frontier, he was suspected of being a British spy.[29] As to the consequences of the Wahabi campaign for the fate of Sind, P. N. Khare has noted that "though the Syed was finally defeated and killed by Kanwar Sher Singh in 1831, he had indirectly saved Sind from falling into the hands of the 'infidels'.[30]

Thus it can be said that in the first phase of the movement till the episode of Balakote, the Wahabi movement, both subjectively and objectively, was an ally of the British, encouraged and aided by them in every way.

After Balakote, slowly and gradually the **Jehad** movement disintegrated. Sir Syed Ahmad Khan has characterised it as a period of decay which had set in after 1830.[31] It was only during a phase of this period that anti-British tendencies developed in sections of the movement.

Among the causes of this transformation, a fundamental change in the objective situation has to be noted. The enemy had been replaced. History had now put the English in place of the Sikhs.

But the immediate cause was the British invasion of Afghanistan with the aim of putting Shah Shuja on the throne. Bereft of any leadership, the Wahabis participated in the defence of Afghanistan. One thousand of them were killed three hundred in Ghazni alone. This was the first confrontation of the Wahabis with the British.

In 1845, Wilayat Ali and Enayat Ali returned from Patna and gave a semblance of organisation to the remnants of the Wahabi forces in the frontier. The British, having defeated the Sikhs in 1845, had imposed a settlement on them under which Gulab Singh was handed over Kashmir. The latter, in the course of consolidating his authority in his newly acquired dominions, came into conflict with the Wahabis. He had the support of the British forces. Thus came about the second confrontation of the

of **Jehad** against the British. The Shah (Ismail Shaheed) categorically ruled it out.[24] The Shah also addressed a meeting especially organised for Englishmen.

Later when preparation for the **Jehad** was being made, Sheikh Ghulam Ali, a prominent citizen of Allahabad, was deputed by Syed Ahmad Brelvi to carry the information to the Governor of NWFP (present-day U.P.) and to ask for his permission. It was granted. So long as law and order in the British territory was not disturbed, Ghulam Ali was told, the British authorities had no objection to the preparations for the proposed **Jehad.**[25]

English support was not confined to this benevolent neutrality. It is well-known that a Hindu *mahajan* with whom the monetary collections for **Jehad** were deposited, embezzled some amount. A case was filed by Maulana Mohammad Ishaque in the court of William Fraser, the Commissioner of Delhi. The decree was issued in favour of the Maulana.[26] Muslim employees of English factories were allowed leave to go for short periods to serve in the **Jehad.**[27]

All this does not give us the picture of a movement against British rule in India.

Now before we proceed further, two questions remain to be considered :

Firstly, why did the Wahabis decide to fight against the Sikhs ? For the fact is that Ranjit Singh was a broad-minded ruler. His official policy was free of religious discrimination against the Muslims. Shah Ismail Shaheed himself, who was deputed by Syed Ahmad Brelvi on a secret mission to investigate the conditions of the Muslims in the Punjab under Sikh rule, had reported that "Ranjit Singh himself was not so cruel and oppressive".[28]

Under these conditions, why was **Jehad** declared against the Sikhs in the Punjab ?

Secondly, why did the British benevolently allow this **Jehad** to be waged, though not from their territory ?

The British were apparently on good terms with Ranjit Singh. But they were only waiting to annex the Punjab. The **Jehad** would, no doubt, weaken Sikh rule there.

justice[18]. Shah Abdul Aziz, moreover, permitted English education as well as service under the British.[19]

Syed Ahmad Brelvi, the leader and the chief organiser of the Wahabi campaign in the frontier against the Sikhs, was a disciple of Shah Abdul Aziz.[20] Under the circumstances, it is unlikely that anti-British feeling was ingrained in the Syed by the teachings of his preceptor.

As proof of Syed Ahmad Brelvi's polilical attitude against the British, the following story is related: It is said that when Ameer Khan Pindari entered into an agreement with the British who carved a small principality for him, the Syed left his service in protest and went back to Delhi. The **Hayat-i-Tayyeba**, however, gives a contrary version. Far from being opposed to the agreement between Ameer Khan and the British, the Syed was its main architect.[21] This may need further corroboration from official sources. But in any case the story of the Syed leaving Tonk in protest against the agreement is not borne out by facts. Ameer Khan and his son Waziruddaula continued to be ardent supporters of the Wahabis, and in later years when Syed Ahman gave marching orders for Peshawar, for the anti-Sikh **Jehad**, he asked his followers to gather in Tonk where they were the guests of the Nawab.[22] Obviously this agreement would not have been possible if the movement had developed anti-British over-tones, or if the British were suspicious of the aims of the movement. The Nawab of Tonk continued to be one of the chief financiers of the **Jehad** movement.

It is no secret that during his journey to Mecca for Hajj, as well as through the preparations for **Jehad**, Syed Ahmad Brelvi received active support from the British. While travelling by boat on the Ganga, Syed Ahmad and his party of about 700 were entertained on the way not only by Muslim zemindars but also by English indigo planters and factory owners. One such Englishman had got food prepared for the whole lot of them and got it delivered on the boats.[23] In Calcutta where they prolonged their stay upto three months, frequent public meetings were held and speeches made. In one such meeting, somebody raised the question

He is the author of the famous *fatwa* declaring India to be *darul harb*[14]. Now this one word has been torn out of its context to build fantastic theories to project him as an inveterate enemy of the British. From **darul harb** to anti-British **jehad** was considered to be but one step, Perhaps there could be no better example of the unwarranted reading of one's own thoughts and wishes into another person's words. More recent studies bring out the fact that the real significance and import of the **darul harb** *fatwas* were the very opposite of what is generally made out[15].

All of Shah Abdul Aziz'z six **fatwas** concerning India being a **darul-harb** are in answer to questions which sought to get over particular economic difficulties. The problem concerned the legality or otherwise of property rights in land acquired from or under the British, and of interest-bearing transactions. By declaring India to be **darul harb** even while Mughal rule continued in name, Shah Saheb concluded that property right on land obtaised from or under the British would be valid and permanent from the view of **Shariat** (religious law). The question arose because in the opinion of some iurists a country which was once a **darul Islam** would always remain so even though it passed into the hands of the infidels. Their occupation would be considered temporary as also all property transactions. With the re-establishment of Islamic rule old awners will be **able** to resume ownership rights over lands which had been alienated from them under the rule of the infidels. Shah Abdul Aziz rebutted this position. By declaring India to be **darul harb,** he recognised the British to be the **de jure** rulers and Masters of this country, and accepted the validity of the permanent settlement of land nnder Cornwallis[16].

The other problem concerned interest-bearing transactions prohibited under Islam. The Shah opined that prohibition of interest did not apply to transactions between Muslims and non-Muslims living in **darul hnrb**[17].

Shah Abdul Aziz was on good terms with British authorities in Delhi. The English had restored to him an old land grant (*madad-i-matash*) to the family which had been cancelled on the orders of a *shia* wife of Mohammad Shah. The petition submitted to the British authorities expressed the Shah's faith in British

The Marathas had reached Delhi. And the Shah could see no better way of subduing them than to invite Ahmad Shah Abdali[7]. It is another matter that the rout of the Marathas in the third battle of Panipat paved the way for the consolidation of Sikh power in the Punjab[8]. And moreover when Abdaii's forces approached Delhi, the Shah grew panicky about the safty of his own person and family from the depredations of the troops of this 'Saviour' of Islam[9].

Maulana Abul 'Ala Maudoodi has expressed surprise that Shah Waliullah nowhere in his writings refers to the danger that the English pose to this country.[10] After all, Plassey and the defeat of Sirajuddaula had taken place five years before the death of the Shah.

Maulana Maudoodi is only partially correct. Shah Waliullah was not unaware of the presence of the British in India. In his long letter to Abdali giving a brief resume of the situation in this country, Shah Waliullah approvingly mentions the fact that the descendants of the Nizamul Mulk (of Hyderabad) have managed to win over the British to their side against the Marathas.[11]

It will, no doubt, be idle to speculate whether Shah Waliullah would have recommended the same strategy to other Indian Muslim rulers of the time. But two facts seem to point in that direction. In that same letter, the Shah refers to Sirajuddaula of Bengal in derogatory terms as "immature" and "thoughtless"[12]. Was it because Sirajuddaula had shown the "immaturity" and audacity to take up arms against the British East India Company and its Officers ?

On the plane of ideology and faith, the Shah pleaded for '*wahdatul Adyan*' (oneness of religions)[13]. But this 'oneness' was confined to the 'Semitic' religions which in India, in effect, meant Islam and Christianity. By preaching this oneness, was Shah Waliullah preparing the ground for their political alliance in the future ?

Shah Abdul Aziz, the eldest son of Shah Waliullah and his successor, was the person who directly influenced and inspired the leaders of the Wahabi campaign.

The Wahabi movement, no doubt, has been a great watershed in the transition of Indian Islam to modern times[1]. It has roused great passions for and against it, and extremes of attitudes both as religious reform and as a political movement. One cannot help admiring the selflessness, bravery and sense of sacrifice exhibited by its activities. These qualities, however, should not come in the way of an objective assesament of the phenomenon.

Some of the early chroniclers[2] of the movement had stressed its loyalty tc the government of the East India Co"pany. Later when patriotism came to be valued at a premium, the movement was described as consistently and remorselessly anti-British[3]. Later still, with the coming into vogue of the social and economic approach to historical phenomena, one writer even claimed it to be an India-wide peasant revolt and "the country's most prolonged peasant upheaval[4]".

Such diverse and even contradictory characterisations only indicate that the movement was a complex affair, with its own inner contradictions, and its own different temporal and regional characteristics complicating and sometimes even distorting the future development of Indian Islam, And therefore any simple generalisation cannot present a true picture of the movement through all its phases and in the different regions of the country.

What came to be known as the Wahabi movement[5] in this country had little to do with its Arabian name-sake, and can be traced back only to the teachings of Shah Waliullah (1703-1762) of Delhi. He supplied the ultimate inspiration to the whole movement. Shah Waliullah was very much concerned with the almost sudden disintegration and collapse of the Mughal empire following Aurangzeb. He stands out among his contemporary *ulema* in that he did dot confine himself to theological disputes. With all his limitations, he devoted his attention to the causes of the downfall of the Mughal power, worked out an outline of a Muslim utopia where the rulers would be just the people God-fearing, pious and prosperous and where the infidals would be mado to carry out the meanest and most onerous duties[6], It was to be a society of feudal bliss. But the crucial question remained: how to re-establish Muslim dominance in this land ?

THE WAHABI MOVEMENT
AND
THE BRITISH

NOTES AND REFERENCES

1. Maulana Shibli No'mani, *Al Kalaam* I, 87
2. Maulana Abul 'Ala Maudoodi, *Tajdeed-o-Ihya-i-Deen*, 89-90.
3. Shah Waliullah, *Hujjatullah-il-Baligha*, Urdu translation by Abdul Ha[i] Haqqani, 223-224.
4. ibid. p. 18.
5. ibid. 12.
6. ibid. 255.
7. Maulana Shibli No'mani, op. cit.
8. Mohammad Iqbal, *Reconstruction of Religious Thought in Islam*, p. 172.
9. Sir Syed Ahmad Khan, *Tahreer fi Usul-ul-Tafseer al Quran* pp. 3 and 12.
10. The Quran, III, 13,
11. ibid III, 13.
12. Chiragh Ali, *A'zam-ul-Kalaam fi Irtiqa-il-Islam* [retranslated from Urdu] pp, 17-18.
13. The extracts from Jinnah's speech have been retranslated from the Urd[u] given in the history of Jamiat-ul-Ulema, *Jamiat-ul-Ulema Kya Hai?*, II.
14. Liaqat Ali Khan quoted by Malcolm H. Cerain, *Islamic Reform*, p- 5.
15. Freelan Abbott, *Islam and Pakistan*, p. 19.
16. Dr. Khalifa Abdul Hakim, quoted by F. Abbott, op. cit., 207.

there is a retrogression. The consequent crisis has engulfed all aspects of life. In the name of Islam, the people have even been denied a constitution to run their state and govern themselves.

In India, too, the struggle continues but on a different level. It will be a prolonged struggle. But whatever be the temporary stages, the final outcome cannot be in doubt. The direction of the road traversed so far, the orientation of the development of the last centuries, makes it amply clear.

An idea of the commission's approach to reform of Personal Law can be had from the writings of Dr. Khalifa Abdul Hakim who was the secretary of the commission and wrote the introduction to the majority report. He wrote :

"Islam is not the name of any static mode or pattern of life; it is spirit and not body; it is an aspiration and not any temporal or rigid fulfilment. The essence of life is constituted of permanence and change. The ideal only is permanent; the changes or the regulations that deal with particular situations of a particular epoch can never assume the status of the ideal. Land and capital mean different things in different epochs; the mode of handling them must change accordingly."[16]

The trouble with the traditionalists, as Khalifa Abdul Hakim sees it, has been that they confuse the permanent Ideal with the temporary regulations. As a result Islam lies buried beneath heaps of retrograde legalism and life-thwarting practices, its spirit smothered by centuries of clericalism and despotism. The report of the commission was a limited attempt to clear some of the 'heaps'. The religious member of the commission, Maulana Ihtishamul Huq submitted a note of dissent. On the basis of the majority recommendations of the commission, an ordinance described as **the Muslim Family Laws Ordinance** was promulgated in 1961. It has continued to be in force since then.

The rules under the ordinance provide for certain limited reforms, e. g., registration of marriages, restrictions on bygamous marriages and on the husband's freedom to divorce. But the major step is the provision granting the right of inheritance to orphaned grandchildren.

It will be seen that the main importance of the commission's report lies not so much in the concrete measures adopted on the basis of its recommendations as in the principles and the philosophy underlying them.

That philosophy is in line with and carries forward the tradition of development of Islamic thought in India. But the development proceeds through zigzags, and ups and downs. In Pakistan

nationalism. He had embarked upon it in his very first speech inaugurating the new state on August 14, 1947.

Both he and Prime Minister Liaqat Ali Khan were opposed to the concept of a theocratic state for Pakistan. The latter categorically stated in the Pakistan National Assembly in March 1949 that the question of theocracy, and of special rights of the *ulema* in the process of law-making had no place in Islam. Sovereignty, he said, belongs to the people; "..the people are the real recipients of power. This naturally eliminates any danger of the establishment of a theocracy. It is true that in its literal sense theocracy means the government of God. In this sense, however, it is patent that the entire universe is a theocracy, for is there any corner in the entire creation where His authority does not exist? But in the technical sense, theocracy has come to mean a government by ordained priests who wield authority as specially being appointed by those who claim to derive their rights from their sacerdotal position. I cannot overemphasize the fact that such an idea is absolutely foreign to Islam. Islam does not recognise either priesthood or any sacerdotal authority. And therefore the question of a theocracy simply does not arise in Islam.."[14].

The question of the reform in Muslim Personal Law in Pakistan was also settled in the light of this understanding. In the composition of the reform commission, the *ulema* were not allowed any special position even on the plea of specialised knowledge of the text and the *Sunna*. In fact, it was noted by a perceptive writer that in Pakistan "the reformation is not emanating from those trained in Islamic disciplines in Muslim Seminaries so much as from those who had no formal Islamic training..None of the leading commentators on Islam has had a theological background".[15]

On August 4, 1955, a seven member commission was appointed to study the existing laws of marriage, divorce and family maintenance to determine whether those laws needed modification "in order to give women their proper place in society according to the fundamentals of Islam". The commission was composed of six persons, three of whom were women, and one religious scholar.

When Jinnah rose to speak, the Law Member, Sir Ali Imam drew his attention to the Quranic injunction prohibiting Muslim males from marrying women outside the people of the Book (the Jews and Christians besides, of course, the Muslims) and a Muslim women from marrying any but a Muslim.

Jinnah, on the other hand, reminded the Law Member that it was not the first occasion in the history of legislation in this country when this Council had either ignored or amended Islamic law in such a way as to make it suitable to meet the requirements of the times. He cited many examples. The Islamic Law of contract is not recognised any more. The Islamic Penal Law which had continued to be in force even after the establishment of British rule in India, has been completely abrogated. The Law of Evidence as set forth in the Islamic Law is nowhere prevalent in this country. Then there was the Caste Disabilities Removal Act of 1854. Under Muslim Law a person in the event of apostasy lost all rights of inheritance. This, too, has been abrogated.

"I submit", said Jinnah, "that these are the precedences for which we should follow in order to be able to meet the requirements of the times. For this many a precedence can be found even in Islamic Law".

When Chiragh Ali's book appeared in English, Sir Syed counselled against its translation into Urdu for fear of Orthodox opposition. Jinnah, in his case, was not unmindful of this. "Undoubtedly", he said, "the position of a Hindu or Muslim representative is full of risks because the Orthodox are opposed to it. But I would submit, that a representative has certain duties towards the nation and there is no reason why he should not express his personal convictions without fear".[13]

Mr. Jinnah, no doubt, always expressed his personal convictions without fear but certainly not without political considerations. His concern for secular personal law for Muslims subsided with the turn in his political strategy towards the two-nation theory and towards partition of the country. After the formation of Pakistan, however, he appears to be reviving his ideas of secular nationalism. Of course, now it had to be secular Pakistani

matters, but also to prayers and religious rites. It is obvious that these verses can not provide definite guidance of specific rules about civil law. Many conclusions drawn from them are no more than mere speculations".[13]

In the prevalent Islamic jurisprudence the Traditions (of the Prophet) are accorded a high position as a 'source'. Without them, it is said, the Quran cannot be understood. Maulavi Chiragh Ali rebutted this argument by pointing out that the Prophet, his Companions, and successors had condemned the practice of compiling these traditions. This denudes them of any religious authority.

The third 'source' of Muslim Law consists of the jurists, four of whom are considered to be the most authoritative. Chiragh Ali notes that none of the four schools of Sunni jurisprudence has claimed any finality for their teachings or legal opinions. They never insisted that their analogical deductions or their opinions be compulsorily followed by their contemporaries, not to speak of the future generations of this vast Islamic domain.

Moulavi Chiragh Ali thus takes the position that the so-called Muslim civil law has no religious sanctity in Islam. It is subject to change by the legislative and judicial authority of the land.

Chirag Ali's book was originally written in English and translated into Urdu only after the death of the writer.

It is difficult to say if Mohammad Ali Jinnah had ever heard the name of Chiragh Ali. But on the question of Personal Law the views of the two appear to be very akin. This is evident from the following incident :

On 6 February, 1912 an amendment to the Special (Civil) Marriage Act was moved by Bhupendra Nath Bas u in the Viceroy's Legislative Council. It sought to provide for the registration of civil marriages between persons belonging to different religious denominations. Till then both the parties to such marriages had to declare that they belonged to no religion. The amendment was lost. And it could become law only after independence in 1954. But the 1912 amendment is memorable if for nothing else then at least Mr. Jinnah's speech on the subject.

Sir Syed applied the same principles of exegesis of the Quran in matters concerning social affairs. Of course, he too came to the conclusion that cutting off the hands of a thief as given in the Quran is not compulsory. But he went much further. Modern civilisation considered polygamy to be barbaric. So also the system of human slavery. The Quran at one place enjoins *'adl* (justice, equity) between wives[10]; at another, it says equity is impossible[11]. It was not difficult for Sir Syed to argue that read together, the two verses sought to prohibit polygamy. In the same way, he argued that the Quran sought to gradually abolish slavery. The fact that none of the earlier exegesists and traditionalists had ever gleaned this intent of the Quran did not bother Sir Syed Ahmad Khan.

Sir Syed's ideas were carried forward in a more radical way by Moulavi Chiragh Ali (Nawab Azam Yar Jung), perhaps the most scholarly and enlightened of his colleagues. Maulavi Chiragh Ali insisted on complete flexibility and freedom for the legislative authority in the matter of law making. He repudiated any suggestion as to the relevance of the traditional 'sources' of civil Law in Islam. Discussing in detail each of the 'sources' of Islamic jurisprudence, he showed them to be completely insufficient to serve as 'sources'.

"The Quran", he said, "does not teach us social or political laws... The purpose of the Quran or the *Ahadees* (Prophet's Traditions) is not to elaborate Civil Law (which in this case includes Personal, Penal and Fiscal Laws) or military law. No doubt, reference has been made to certain questions pertaining to civil or political law; but the aim is only to prohibit certain extremely pernicious practices which were prevalent in those days...

"The most essential civil and political problems of Islamic Shariah said to be based on the Quran have been deduced from a single word or sometimes from a single phrase. Uncalled for insistence on following the letter, neglect of the true intent of the Quran has become a characteristic of our exegesists and our jurists. Of the six thousand verses in the Quran, there are only about two hundred which relate not only to civil, penal, fiscal and political

The Shah came out with an explanation in which the universality and eternal validity of the Islamic Shariah is based not on any question of principle but only on considerations of practical feasability—the difficulty or impossibility of finding out the usages and customs of the vast number of nationalities inhabiting the earth, and of preparing separate and specific Shariah for each one of them[6]. Obviously, such an argument could appear to be plausible only in an age when computers had not made their appearance.

But even in the pre-computer decades of this century, Shah Waliullah's arguments left many of his followers in a quandary.

It led Maulana Shibli No'mani to virtually deny the mandatory character of the Shariah[7].

Iqbal also took almost the same line. After giving a summary of the Prophetic method as explained by Shah Waliullah, he says : "The Shariat values (*Ahkam*) resulting from this application (e. g., rules referring to penalties for crimes) are in a sense specific to that people; and since their observance is not an end in itself they cannot be strictly enforced in the case of future generations."[8]

But why only rules referring to penalties for crimes ? This limitation is somewhat arbitrary. After all even family laws are not an end in themselves. Iqbal is obviously unable to rise above the pitfalls inevitable in all such half-way rationalisations.

Sir Syed Ahmad Khan had preceded both Shibli and Iqbal. He proved to be more perceptive than both. Some of the more glaring limitations of Shah Waliullah did not escape his notice. He independently discussed the principles of the exegesis of the Quran. In a different context where some of the discoveries of natural sciences were sought to be rejected on the plea of being opposed to the Quranic text. Sir Syed argued for the word of God (revealed text) to be understood in terms of the 'work of God' (nature); its meaning, he averred, will have to be interpreted and re-interpreted in the light of the ever-growing contours of human knowledge and the ever-progressing and latest discoveries of natural sciences[9].

Among Shah Waliullah's main contributions may be mentioned the fact that he broke the shakles of *taqleed* (compulsory adherence to one of the four main schools of Islamic jurisprudence) which is the single biggest factor in the intellectual stagnation of Islam. While conceding its usefulness in the case of the common man, he denied its religious neccesity for the educated and the qualified. But that required the Quran be made available to them in a language that they could read and understand. Shah translated the Quran anew in Persian and faced violent opposition for this; his two sons prepared its Urdu translations respectively.

Shah Waliullah's main point of departure, however, was the attempt to work out the social basis underlying the Quranic injunctions. In his own words :

"The Shariah aims at the reform of society. But no Shariah takes shape in a vacuum. It develops in the context and on the basis of usages and customs of the society concerned. This is also true of the Islamic Shariah. The customs and usages of the Arabs, and among them especially of the tribe of *Quraysh*, constituted the raw material for the Shariah of Islam. The Prophet only corrected the distortions that had crept in[3]".

It is necessary that the contents of the Shariah be in accord with the knowledge and social customs (*irtifaqaat*) of his (the Prophet's) people; and, in comparison to others, the conditions of his own people should have been taken into greater consideration[4]".

Of course, Shariah was based not on social considerations alone[5]. It was also based on revelation. But in this dualism between reason and revelation, the lines could not be drawn very clearly.

But considering the narrow national basis of the Islamic Shariah, the question naturally arose : Was it meant to be confined only to Arabia and, at the most, to some neighbouring countries ? What was the basis of the eternal and universal validity of the Islamic Shariah ?

Thus Shah Waliullah's attempt to provide a rational, social basis for the revealed Shariah was up against a serious problem, and the argument got involved in a contradiction.

In dealing with this subject, no doubt, one has to beware of the dangers of exaggeration. The evolution of such ideas was not common. But while initially individual thinkers elaborated them, and often faced opposition, their ideas slowly and gradually percolated among the people, and became part of their consciousness.

A characteristic feature of this process, in India as elsewhere, has been the persistent struggle between the forces of orthodoxy and traditionalism, on the one hand, and those of rationalism, change and progress, on the other. In fact, the dynamic spirit of Islam could be translated into reality only through the struggle against orthodoxy. This struggle continues unabated with its zigzags, and ups and downs, repeatedly springing into life and activity, often in unexpected corners and quarters.

In Indian Islam, the first though not very consistent attempts towards working out a this-worldly, social basis of the *shariah* were made by Shah Waliullah (1703-1765).

Shah Waliullah and his school of thought have been, directly or indirectly, the predominant influence in Sunni Muslim religious and intellectual life in the Indian sub-continent from the mid-18th century onwards. Shibli No'mani has written : "Considering the intellectual decline that set in among the Muslims after Ibn Taimiya and Ibn Rushd or rather during their times, it was beyond imagination that a man of genius will again be born... But a person like Shah Waliullah was born before whose works the achievements of Ghazali, Razi and Ibn Rushd pale".[1] Maulana Abul A'la Maudoodi has described the Shah as "a free thinker and commentator whose thoughts have broken free of the limitations of circumstances and time".[2] Maulana Obaidullah Sindhi has ascribed his own ideas of utopian and revolutionary democracy to Shah Waliullah. A comprehensive and objective assessment of the Shah yet remains to be done. His ideas, no doubt, bear considerable impress of the intellectual stagnation and political decline of Islam. But the point is that his teachings represent the stirrings, yet hesitant and weak, towards a new orientation. In that lies his significance.

In the present emotionally changed atmosphere in the country, any reference to Islamic law, perhaps inevitable, leads one's mind to the famous or infamous (as you like it) Shah Bano case and the Supreme Court judgement on it.

This case and the passionate controversy round the SC judgement, however, do not constitute the main theme of our discussion. Rather it is proposed to concentrate attention on certain aspects of the development of Islamic thought in this sub-continent with reference to Islamic law.

Someone has remarked that reform of Muslim Family law constitutes the karnel of Islam's modernisation in the present era. If one could entertain any doubt regarding this, the present controversy has done much to dispel it. Personal law has been turned into the central issue of Islam's existence and Muslim's well-being in India. All other issues pale into insignificance. Maulana Syed Abul Hasan Ali Nadvi considers that "... the Supreme Court's recent judgement has rendered Islam unsafe in this country." Incidentally, there is little that is new in this approach. One is reminded of earlier occasions when the same kind of protest was voiced, e. g., against the abolition of slavery in 1843, or against the Sarda Bill in the late 1920s which proposed to raise the marriageable age for boys and girls. The agitation against this Bill was spearheaded by the late Maulana Mohammad Ali. He condemned this as an interference in religion. But this attitude was no peculiarity of the Muslims. Earlier Tilak also had vehemently opposed the age of Consent Bill more or less on similar obscurantist grounds. At the same time, however, there were substantial changes in or abrogations of Islamic laws in this country which went unheeded or, at least, no public protests were mounted against them. We shall not go into their reasons here.

But what needs to be noted is that during the last two hundred years and more, Muslim attitude to civil law, the nature and importance of their sources, and to the question of the need to reform and change the laws, has not remained stationary. There is evidently a distinct evolution in their ideas.

ISLAMIC LAW
AND
DEVELOPMENT OF ISLAMIC THOUGHT
IN THE
INDIAN SUBCONTINENT

The *Din Ilahi* ... was not a religion and was not even a mystic order... ; no new religion or religious order had in effect been invented. (SAA Rizvi, **Religious & Intellectual History of the Muslims**, pp. 415, 417)

33. KisI ne bhi Hazrat Mujaddid ko Akbari IlhAd kA qAti' qarAr nahin diyA. 'Ilmi halqon men yeh da'wA sab se pahle Maulana Abul Kalam Azad ne kiyA...TazkirA men (Ikram, Rood-i-Kausar, p. 277).

34. Akbar's religious leadership was limited to preventing the orthodox Sunni 'Ulema from using the state to serve their own ends. His most significant departure from earlier practice was to stop the state from becoming an instrument monopolised by the orthodox Muslim community. (SAA Rizvi, op cit., pp. 415-16.)

35. Hazrat Mujaddid ke khaton me ghair muslimon ke khilAf ghaiz-o-ghazab kA izhAr kasrat se huA hai; aur unhain zalIl karnain ki jA bajA talqIn hai (Ikram, Rood-i-Kausar. p. 318).

36. ibid pp. 319,321 and following pages.

37. "umUre dunyA rA bA mazhab chi nisbat wa kArhAi mazhab rA ba ta'assub chih dakhal" in K. M. Ashraf, op. cit., p. 122.

38. See Javed Iqbal : **The Ideology of Pakistan and Its Implementation**, Lahore, 1959.

19. Sheikh Mohammad Ikram : Yadgar-i-Shibli, Lahore, 1971, p. 247.

20. Ibid.

21. Ibid.

22. Imam Ghazali (b. 450/1058–d. 505/1111) was among the most prominent scholars and thinkers of Islam, achieving that distinction at the early age of 34 with his numerous writings, and his position as the head of the Nizamia Madrasa of Baghdad, the most important centre of learning of the times.

23. See Imam Ghazali, TahAfatul falAsifa (Destruction of philosophers), urdu translation.

24. The reigning Abbasid Caliph was Mustazhar Billah, and the title of Imam Ghazali's work was **Mustazhari.**

25. The three books are : **Hujjatul Haq, Fasl al-KhilAf** and **QAsim al-bAtiniyah**

26. De Lacy O'Leary, **Arabic Thought and its Place in History**. London, 1939. pp 223-224.

27. Ibid p. 223.

28. Maulana Abul A'la Maudoodi : **Tajdeed wa Ihya i Deen**, Delhi, 1978, p-72.

29. ibid,

30. Al-Maqrizi : Tarikh-i-Misr II/358 in Shibli, **Ilmul Kalaam**, 1/90-91.

31. Ziauddin Barni, in KM Ashraf, **Hindustani Muslim Siyasat**, (Urdu), Delhi 1963, p. 113.

32. Akbar ke Aa'In wa ahkAm ko Akbar aur Abul Fazl hi nahin badAyUni bhi rawish yA'ni tarIqa kahtA hai; yeh aik mazhab na thA irAdat wa 'aqIdat kA silsila thA (Ikram, Rood-i- Kausar, Lahore, p. 129).

His (Akbar's) **Sulh-i-kul** came into being for political and humanitarian reasons. The regulations he circulated to all officers of the imperial domain were intended to remind them that the duties of royalty and command were of a caretaking nature and that it was imperative that no officers interfered with the people's religion, and creed...

justice" (ahl [al-tawhid wa'l-'adl). The first part of this title implied that they alone were defenders of the doctrine of divine unity; the latter meant that God conformed to an objective standard of just and right action so that he could not be concieved as acting arbitrarily and in disregard of justice.

15. **Asha'ira** represented a school of orthodox scholasticism founded by Abul Hasan Ash'ari (270-340 AH). At first an adherent of the Mu'tazila, he later renounced their views. while opposing the Aristotelian doctrine introduced by the Mu'tazila and the *falasipha*, al-Ash'ari himself came under attack from the more reactionary orthodox who disapproved the use of philosophical methods as applied to theological subjects. This use of philosophy in the explanation and defence of religion came to be known as **ilm Kalaam**.

16. **Batinis,** a sect of the Shi'is which believes in the hidden (bAtini) meaning of the Quran as against the apparent (zAhiri). This belief bases itself on verse III/7 of the Quran dividing the verses into those of established meaning and others which are allegorical. And then the Quran goes on to say : mA ya'lamu ta'wIluhu illallAh wa ar-rAsikhUna fil'ilm yaqulUna Amanna bihi (Al-i-'ImrAn 3/7). Now, this part of the verse has been read differently by different exegesists. Some, the majority, put a stop after **IllallAh** thereby limiting the knowledge of the allegorical verses only to God. Others, on the other hand, continue the sentence to include "wa ar-rAsikhUna fl al-'im". Read thus, the construction would run : "No one knows its hidden meaning except God and those who are firm in knowledge". (See Abdullah Yusuf Ali, English translation of **the Holy Quran**, text and f. n. on p. 123).

All sects of the Shi'is recognise the validity of **ta'wil**, of the hidden meaning of the Quran, to some extent or the other. But the doctrine was most developed by the Ismailis. Among them the **Nazaris**, generally known as the **Khojas**, accept only the hidden meaning of the Quran. Some others, e. g., the Dawoodi and Sulaimani Bohras recognise both the hidden (bAtini) and the apparent (zAhiri) meaning of the Quran as binding.

17. Shibli No'mani : Maqalat 5/18 & Iim ul-kalaam 1/17.

18. Syed Ameer Ali, The spirit of Islam, 1922, pp. 399-400.

8. The **Kharijis** originally consisted of some of the troops of the army of Hazrat 'Ali, the fourth Caliph. Extremely pious in their personal lives, the Kharijis claimed to stand for the 'pure' Islam of the days of the Prophet, opposed all wars among Muslims, and condemned both, the fourth Caliph as well as his opponent Ameer Mu'aviya. They were responsible for the assassination of Hazrat 'Ali in AH 41.

9. The Ismailis are a branch of the Shi'is, the other being the **Isna 'Ashari** (the Twelvers). They branched off after the sixth Imam Ja'far Sadiq and owed allegiance to his eldest son Ismail who had died during the life of his father. The **Isna 'Ashari** believed the **imamat** to have passed on to another son of Imam J'afar Sadiq, namely Imam Musa Kazim, while the Ismailis believed the **imamat** to continue in the line of Ismail through his son Muhammad.

10. The Ismailis later founded the Fatimid Caliphate at Kairawan in Nortn Africa (in the region between Morocco and Birqa) in 297 AH/909 AD and later in Egypt in 356 AH/966 AD. It were they who founded the Jami'a Azhar in Cairo. Their missionaries had built up a highly well-knit underground organisation with wide ramifications throughout the medieval Islamic East. The Fatimids were destroyed by the Kurdish General Salahuddin of the anti-Crusade fame. The Ismaili centre at Alamut defeated all attempts at capture by the Abbasids and their Turkish satraps. It was ultimately captured and destroyed by the Mongol Halaku who also sacked Baghdad in 656 AH/1258 AD.

11. For a discussion of this question see ch. iv of **Khilafat wa Mulookiyat** (Urdu) by Maulana Abul A'la Maudoodi.

12. Ibid.

13. Shibli No'mani :**Maqa'aat,** V. p. 18, also **Ilmul Kalaam,** I, p. 17.

14. **Mu'tazila**, of whom Wasil bin 'Ata (d. 131 AH) is generally regarded as the founder, were a sect of rationalistic tendencies. They were opposed to the doctrine of the eternity of the Quran. They called themselves "the people of unity and

Hazrat Zubair bin 'Awwaam was no exception. Hazrat Talha, another companion, was a wealthy person. Same was the case with the second Caliph, Hazrat 'Umar, who owned vast landed properties and a number of oases (**nakhlistan**). **Baihaqi, Sunan Kubra**, vol. vi, p. 160. Ibn Sa'd relates that even after becoming Caliph, he carried on extensive export import trade :

'an IbrAhIm anna 'Umar kAna yattajero wa huwa Khalifatun wa jahhaza 'iran ila ash-shAm.

The third Caliph, Hazrat 'Usman, of course, was the wealthiest among them all. The fourth Caliph, Hazrat 'Ali, owned four large farms and an oasis which are said to have yielded an annual income of 40 thousand dinars :

'an abi ja'far (Imam bAqir) mA qutila ibn' 'AffAn hattA balaghat 'alaihi 'ala miatai alf (yahya bin Adam qarashi, kitAb al-khirAj, p. 83).

Concentration of wealth and slaves was not confined to the Caliphs and the leading Companions. Economic benifits of foreign conquests percolated even lower below.

The growth in the economic importance of the slaves was mainly due to the fact that able-bodied Arabs were mobilised for foreign military compaigns; and besides, slaves were in great demand for paying to their masters their ownership dues from their (the slaves') daily earnings. Those among the prominent Companions who realised daily payments or ownership dues from the earnings of the slaves, included Hazrat Abu Bakr Siddiq and most of his colleagues. Says **Baihaqi** :

kAna li abi Bakr ghulAmun yakhroju lahU al-khirAj wa kAna Abu Bakr ya'kulu minha (Baihaqi, sunan-i-kubra 8/9).

7. ..."This khilafat was ultimately transformed into kingship ... and this transformation led the state of the Muslims astray from their principles of governance." (yeh khilAfat Akhir kAr mulUkiyat men tabdIl hui aur ... is taghayyur ne musalmAnon ki riyAsat ko usUle hukmrAni se kis qadar hatA diyA.) See Maulana Abul A'la Maudoodi : **Khilafat wa Mulookiyat** (Urdu), third reprint, 1974, p. 96.

NOTES AND REFERENCES

1. Immediately after the death of the prophet began the struggle for succession between, on the one hand, the original inhabitants of Medina, and on the other, the immigrants (*Muhajirin*) from Mecca and also among the latter themselves, between the Prophet's clan on the one hand, and the rest on the other. Even while the dust raised by these conflicts had not settled down, a large number of *Beduin* tribes reneged. Foreign military compaigns pushed the internal conflicts in the background. But within a little more than a decade, they surfaced again, resulting in the murder of the third Caliph by a group of Muslim dissidents variously estimated at more or less two thousands. The fourth Caliph, Hazrat Ali did not enjoy a day of tranquillity and peace during the six years of his rule at the end of which he was assassinated by anarchistic rebels from among his own followers.

2. Some writers (latest among them the late Maulana Sayeed Ahmad Akbarabadi) consider the assassination of the second Caliph, Hazrat 'Umar, to be the outcome of foreign, Iranian, conspiracy; while the developments leading to the murder of the third Caliph, Hazrat Usman, have been ascribed to the conspiracy hatched by a Jewish convert Abdullah bin Saba.

3. Mughira bin Shu'ba was one of the companions of the Prophet, and was appointed Governor of the newly-conquered *Kufa* by the second Caliph.

4. Dr. Taha Husain: **Hazrat Abu Bakr Siddiq Aur Hazrat Farooq Azam,** Urdu translation, Nafees Akademy, Karachi. p. 242.

5, Ibid, p. 243.

6. Hazrat Zubair bin 'Awwaam, for example, who was one of the early Muslims, a cousin of the Prophet, and a son-in-law of the first Caliph, had extensive trading interests, large properties, and owned a thousand slaves who brought to him daily income from their earnings. Thus writes **Baihaqi** :

kAna liz Zubair alf mamlUk tu'addi ilaihi'l-khirAj (Baihaqi, Sunan-i-Kubra, Hyderabad Vol 8, p. 9)

It is interesting to note that Sheikh Ahmad Sirhindi's injunctions were not adopted as the basis of state policy even by persons like Aurangzeb. When a courtier Ameer Khan, characterising the Shi'a as 'bad in religion', pleaded for their replacement by Sunni Musalmans, Aurangzeb wrote back : What have the affairs of this world got to do with religion, and religion with bigotry ?[37]

Now, this as a plea for the separation of state and religion and for a secular policy may have its limitations. Nonetheless it is significant.

If Aurangzeb and his predecessors came to accept this as the guiding principle of state policy, it was certainly not because their religion led them to it but they sought religious justification for what life had forced upon them.

Much of the crisis in present day Indian Islam is due to the lack of a clear distinction between the lay and the spiritual, and the failure to restore the dynamic spirit of Islam.

Javed Iqbal has raised a pertinent question : Why should Muslims not recognise that they have been wrong ? What is living in Islam's tradition has to be distinguished from what is dead.[38] This requires the development of a critical approach. The willingness to approach and evaluate their past critically is the touchstone of Indian Muslim's ability to face their future with confidence and advance boldly.

Since the 13th century, especially after the Mongol carnage and the fall of Baghdad, Delhi became the most important centre of Orthodox Islamic thought. Muslim *Ulema* in their hundreds flocked to seek refuge here. Historian Barni relates that a delegation of these *Ulema* waited upon Sultan Iltutmish (1210-1235) to complain that lakhs and crores of Hindus in India continue to be idol worshippers but they have neither been made to accept Islam, nor on refusal beheaded. They were, however told of the utter impracticability and suicidal character of this course of action. On another occasion, another Sultan, Alauddin Khilji curtly told one Qazi Mughisuddin that let Islamic *Shariah* be your concern, I have to do what I consider necessary to carry on the government.[31]

Mention has already been made of Sheikh Ikram's opinion (held in common with many others) that in India during Akbar's regime Islam faced the danger of disintegration. And that this state of affairs explained, if not justified, intellectual stagnation as a sort of a defence mechanism. It is ironical that Sheikh Ikram's own arguments lead into a different direction.

Sheikh Ikram expresses agreement with Prof. Athar Abbas Rizvi that Akbar did not found any new religion or even a mystic order.[32] He is even critical of Maulana Abul Kalam Azad for exaggerating out of all proportions the services Sheikh Ahmad Sirhindi is said to have rendered in the defence of Islam during Akbar and Jehangir's reigns.[33]

Rizvi considers that Akbar's religious leadership was limited to preventing the Sunni Orthodox Ulema from using the state to serve their own ends. Moreover, Akbar's greatest sin in the Orthodox eyes was to have made the Hindus an equal partner in the administration of the state.[34] It would appear that this was one of the main reasons for Sirhindi's ire aginst the great Mughul rulers. Ikram admits that "in his (Sheikh Sirhindi's) letters, intense hatred and anger has been expressed against non-Muslims, and frequently the faithful have been urged to insult and humiliate them."[35] Ikram has tried to explain this away as a reaction to the rise of aggressive Hindu revivalism of the period.[36] Perhaps he could find a more cogent explanation in the loss of monopoly enjoyed by the Orthodox Sunni Turani nobility in the state services and the administration

Last but not the least, Imam Ghazali's great services included the preparation of an educational curricula for schools which has continued to serve the Orthodox institutions ever since. The Imam laid primary importance on the teaching of theology. But while repudiating and eschewing material sciences, he had to make some compromises. Without ceding ground to the rationalists, he accommodated, for obvious reasons, medicine and astronomy. "Philosophers too", he said, "have attained truth by revelation, and the main substance of medicine and astronomy is based on such revelation".[27] For the rest, all sciences which did not have any basis in revelation had to be given up. Thus was ushered in the long night of intellectual stagnation whose dark shadows have not yet been completely dispelled.

Maulana Maudoodi has quoted Ibn Khaldun to the effect that the Imam wanted the establishment of a kingdom in any part of the world which should be based purely on the principles of Islam.[28] This provided the inspiration for the kingdom of **Muwahhidin** in north-west Africa established by one of Imam Ghazali's students, Ibn Tumart (d.1129 AD). This political aspect, however, is considered to occupy only a secondary place in the Imam's total work.[29]

But in the light of the results for the success of his mission, this assessment needs revision. In any case, a near contemporary historian, Maqrizi, holds a different opinion. Shibli has quoted this author to the following effect :

"Muhammad Ibn Tumart learnt *Ash'ari* theology from Imam Ghazali. The result was that in the kingdom of **Muwahhidin** it was permitted to shed the blood of all those who held on to a school of faith opposed to Ibn Tumart. They killed vast multitudes whose number is known only to God. Thus spread the *Ash'ari* faith throughout the (Islamic) world."[30]

Ibn Tumart's actions may or may not have been directly responsible for the predominance of the *Ash'ari* school. But there is no denying the fact that the ideology of Orthodox Islam as found today, especially in the Indian sub-continent, has been influenced and moulded by Imam Ghazali, more than anybody else.

times when national life is faced with the danger of disintegration as in the Abbasid Caliphate during the excesses of the Mu'tazila or with us during the reign of Akbar".[21]

It is not difficult to see, however, that such efforts at 'the preservation of the national psyche' have only resulted in distorting it beyond recognition.

Such precisely was the service rendered by Imam Ghazali.[22] His is certainly the greatest name in the Orthodox revivalism of Islam, the final stage in the evolution of Orthodox Muslim theology.

Among the achievements on which his greatness rests may be mentioned the attack on the rationalists and philosophers of Islam, and the re-establishment of the supremacy of obscurantism over reason. Accordingly, not only the religious truths in the Qur'an are revealed, but also all ideas of good and evil acquire their validity from revelation. This was obviously meant to refute the Mu'tazila claim that moral differences between good and bad have objective reality and can be perceived by reason.[23]

But Imam Ghazali's crusade was waged with equal vehemence against the Shia Ismailis who, with their widespread underground following and organisation, constituted a more immediate danger to the established order. Greater efforts were required to lay the ghost. Imam Ghazali wrote one of his first works against the Ismailis at the behest of the reigning Abbasid Caliph and named it after him.[24] But, obviously, one book could not be sufficient against such a formidable foe. The Imam had to devote three more of his works to this subject.[25]

Having thus vanquished two of his main adversaries, Imam Ghazali turned to mollify the rest. Sufism, till then, had not taken its place in Orthodox Islam. It was more of a conduit of mass discontent against the established order and against Orthodoxy. But it was far from inculcating any attitude even bordering on rationalism. This provided the basis for a compromise. It was Imam Ghazali's great contribution to make possible the admission of a modified Sufism into Orthodox Islam.[26]

Syed Ameer Ali has ascribed this phenomenon to the nomadic Mongol invasion.[18] Besides being escapist this explanation is not borne out by facts. It only betrays a tendency to pass on the internal decline to external causes. Indeed the Abbasid Caliphate and the society that it led and represented had lost its vitality some four hundred years before the sack of Baghdad by the Mongols.

Indian Islam has long felt satisfaction and silent pride in the campaigns of adventurers like Mahmood of Ghazna, perhaps because he was a supporter of Orthodoxy and his campaigns also aimed at destroying the Qaramatian kingdoms of Mansura (Sind) and Multan. We are prone to forget that Ghaznavi's services to Islam also included his raids in Central Asia which softened the heartland of Islam for the Mongol invasion.

The decline of Islam was accompanied by an intensification of its inner contradictions and the counter-offensive mounted by Orthodoxy. It aimed at closing the doors of all external influences, of any innovation of thought and intellectual freedom.

The more perceptive among the apologists of Orthodoxy in Islam are not unaware of this state of affairs. Thus Sheikh Mohammad Ikram says :

"In the theological and intellectual history of Islam there is no dearth of sky-high peaks. But after the first three or four centuries of Islam only those personalities flourished who were concerned not so much with developing the Islamic system of thought, with retaining the dynamism and the potent forces of life, and with re-opening its closed intellectual and spiritual lifesprings, as with maintaining the system in the form in which they had inherited it from their predecessors".[19]

Sheikh Ikram admits that "when this approach is made the basic and permanent principle of intellectual life then, obviously, it blocks the path of scientific progress and the capacity for intellectual advance is lost".[20]

But he justifies the use of this harmful palliative on the plea of its "great importance in the preservation and formation of the national psyche. It becomes not only useful ;but also necessary in

This could not but leave its impact on the religious disputes within Islam.

Maulana Shibli No'mani has characterised the early religious differences to be essentially political.[13] Moreover, he has traced them to the lifetime of the Prophet himself. He has noted that all the religious schisms that took place in early Islam, for example, between the Sunni and Shia, the latter and the Kharijis, between the Mu'tazila[14] and the Ashai'ra[15], and the Batinis[16] and the rest were primarily due to political causes.

Shibli has given an interesting account of the way political differences within Islam led to bitter controversies concerning faith and ideology. The Umayyad state was a highly repressive one. But the rulers accepted no responsibility for their actions on the plea that man does only what God wills him to do. But this did not prove very convincing to those who suffered at their hands. This gave rise to a fundamantal division between the schools of *jabr* (determinism) and *qadr* (free will), as also between traditionalism and rationalism.[17]

It is not without significance that the rise of Islamic rationalism coincided with the overthorw of the Umayyads and the rise of the Abbasids. One of the first and most significant indications of the new orientation of Muslim thought was the extensive production of Arabic translations of works dealing with philosophical and scientific subjects. Thus, eighty years after the fall of the Umayyads, the Arabic-speaking world possessed Arabic translations of the greater part of the works of Aristotle, of the leading neo-Platonic commentators, of some of the works of Plato, of the greater part of the works of Galen, and portions of other medical writers and their commentators, as well as of other Greek scientific works and of various Indian and Persian writings.

This is not the place to trace the development of the various schools of rationalists, philosophers and scientists who certainly included some of the biggest names in world thought. But within a comparatively short time, stagnation and decline overtook the intellectual world of Islam.

Mulana Abul A'la Maudoodi has regretted the passing away of the pious Khilafat and its replacement by kingship[7]. But under the circumstances this transition, perhaps, was inevitable. And the state, moreover, in those conditions, could only be a hereditory dynasty. The Kharijis[8] were against the state, as such, as an institution, and, therefore, opposed both the contending houses. But it was no more possible to keep the growing and expanding Islam c society in conditions of original tribal bliss and simplicity. In the very nature of things the Kharijis could not and did not last very long. Others who challenged the Umayyads did not oppose the principle of hereditary dynasty; they only put forward the claim of another, their own, dynasty. Even with them at the helm, the situation probably would not have been much different. History demonstrated this when later the Ismailis[9] got the opportunity to set up the Fatimid Caliphate in Kairawan (297 A.H.,/909 A.D.) and then in Egypt (356 A.H.,/966 A.D.).[10]

But in discussing this question, Maulana Abul A'la Maudoodi has pointed to a significant fact. Of course, there is nothing new in the criticism of the practice of clan and family patronage that came to be the dominant factor in the selection of military and administrative cadres under the third pious Caliph. This, in fact, proved to be the first step in the slippery path in the transition to a despotic, hereditary state.[11]

Maulana Maudoodi does not deny that those selected in this manner were efficient administrators and competent leaders.[12] But who were they? And what did their predominance signify?

They belonged to the clan which had already dominated the socio-economic life at Mecca (and consequently of Arabia too) before Islam; and these were the men who had opposed and fought against Islam as long as the fight was possible. On this score, however, nobody need doubt their sincerity and the genuineness of their faith in accepting Islam. What, however, is relevant to our present discussion is the fact that within a little more than a decade after the passing away of the Prophet, the same old clan (or class) of wealthy Meccan traders succeeded in assuming political power under the new dispensation.

Zar Ghifari, was neither a sudden development nor could it be a lone voice. That he had to be banished from Medina only goes to show that he was becoming a social menace to the powers that be.

The very martyrdom of the second Caliph, Hazrat 'Umar, and the circumstances under which it took place, epitomise the two basic contradictions which afflicted that society. An Egyptian Scholar, Dr. Taha Husian, has given an account of this incident :

"Mughira bin Shu'ba[3] had a slave who was one of the captives from Nahravand. This man was proficient in a number of trades... He came to Hazrat 'Umar with complaint. His master, he said, took away as his ownership dues an excessive portion of his day's earnings. Hazrat 'Umar, on the other hand, after due consideration, came to the conclusion that the amount fixed by Mughira was justified".[4]

A few days later, the same slave fatally stabbed the Caliph in the mosque during the morning prayers.

Taha Husain has underlined another aspect in the behaviour of this Iranian slave. Whenever he saw in the streets of Medina Iranian child slaves, he would bemoan their fate saying that the Arabs had eaten away the youth of Iran.[5]

There may be nothing extraordinary in this story. But it is highly revealing. The practice of making the slaves work on wages and appropriating their earnings in the name of ownership rights was prevalent in Arabia from before Islam. It continued after it. But the phenomenal rise in the number of slaves consequent upon the conquest of new lands led to its unprecedented expansion.[6] The repeated instructions urging humane treatment of slaves do not indicate social tranquillity but deepening conflict. Social peace required that it be kept within limits. Moreover, this had led to the emergence of new, national or ethnic contradictions.

A society bearing within it such intense contradictions could not continue to exist without a strong centralised state. Arabia before Islam had no state. Islam did not do much to retrieve that situation. Obeying those having authority (*ulu'l-amr minkum*) and mutual consultation (*shura bainahum*) cannot serve as substitute for the institution.

The relationship between religion and social change is indeed a complex and conrtoversial question in the history of world thought. It is, so to say, a double-edged relationship; both continuously act and react upon each other. At the same time there is a degree of autonomy enjoyed by each.

No serious-minded student of history can fail to recognise the role played by religion in accelerating or thwarting social change.

On the other hand, religious leaders and thinkers have admitted the relevance of social condition to the emergence of religious teachings. Every religion while claiming to be based on eternal values is inevitably born in a particular *milieu* and bears its imprint. It is primarily a response to the problems arising out of it in time and space.

That sets the limits not only to the ideals and aspirations that move the people, but also to the degree to which these are implemented or get transformed in the process.

Islam from the beginning has openly and frankly occupied itself with the problem of social change. Not surprisingly, therefore, in the past as well as today, the socio-economic and political struggles in the Muslim world, and among Muslims everywhere, have been and are being conducted in the name of Islam. Consequently, religion is frequently to be found on both sides of the barricade.

Islam's social polity has never been free from contradictions. Indeed early Islam was a period of intense social strain and strife leading to sanguinary conflicts within that society.[1] There has been a tendency among certain circles to ignore or underplay this fact and, when this was no more tenable, to ascribe it to intrigues on the part of foreign agents[2]. But such oversimplified explanations do not hold.

Mecca was already a thriving trade centre before Islam. With the conquests of new lands and the fast expansion of trade, there was great increase in wealth, and slaves and other merchandise. Acquisition of wealth was inevitably followed by its accumulation and concentration. This led to an early polarisation within Islam. The voice of protest raised by a Companion of the Prophet, Hazrat Abu

RELIGION AND SOCIAL CONTRADICTIONS

Mr. Ali Ashraf (b. 1918 approx, Patna, Bihar), Graduated from Patna University, Founder-Member of CPI, Bihar Unit. Imprisoned in Hazaribagh Jail during 2nd World War under Defence of India Rule. The All India S. F. Conference named its locale for 1942 session as Ali Ashraf Nagar. Released from Hazaribagh Jail in 1943, he became editor of Hindi weekly daily "Janshakti", Patna.

Worked in Soviet Information Centre and edited "Soviet Jaiza." His wife Dr. Maimoona Jafri, now retired, was a teacher of Urdu in Aligarh Muslim University. Mr Ali Ashraf now lives in Aligarh.

Khuda Bakhsh Extension Lectures—1986

Three Lectures

on

INDO-ISLAMICS

Ali Ashraf

Aligarh

M

G.

INDEX OF AUTHORS

Alphabetically arranged.

TRAVELS AND BIOGRAPHY.

CLASFURD (A. I. R.)—Rifle and Romance in the Indian jungle; a record of thirteen years; of the Indian army, with numerous illustrations by the author and from photographs. London, 1905. No. 239.

HOOKER (Joseph Dalton)—Himalayan Journals; or Notes of a Naturalist in Bengal, the Sikkim and Nepal Himalayas, the Khasia Mountains. With maps and illustrations. London, 1905. No. 238.

JAMESON (Messrs)—Memoirs of the Beauties of the Court of Charles the Second. London 1841. No. 236.

MILL (J. S)—Autobiography of—London, 1873. No. 237.

MUSTAJAB KHAN, BAHADUR—Goolistani Rahmat. The life of Hafizul Mulk, Hafiz Rahmat Khan. Rendered into English by C. Elliott. English Edition. London, 1831. No. 244.

PEARSE (H.)—Memoirs of the Life and Military Services of Viscount Lake. London, 1908. No. 243.

POWELL (Mary)—The Maiden and Married Life of Mary Powell. London, No. 248.

PRICE (Major David)—Memoirs of the Emperor Jahangueir written by himself; and translated from a Persian Manuscript. London, 1829. No. 235.

ROSE (J. H)—The life of Napoleon I including new materials from the British Official records. London, 1913. No. 240.

STEVENSON (Robert Louis)—Memories and Portraits. London, 1909. No. 247.

TERRY (Edward)—A voyage to East-India; wherein some things are taken notice of in our passage thither but many more in our abode there within that rich and most spacious Empire of the Great Mogul, London, 1777. No. 245.

TOWNE (Elizabeth)—The Life Power and how to use it, London, 1906. No. 246.

SCIENCE AND PHILOSOPHY.

MALTHUS (Rev. T. R.)—An Essay on the Principle of Population or a view of its past and present effects on Human Happiness with an inquiry into our prospects respecting the future removal or mitigation of the evils which it occasions. London, 1890. No. 188.

MANUAL.—Of Physical Training. London, 1908. No. 191.

MODEL.—Of Three Phase Induction Mortor. No. 186.

NORDAU (Max)—Conventional Lies of our civilization. Translated from the seventh edition of the German work. London, 1906. No. 178.

PARKYN (H. A.)—Auto suggesstion; what it is and how to use it for health, happiness and success. London. 1905. No. 176.

ROY (S.)—Customs and Customary Law in British India. Calcutta, 1911. No. 190.

TRINE (Ralph Waldo)—In Tune with the Infinite or fullness of peace, power and plenty. London, 1906. No. 192.

VOGT (E. W.)—See P. M. Heubner No. 175.

RELIGION.

HAYDON (Mary F.)—Bible Year Book of the New Thought, with daily affirmations for every day in the year. Chicago, 1903. No. 177.

TRAVELS AND BIOGRAPHY.

BISMARCK (Otto—Prince Von)—Bismarck the man and the statesman; being his reflections and reminiscences, translated into English under the supervision of A. J. Butler. English Edition. London, 1898. 2 Volumes Nos. 241—242.

BUTLER (A. J.)—See Bismark. Nos. 241—242.

FICTION.

Sheykh-Zada—The History of the forty vezirs or story of the forty morns and eves, done into English by E. J. W. Gibb M. R. A. S. London, 1884. No. 365

Squire (Charles)—Celtic Myth and Legend, Poetry and Romance. With illustrations in colour and Monochrome, after paintings by I. H. F. Bacon A. R. A. and other artists. London, 184. No. 382.

SCIENCE AND PHILOSOPHY.

Abdur Rahim—The Principles of Mohammedan Jurisprudence according to the Hanafi, Maliki, Shafi'i and Hambali Schools. London, 1911. No. 189.

Banks (Charles)—Manual of Hygiene for use in India. London, 1902. No. 179.

Georgen (Eleanor)—Metropolitan Culture Series. The delsarte System of physical culture. New York, 1893. No. 187.

Heubner (P. M.)—Perpetual Health; how to secure a new lease of life by the excercise of will power in following out the Combined "Cantani-Schroth" Cure; a new and infallible method of treatment of disease enabling health to be restored quickly, even though undermined by disorders of the gravest and most stubborn character, such as gout, rheumatism, blood and skin diseases, etc. Translated by F. W. Vogt. London, 1905. No. 175.

Hieover (Harry)—The Stud, for practical purposes and practical men. London, 1849. No. 177.

Maclean (M)—Modern Electric Practice. London, 1905. 6 Vols. Nos. 180—185.

FICTION.

LENOTRE (G.)—A Gascon Royalist in Revolutionary Paris—The Baron de Batz. 1792—95. Rendered into English by Mrs. R. Stawell. English Edition. London, 1910. No. 364.

MACKENZIE (Donald A.)—Indian Myth and Legend. With illustrations in colour by Warwick Goble and numerous monochrome plates. London, 1913. No. 380.

" Teutonic Myth and Legend. An introduction to the Eddas.........etc. London, No. 384

MONCRIEFF (A. R. Hope)—Romance and Legend of Chivalry With illustrations in colour and monochrome from drawings and famous paintings. London, No. 383.

" Classic Myth and Legend. With Illustrations in colour and monochrome from famous paintings and statuary. London, No. 381.

MORELL (Charles)—The Tales of the Genii. Translated from Persian. London, 1808. No. 374.

SCOTT—Waverley Novels 8 Vols Nos. 366—373.

1 Guy Mannering Vols 1—2. Nos. 366—367.
2 Heart of mid-Lothian.—II. No. 368.
3 Heart of mid Lothian—Part III and Bride Lammermoor—I Vols 1—2. No 369
4 The Abbot. No. 370
5 Red Gauntlet. Vols. 1—2. Nos. 371—372.
6 A legend of Montrose. No. 373.

SHAKESPEARE (Wm)—The Comedies of—London, No 378.

FICTION.

ABERIGH-MACKAY (George R.)—Twenty-one days in India. Or the tour of Sir Ali Baba K C. B. and the Teapot Series London, 1910. No. 362

ATKINSON (F. G.)—Curry and Rice (on Forty Plates) or the ingredients of social life at "Our" Station in India. London, 1911. No. 379.

BOCCACCIO (Giovanni)—The Decameron. London, 1902. Vols. III and IV. Nos. 385—386.

BOMPAS (C. H.)—Folklore of the Santal Parganas. London, 1909. No. 363.

CHAMBERLEN (Paul)—Persian Anecdotes or Secret Memoirs of the Court of Persia. Translated into English from the French of Madame De Gomez. London, 1730. Nos. 376.

FIRDAUSI—Shahnamah. Translated into English by Arthur George Warner and Edmond Warner. English edition London, 1905 6 Vols Nos. 356—361

GIBB (E. J. W.)—See Sheykh Zada. No. 365.

GRENVILLE-MURRAY (E. C.)—People I have met London, 1883 Mo. 377.

J. C. S.—The Emperor Shah Jahan A Drama. Delhi, 1914. Ne 375.

LITERATURE.

BILL (E. L.)—Hilling the Taugot Trial. New York 1911. No 475.

DE QUINCK (T)—The Confessions of an Opium Eater. Edinburgh, 866. No. 469.

FORBES (Duncan—A Grammar of the Hindustani Language. London, 1846. No. 472

HAMILTON (W.) – Lectures on Metaphysics and Logic. Volumes I. and II. Nos. 473--474.

JALALUDDIN MOHAMMAD RUMI—Masnavi-i-Ma'navi. Rendered into English by E. H Whinfield London, 1898. No. 477.

LONDON MAGAZINES—From April to December 1902. Vol. VIII. No. 476

SANETOBURY (G)—Corrected Impressions being essays on Victorian Writers. London, 1895. No. 470.

STEVENSON (R L)—The Letters of.—London, 1911. 4 Vols. Nos 465—468.

WAITE (Arthur Edward)—The Gift of the Sprit. A selection from the essays of Prentice Mulford. London 1903. No 471.

WHINFIELD, (E. H.)—See Jalaluddin Mohammad Rumi. No 477.

—:0:—

BOOKS ON INDIA.

FESTING (Gabrielle.)—When Kings Rode to Delhi With illustrations. London, 1912. Eo. 432.

GILBERT (Linney)—India Illustrated: an historical and descriptive account of that important and interesting country. London, No. 435.

HILL (S. C.)—Bengal in 1756—57: A selection of public and private papers dealing with the affairs of

the British in Bengal during the Reign of Seraj-uddaulla. London, 1905. 3 Vols. No. 429—431.

INDIA—Indian Educational Policy, 1913. Being a resolution issued by the Governor General in council on the 21st February 1913. 4 Copies. Calcutta, 1913. Nos. 436—440.

INNES (A. D.)—A short History of the British in India. London 1905. (Indian H.) No. 434.

MONIER-WILLIAMS (Monier)—Modern India and the Indians; being a series of impressions, notes, and essays. London, 1891. No. 426.

RUSHTON (William & Co.)—The Bengal and Agra Annual Guide and Gazatteer. Part 1st. Calcutta, 1891. No 433.

—:o:—

LODGE (R.)—A History of Modern Europe from the capture of Constentinople 1453 to the Treaty of Berlin 1878. London, 1912. No. 611.

MACDONELL (Arthur A.)—A History of Sanskrit Literature. London, 1909. No. 607.

NEAMET ULLAH—History of the Afghans. English translation by Bernhard Dorn. London, 1829. No 619.

OSBORN (Robert Durie)—Islam under the Arabs. London, 1876 No 605

" Islam under the Khalifs of Bagdad. London, 1878 No. 604.

SHARAFFUDDIN ALI—The History of Timur Beg (Tamerlain the Great) being an historical journal of his conquests in Asia and Europe. English translation. London, 1723. Nos. 625—626.

SHUSTER (W. Margan)—The Strangling of Persia. A Record of European Diplomacy and Oriental Intrigue. London, 1912. No. 620.

SIDNEY LOW AND LLOYD C. SANDERS:—The History of England during the reign of Victoria (837—1901) London, 1913. No. 623.

THE HISTORY—of Ancient Civilization : A Hand book based upon Mr. Gustave Ducoundray's "Histoire Sommaire De la civilization" London, 1889. No. 612.

" Of Modern Civilization : a Hand book based upon Mr. Gustave Ducoundry's "Histoire Sommaire De la Civilization" London, 1891. No. 613.

THOMAS (E.)—The chronicles of the Pathan Kings of Delhi. London, 1871. No 624

SUPPLEMENT,

GENERAL HISTORY.

ARBUTHNOT (F. F.)—Arabic Authors: a Manual of Arabian History and Literature. London, 1890. No 618

BREASTED (James Henry.)—A History of Egypt from the Earliest times to the Persian conquest, with two hundred illustrations and maps, second edition, fully revised. New York, 1911. No 617.

BROWNE (E. G.)—A year among the Persians. London, 1893. No. 621.

DORN (B).—See Neamat-ullah. No. 619.

DURAND (Mortimer.)—Nadir Shah. London, 1908. No. 622.

GUIZOT (F.)—The History of Civilization, from the fall of the Roman Empire to the French Revolution. Translated by William Hazlitt. 3 Vols. London 1890. Nos. 614—616.

LAMARTINE (Alphonse De.)—History of the Girondists; or personal memoirs of the Patriots of the French Revolution. London, 1849. 3 Vols. Nos. 608-610.

LANE-POOLE (Stanley.)—Mohammadan Dynasties Cronological and Genealogical Tables with Historical Introduction. Westminister, 1849. No. 627.

" (Stanley.) Studies in a Mosque. London, 1883. No. 606.

TEMPLE (Sir Richard)—Palestine Illustrated. London, 1888. No. 14.

THE CORONATION—Service and Ceremony. King Edward VII and Queen Alexendra. (June 20, 1902). No. 104.

THE NATION—The Nation's Pictures. A selection from the finest modern paintings in the public picture galleries of Great Britain reproduced in colour. 2 Vols. New York, 1901 Nos. 102—103.

THE STRAND—The Strand Magazine, November 1907 to April 1913. Nos. 81-95.

VIEWS—Views of London. No. 38.

VYSE (Colonel Howard)—Operations carried on at the Pyramids of Gizeh in 1837: with an account of a voyage into Upper Egypt and an appendix. London, 2 Vols. Nos. 15—16.

WALSH (Rev. Robert)—See Allom (Thomas), No. 43.

WILBERFORCE (H. W. W.)—Lawn Tennis; with a chapter for ladies by Mrs. Hillyard. With illustrations. London, 1904 No. 52.

WYATT (M. Digby)—An Architect's Note-Book in Spain; principally illustrating the Domestic Architecture of that Country. London, 1872. No. 31.

——:o:——

RAJMOHAN RAI KAVINDVA—Asa and Kalpana. Calcutta, 1313. No. 66.

RESIDENT (A Foreign)—Society in London. London, 1885. No. 48.

ROTHMELL & DR. N. MONTANA—A New Practical Grammer of Spanish Language; German edition. Stuttgat, 1814. No. 60.

RUSKIN (John)—Modern Painters. London, 1892. 5 Vols. Nos. 32-36

SAILASH CHANDRA MAJUMDAR—Chitra Bichitra. Calcutta, 1309. No. 62.

" Indu. Calcutta, 1309. No 64.

SALAHUDDIN KHODA BUKHSH—Miscellaneous work—The Islamic Conception of Sovereignty. The Shriubiyyah Movement in Islam. My father: His life and reminiscences. Calcutta 1913. No. 44.

SMYTH (Coke)—Illustrations of Constantinople made during the residence in that city in the years 1835-36. London 1837. No. 76.

SRIMATEE TARAGINI DAVI—Bana Phul, or The Wild Flower Calcutta. 1300 Sal. No. 71.

SRISCHANDRA MAJUMDAR—Sakti ka nam. Calcutta, Vaisak 1897. No. 70.

" See Rabindra Nath Tagore. No. 63.

STABLES (Gordon)—Our Friend—the Dog: a complete guide to the points and properties of all known breeds, and to their successful management in health and sickness. London, No. 57.

KREMER (Alfred Von.)—Culturgeschichtliche Streifzuge auf dem —Gebiete des Islams. Leipzig, 1873. No. 45.

LARSON (Christian D.)—Poise and Power. London, 1912. No 55.

LONGMAN & Co—Facsimiles of Aristotle's Constitution of Athens. London, 1891. No. 78.

MAHARAJA KUMAR SAILENDRAKRISNA DEV.—Bidhabar bibaha hoá uchit ki ná. Calcutta—12 August, 1910. No. 68.

MAZUMDAR (Sri Chandra)—Biswanath or the Robinhood of Bengal. Calcutta, 1896. No. 59.

MILNER (Rev. Thomas)—The Gallery of Geography: A Pictorial and Descriptive Tour of the world. London, No. 37.

MOHINIMOHAN CHATTOPADHAYA—Amrita Sagar made by Om Paramhansa Sibnarain Swami. Calcutta, 1833. No. 61.

NADAL (Victor.)—Le Nu au Salon Paris, 1907. No. 40.

ORFORD SMITH & Co—The record number of a record reign: Her Majesty's Glorious Jubilee 1897. London, No. 106.

OUSELEY (William)—Oriental Collections consisting of original essays and dissertations, translations and miscellaneous papers, illustrating the history and antiquities, the arts, sciences and literature of Asia. With plates London, 1797, 2 Vols. 41-42.

RABINDRANATH TAGORE—Pada Ratnabali, Calcutta, Vaisak 1292. No. 63

GOURY (M. Jules)—Plans, Elevations, Sections and Details of the Alhambra from drawings taken on the spot in 1834. London, 1742. Nos. 74—75.

HILLYARD (Mrs) See Wilberforce, H. W. W. No. 52.

HODGES (W.)—Select views in India drawn on the spot in the years 1780, 1781, 1782 and 1783 London, No. 80.

HOLT (Emily)—The Secret of Popularity; how to achieve social success. London, 1905 No. 51.

HOME—Select Views in Mysore, the country of Tippoo Sultan from drawings taken on the spot, with Historical Descriptions. London, 1794 No. 107.

INDU PRAKASH Bandopadhaya. Padmini (Bengali,) Calcutta 1317 No. 65.

INGRAM (B. S.)—The Illustrated London News Coronation Record Number King George V. and Queen Mary. London, No. 105.

INNES Mary)—Schools of painting, with seventy illustrations. London, 1911 No. 46.

ISWARCHANDRA VIDYASAGAR—Seetar Banabas,(Bengali). Calcutta,. 1897. No. 69.

KING (Thomas H.)—The Study-Book of Mediaeval Architecture and Art; being a series of working drawings of the principal monuments of the Middle Ages whereof the plans, selections, and details are drawn to uniform scales. London, 1868. 4 Vols. Nos. 1—5.

KNOWLES (James)—The Nineteenth Century. A Monthly Review. London, 6 Vols. Nos. 25—30.

CUST (Robert N.)—A Sketch of the Modern Languages of the East Indies accompanied by two Language Maps. London, 1878. No. 50.

DIBDIN (Rev. T. F.)—The Bibliographical Decameron; or, Ten Days Pleasant Discourse upon Illuminated Manuscripts, and subjects connected with early engraving, Typography, and Bibliography. London. 1817. 3 Vols. Nos. 22—24.

DINESH CHANDRA SEN, B A—Bangabhasa & Sahitya (Bengali). Calcutta, 1901. No. 73.

FINDEN.—Finden's Gallery of the Graces: a series of portrait illustrations of British poets from paintings designed expressly for this work by the most eminent British Artists. London, 1837. No. 49

FINN—(Frank) Garden and Aviary Birds of India. with Seven full-page illustration. Calcutta, 1906. No. 39.

FOSSATI (Chevalier Caspard.)—A ya Sofia-Constantinople, recently restored by order of H. M. Sultan Abdul Majid. London, 1852. No. 79.

GIBBON (Edward.)—The Miscellaneous Works. With memoirs of his life and writings, composed by himself; illustrated............with............notes......by..... ....John Lord Sheffield. A new edition, with considerable additions. London, 1814. 5 Vols. Nos. 17—21.

Gough (A. E.)—Sanskrit Manual. Part IV. London, 1868. No. 56.

BRITISH ISLES.—Picturesque Europe, with illustrations on steel and wood by the most eminent Artists. London, 5 Vols. Nos. 9—13.

BRYANT (William Cullen.)—Picturesque America. A Delineation by pen and pencil of the Mountains, Rivers, Lakes, Forests, Waterfalls, Shores, Canons, Valleys, Cities, and other picturesque features of the United States. With illustrations on steel and wood by eminent American Artists. London, 4 Vols. Nos. 5—8.

BUEL (J. W.)—Beautiful Paris. The Splendors, Mysteries, and People of the Great City. Photographic representations of its monuments, palaces, statuary, museums, parks, drives, theatres, cafes, galleries, streets, and every-day life of its gay population; embracing over 400 views taken by Mr. A. Pepper, official photographer of the French Government, of the historical, famous, interesting, popular and beautiful places that distinguish the metropolis. With introduction, history of the city and descriptions. Philadelphia, 1895. No. 108.

" America's Wonderlands. A Pictorial and Descriptive History of our Country's Scenic Marvels as delineated by pen and camera. Philadelphia, 1893. No. 109.

CHURCHILL (Lida A.)—The Magic Seven. Sixth edition. New York, 1901. No. 53.

COMRADE.—The Comrade. Calcutta, 1911—1913. Nos. 96—100.

MISCELLANEOUS.

AKSHAY KUMAR DUTT.—Charupath Part II (Bengali) Calcutta, 1907. No. 67.

ALBUM.—Containing pictures of Shakespeare, Homer, Burns, Scott and other literary genius. No. 101.

ALLEN (James.)—As A Man Thinketh. London, 1906. No. 54.

ALLOM (Thomas.)—Constantinople and the scenery of the Seven Churches of Asia Minor, illustrated. In a Series of drawings from nature with an historical account of Constantinople, and descriptions of the plates, by the Rev. Robert Walsh. First Series. London, 1893 No. 43.

AMRITA LAL BOSE.—Amrita Granthabali (Bengoli) Calcutta, 1914. No. 72.

ARIF PASHA.—Description of the ancient Costumes of the Ottoman Empire in picture. 1279. A.H. No. 77.

BEAMES (John.)—Grammar of the Bengali Language; Literary and Colloquial. Oxford, 1894. No. 47.

BREREWOOD (Edward.) Enquiries touching the diversity of Languages and Religions, through the chief parts of the world. London, 1638. No. 58.

WHITNEY (William Dwight)—The Century Dictionary, an Encyclopedic Lexicon of the English language. 6 Vols. New-York 1816. Nos. 108—113.

WILLIAMS (Monier.)—A Sanskrit-English Dictionary etymologically and philologically arranged with special reference to Greek, Latin, Gothic, German, Anglo-Saxon, and other cognate Indo-European languages. Oxford, 1872. No. 46.

" A Dictionary, English and Sanskrit published under the patronage of the Honorable East-India Company. London, 1885. No. 48.

WILSON (JOHN M.)—See Lawson, John. No. 24.

WILSON (H. H.)—A Dictionary in Sanskrit and English; translated amended and enlarged from an original compilation prepared by learned natives for the College of Fort William. Calcutta No 71.

" A Glossary of Judicial and Revenue terms and of useful words occurring in official documents, from the Arabic, Persian, Hindustani, Sanskrit Hindi, Bengali, Uriya, Marathi and other languages. London, 1889. No 72.

WOLLASTON (Arthur, N.)—A Complete English-Persian Dictionary. London, 1889. No. 191.

———:o:———

STEPHEN (Leslie)—Dictionary of National Biography. 5 Vols. (Altogether 63 Vols) London, 1890. Nos. 259—263.

" Dictionary of National Biography. 21 Vols. (Altogether 63 Vols.) London, 1885. Nos. 238—258.

STEPHEN (W R. W.)—See Hook, W. F. No. 11.

STEWART (Charles)—Original Persian Letters and other Documents with fac-similes. London, 1825. No. 373

TEGG—Dictionary of Chronology or Historical and Statistical register from the birth of Christ to the present time. 5th Edition. London, 1854. No. 2.

THACKER'S—Indian Directory from 1901 to 1914.

THOMSON (J. Radford) —A Dictionary of Philosophy in the words of Philosophers, with an introduction. 2nd Edition. London, 1892 No. 17.

UNKNOWN—A Dictionary of Persian, Arabic and English. No. 107.

VINCENT (Benjamin)—See Haydn. No. 16.

VOLTAIRE (M. De)—Philosophical Dictionary, translation from French. 2 Vols. London Nos. 5—6.

WACE (Henry)—See Smith William. Nos. 34—37.

WATT—Dictionary of Chemistry, revised by M. Pattison Muir, and H. Forster Morley. 4 Vols. 2nd Edition London 1890 Nos. 18—21.

WAYTE (WILLIAM)—See Smith. No. 30—33.

WEBSTER (NOAH)—A complete Dictionary of the English language with various literary appendices and numerous additional illustrations. 2 Vols. London, 1884. Nos. 42—43.

SEYFFERT (OSKAR)—A Dictionary of Classical Antiquities, Mythology, Religion, Literature and Art translated from German by H. Nettleship and J. H. Sandys; with illustrations. London, 1891. No. 26.

SHAKESPEAR (John)—Hindustani and English, and English and Hindustani Dictionary. 4th Edition. London, 1849, No. 47.

SIVA CHANDRA GUI—See Hrishkesa Sastri. Nos. 351—352.

SLANE (M. J. D.)—See Ibn Khallikan. Nos. 193—196.

SMITH (William)—A Dictionary of Greek and Roman Geography, illustrated. 2 Vols. London, 1873. Nos 28—29.

" A Dictionary of Greek and Roman Antiquities. 3rd Edition. 2 Vols. London, 1890. Nos. 30—31.

" A Dictionary of Christian Antiquities, being a continuation of the Dictionary of the Bible, illustrated. 2 Vols. London Nos. 32—33.

" A Dictionary of Christian Biography, Literature, Sects and Doctrines; being a continuation of "the Dictionary of the Bible." 4 Vols. London, 1877. Nos 34—37.

" Latin-English Dictionary, 2nd Edition. London, 1864. No, 39.

STEINGASS (F.)—A Comprehensive Persian English Dictionary including the Arabic words and phrases to be met with in Persian literature. London. No. 51.

" English Arabic Dictionary for the use of both travellers and students. London, 1882. No. 53.

Roget (Peter Mark.)—Thesaurus of English words and phrases. London, 1890. No. 7.

Rev. Hugh James)—A new General Biographical Dictionary. 12 Vols. London, 1848. Nos. 161—172.

Rylands—The John Rylands Library Manchester: Catalogue of an Exhibition of Manuscript and printed copies of the Scriptures, illustrating the history of the transmission of the Bible, shown in the main library from March to December 1911. Tercentenary of the "Authorised Version" of the English Bible A. D. 1611—1911, No. 371.

" The John Rylands Library Manchester: Catalogue of an exhibition of Mediaeval Manuscripts and Jewelled book covers, shown in the main Library from January 12 to December 1912 including lists of Palæographical works and of Historical periodicals in the John Rylands Library. London, 1912. No. 372.

Sachau (Ed.)—Catalogue of the Persian, Turkish, Hindustani and Pushtu Manuscripts in the Bodleian Library. Continued, completed and edited by Hermann Ethe. Oxford, 1889 Part I. No. 322.

Sadasukh Lall (Munshi)—Anglo-Urdu Dictionary. Allahabad, 1873. Nos. 305—306.

Salmone (H Anthony)—An Arabic-English Dictionary, on a new system in two Volumes. London, 1890. Nos. 54—55.

Schmidt (Alexander)—Shakespeare-Lexicon: a complete Dictionary of all the English words phrases and constructions in the works of the poet London, 1886. 2 Vols. Nos. 84—85.

PULLING (F. S.)—See Low, Sidney. No 38.

RAMSAY (Captain H.)—Western Tibet: a practical Dictionary of the language and customs of the Districts included in the Ladak Wazarat. Lahore, 1890. No. 83.

RANKING.—Index to the Catalogue of Books in Oriental Languages in the Library of the Board of Examiners, arranged alphabetically according to the names of works. Calcutta, 1904. No. 349.

" Catalogue of Books in Oriental Languages in the Library of the Board of Examiners. Calcutta, No. 350.

REPORT—See Books on India. No. 393.

RICHARDSON (JOHN)—Persian, Arabic, English Dictionary with dissertation on the languages, literature and manners of Eastern nations. London, 1806. 2 Vols. Nos. 181—182.

RIEU (Charles)—Supplement to the Catalogue of the Arabic Manuscripts in the British Museum. London, 1894. No. 360.

" Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Musenm. 1879. 3 Vols. Nos. 324—325.

" Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum.Supplement London,1895.No. 327.

" Catalogue of the Turkish Manuscripts in the British Museum. London, 1888. No. 323.

RISLEY (Sir Herbert)—See Books on India Nos. 297—300.

ROEBUCK (Thomas.)—A collection of proverbs, and proverbial phrases, in the Persian and Hindoostanee languages. Calcutta, 1824. No. 180.

MULHALL (Michael. G.)—The Dictionary of Statistics. London, 1892. No. 160.

MURRAY (James.)—A new English Dictionary, on historical principles, founded mainly on the material collected by the Philological Society, Oxford. Clarendon Press 1888 Vol. I. A—B. Vol. II. C. (Oxford 1893) Vol. III. D—E (1901.) Vol. IV. F—G. (1901.) Vol. V. H—K. (1901.) Vol. VI. L—M. (1908.) Vol. VII O—P. (1909.) Vol. VIII. Q—Sh.1914. Nos. 313—320.

OGILVIE (John.)—The Imperial Dictionary of the English language, new edition revised and greatly augmented by Charles A Anandale, Illustrated. 4 Vols. Blackie & Son, London. Nos. 66—69.

O'MALLEY (L. S. S.)—See Books on India. Nos. 246—259.

PANDIT RAM JASAN.—A Sanskrit and English Dictionary being an abridgment of Professor Wilson's Dictionary, with an appendix explaining the use of affixes in Sankrit. London, 1870. No. 82.

PATRICK CARNEGY.—Kutcherry Technicalities, or vocabulary of Law terms. as used in the muffusil courts N. W. P. Allahabad, 1853. No. 9.

PERTSCH (Dr. Wilhelm.)—Die Arabischen Handschriften Der Herzoglichen Bibliothek Zu Gotha. Auf Befehl Sr. Hoheit Des Herzogs ernst II. Von Sacheen-Coburg-Gotha. Gotha, 1878. 4 Vols. Nos. 314—317.

" Verzeichniss Der Persischen Handschriften der Koniglichen Bibliothek Zu Berlin. Berlin, 1888. No. 361.

PLATT (John.)—Urdu, classical Hindi, and English Dictionary. London, 1884. No. 45.

LAWSON (JOHN)—The Imperial Cyclopædia of Biblical Knowledge , embracing Geography, Biography, Natural History, Arts, Science, etc., 2 Vols. London, 1873 Nos. 24—25.

LEE (Sidney)—Dictionary of National Biography. 37 Vols. (Altogether 63 Vols.). London, 1891. Nos. 264--300.

" See Stephen, Leslie. 259—263.

" Errata. I Vol. London, 1904. 301.

" Supplementary. 3 Vols. London, 1901. Nos. 302—304.

LETHBRIDGE (Sir Roper)—See Books on India. No. 168.

LONGMAN (John)—Gazetteer of the world edited by George G. Chisholm. London, 1895. No. 41.

LOTH (Otto)—A Catalogue of the Arabic Manuscripts in the Library of the India Office. London, 1877. No.357

LOW (Sidney)—A Dictionary of English History. London, 1889. No. 38

MACFARLANE (J.)—Imperial Library Catalogue. Author-Catalogue of Printed Books in European Languages with a supplementary list of Newspaper. Calcutta, 1904. 2 Vols. Nos. 345—346.

MADDEN (F.)—Catalogus Codicum Manuscriptorum Orientalium Qu in Museo Britannico Asservantur. Londini, 1846. 3 parts Nos. 342—344.

MARINDIN (G. E.)—See Smith (William). Nos. 30—31.

MIRZA ASHRAF ALI—Catalogue of Persian Books and Manuscripts in the Library of the Asiatic Society of Bengal. Calcutta, 1895. No. 359.

IMPERIAL LIBRARY—Catalogue. Author-Catalogue of printed Books in European Languages. With a Supplementary List of Newspapers. Calcutta, 1904 2 Vols. Nos. 345—346.

" Catalogue. Subject-Index to the Author Catalogue. Calcutta, 1908. 2 Vols. Nos. 347—348.

JOHNSTON (Alexander Keith)—The Royal Atlas of Modern Geography. Exhibiting, in a series of entirely original and authentic maps the present condition of Geographical discovery and research in the several countries, empires, and states of the world. London, 1842. No. 375.

KEENE, (H. G.)—See Beale T. W. No. 197.

KNIGHT (Charles)—The English Cyclopædia; a new Dictionary of Universal Knowledge. (Biography) London, 1855. 6 Vols. (Bound in three Vols.) Nos. 234—236.

" The English Cyclopædia, a new Dictionary of Universal Knowledge. 6 Vols. London 1856. Nos. 59—65.

KWONG KI CHIN—A Dictionary of English phrases.........with illustrative sentences. London, 1881. No. 13.

LAING (John)—See Halkett No. 78—81.

LANE (Edward William)—An Arabic-English Lexicon derived from the best and the most copious Eastern sources etc. Vols. I.—VIII. (Edited with a memoir and supplement by S. Lane-Poole) London 1863—93. Nos. 183—190.

LATHAM (Robert Gordon)—Dictionary of the English language founded on that of Dr. Samuel Johnson, as edited by the Rev. H. T. Todd. 2 Vols. each in 2 parts London, 1882. Nos. 103—106.

HAYDN (A.)—A Dictionary of Science; comprising Astronomy, Chemistry, Dynamics, Electricity, Heat, Hydrodynamics Hydrostatics, Light, Magnetism, Mechanics, Meteorology, Pneumatics, Sound. and Statics preceded by an essay on the History of the Physical Sciences., Edited by G. Farrar Rodwell, London. No. 14.

HOOK (Walter Farquhar)—Church Dictionary; a practical manual of reference for clergymen and students 14th Edition. London, 1887 No. 11.

HOUTSMA (M. Th.)—See Goeje (M J. De) Nos. 308—313.

HRISHIKESA SASTRI—A Descriptive Catalogue of Sanskrit Manuscripts in the Library of the Calcutta Sanskrit College. Calcutta, 1906. 2 Copies 351—352.

HUGHES (Thomas Patrick)—Dictionary of Islam: Being Cyclopædia of the Doctrines, Rites, Ceremonies and Customs, together with the Technical and Theological terms, of the Muhammadan Religion; with numerous illustrations London, 1885. No. 10.

HUNT (Arthur S.)—Catalogue of the Greek Papyri in the John Rylands Library Manchester. Volume I Literary Texts (Nos. 1—61) with Ten Plates. London, 1911. No. 369.

HUNTER (W. W.)—Atlas of India, containing sixteen Maps and complete index with an introduction. London 1894. No. 374.

IBN KHALLIKAN—Biographical Dictionary called Wafiat-ul-aiyan (or deaths of eminent men) Translated from Arabic by Baron McGuckin De Slane. 4 Vols. Paris 1843—71. Nos. 193—196.

FORBES (Duncan.)—A Dictionary Hindustani and English. accompanied by a reversed dictionary, English and Hindustani, Part I and II bound in one vol. London, 1866. No. 44.

GAZETTEERS—See Books on India. Nos. 246—259.

" See Books on India. Nos. 260—73.

GOEJE (M. J. De.)—Catalogus Codicum Arabicorum: Bibliothecae Acadmiae Lugduno-Batavae. 1888. 6 Vols. Nos. 308—313.

GRIFFITH (F. LL.)—Catalogue of the Demotic Papyri in the John Rylands Library Manchester. With Facsimiles and Complete Translations Atlas of Facsimiles. 3 Vols London, 1909. Nos. 366—368.

GRIMAUX, ADRIEN.—See Clifton, E. G. No. 40.

HALKETT (Samuel.)—A Dictionary of Anonymous and Pseudonymous Literature of Great Britain including the works of foreigners written in, or translated into the English language. 4 Vols. Nos. 78—81.

HARINATH DE.—Imperial Library Catalogue. Subject-Index to the Author Catalogue. 2 Vols. Calcutta, 1908. Nos. 347—348.

HAYDN.—A Dictionary of popular medicine and Hygiene Edited by Edwin Lankester. London. No. 15.

" A Dictionary of dates and Universal information, relating to all ages and nations containing the history of the world to the autumn of 1892, by Benjamin Vincent 20th Edition. London, 1892. No. 16.

D'Herbelot (M.)—Bibliotheque Orientale, ou Dictionnaire Universel, Contenant tout ce qui fait connoitre les peuples de l'Orient ; leurs Histoires et Traditions, tant fabuleuses que veritables ; leurs Religions et Leurs Sectes ; Leurs Gouvernemens, Loix, Politique, Mœurs, Coutumes ; et les Revolutions de leurs Empires, Etc. Paris, 1881. Nos. 173—178.

Elliot (Sir Henry M.)—See Books on India. Nos. 125—126.

Encyclopaedia Britannica—A Dictionary of Arts, Sciences, Literature and General information. Eleventh edition. Cambridge, 1910. 29 Vols. Nos. 114-142.

" A Dictionary of Arts, Sciences and general Literature. Ninth Edition, 24 Vols. and Index: Edinburgh 1875-1888. Nos. 198—221.

" Tenth Edition—(Map.—Index) Edinburgh, 1902—03. 12 Vols. Nos. 222—23?

Encyclopaedic.—The Encyclopædic Dictionary ; a new and original work of reference to all the words in the English language, with full account of their origin, meaning, pronunciation, and use. With numerous illustratons. London, 1889. 8 Vols. Nos. 96- 102.

Ethe (Hermann.)—Catalogue of Persian Manuscripts in the Library of the India Office. Oxford, 1903. No. 358.

Fallon (S. W.)—A new Hidustani English Dictionary with illustrations from Hindustani Literature and Folk-Lore. Benaras, 1879. No. 49.

Fennell (C. A. M.)—The Stanford Dictionary of Anglicised words and phrases. Cambridge, 1892. No. 70.

Flugel (Gustav.)—Die Arabischen, Persischen und Turkischen Handschriften-der Kaiserlich-Koniglichen Hofbibliothek Zu Wien. Wien, 1865. Nos. 329—331.

CHAMBERS (E.)—Cyclopaedia, or an Universal Dictionary of Arts and Sciences.............With supplement, etc. London. 1786. 5 Vols. Nos. 308—312.

CHAMBERS (W. R.)—Encyclopædia, a Dictionary of Universal Knowledge. New Edition. 10 Vols. London, 1888. Nos. 86—95.

CHEETHAM (Samuel.)—See Smith (William.) Nos. 32—33.

CHISHOLM (G. G.)—See Longman. No. 41.

CLIFTON (E. C.)—(Nouveau Dictionnaire) An Anglais Francaisj Dictionary. Paris. No. 40.

CRABB (George)—English Synonyms Explained in Alphabetical order with copious illustrations and examples drawn from the best writers. No. 8.

CRUM (W. E)—Catalogue of the Coptic Manuscripts in the collection of the John Rylands Library Manchester. London, 1909. No.370.

CYCLOPÆDIA OF INDIA—The Cyclopædia of India, Biographical-Historical- Administrative Commerical, illustrated Published by the Cyclopædia Publishing Coy. Calcutta, 1907. 3 Vols. Nos. 157—159.

DAVIES (E.)—Other men's Minds, or seven thousand choice extracts on History, Science, Philosophy, etc. Selected from the standard authorship of ancient and modern times, and classified in alphabetical order. London. No. 237.

DE SLANE (M. Le Baron)—Bibliotheque Nátionale Department des Manuscrits Catalogue des Manuscrits Arabes. Paris, 1883-1895. No. 328.

DEY (Nundo Lall)—See Books on India No. 167.

BREWER (E Cobham)—A Dictionary of miracles, imitative, realistic, and dogmatic, with illustrations London. 1887. No. 3.

" A Dictionary of Phrases and Fables giving the derivation, source or origin of common phrases, allusions, and words that have a tale to tell. 24th edition; London. No. 4.

BROCKELMANN (Carl.)—Geschichte der Arabischen Litterature. Weimar, 1898. 2 Vols. Nos. 318—319.

BROWNE (Edward G.)—A Hand-List of the Muhammadan Manuscripts including all those written in the Arabic Character, preserved in the Library of the University of Cambridge. Cambridge, 1900. No. 321.

" A Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of the University of Cambridge. Cambridge, 1896. No. 320.

BUCKLAND (C. E.)—See Books on India. No. 419.

CASSELL.—See Breul, Karl. No. 1.

CATAFAGO (Joseph.)—English and Arabic Dictionary, in two parts, Arabic-English, and English-Arabic. Second Edition. London, 1873. No. 52.

CHAMBERS.—Chambers's Twentieth Century Dictionary of the English Language. Pronouncing, Explanatory, Etymological, with compound phrases, technical terms, in use in the Arts and Sciences, colloquialisms, full appendices and copiously illustrated. No. 307.

BLACKE (Rev. J. L.)—The Family Encyclopædia of useful knowledge and general Literature. New York, 1834. No. 22.

BLUNT (John Henry)—A Dictionary of Doctrinal and Historical Theology. New Edition. London 1891. No. 23.

BLUNT (John Henry)—A Dictionary of Sects, Heresies, Ecclesiastical parties, and Schools of Religious Thought. London, 1891. No. 50.

BODLEIAN LIBRARY.—Bibliothecae Bodleianae Codicum manuscriptorum Orientalium catalogi partis secundae volumen primum Arabicos complectens. Confecit T. Aufrecht. Oxonii, 1821. No. 363.

" Bibliothecae Bodleianae Codicum manuscriptorum Orientalium, videlicet Hebraicorum, Chaldaicorum, Syriacorum, Aethiopicorum, Arabicorum, Persicorum, Turcicorum Comticorumque catalogs, Jussu curatorum preli academici a Joanne Uri confectus. Pars prima. Oxonii, 1837. No. 364.

" Catalogi Codicum manuscriptorum Orientalium Bibliothecae Bodleianae Pars secunda Arbicos complectens. Confecit Alexander Nicoll, J. C. D. Oxonii, 1835. No. 365.

BOHN (Henry G.)—A Dictionary of Quotations from the English Poets. London, 1884. No. 179.

BREUL (Karl)—A New German and English Dictionary; complied from the best authorities in both languages; revised and considerably enlarged. London, 1910. No. 1.

BADGER (George, Percy.)—English-Arabic Lexicon (Bilingual.) London, 1881. No. 192.

BALFOUR (Surgeon General Edward.)—See Books on India Nos. 225—227.

BAXENDALE (Walter.)—Dictionary of Anecdotes, illustrative Facts, selected and arranged for the pulpit and the platform. London, 1888. No. 27.

BEALE (Thomas William.)—An Oriental Biographical Dictionary. London, 1894. (Bi-lingual.) No. 197.

BEETON —A Dictionary of Universal Information. Geography, Biography, and History. Complete in one volume. London,............No. 56.

" A Dictionary of Universal Information. Science, Art, Literature, Religion, and Philosophy. New Edition, enlarged, corrected and revised to the latest date by George R. Emerson. Complete in one Volume. London,............No. 57.

" A Dictionary of Universal Biography, being the lives of Eminent persons of all times with the pronunciation of every name. Illustrated. New-York. No. 58.

BENCHAM (William)—The Dictionary of Religion: An encyclopædia of Christian and other religious Doctrines, Denominations, Sects, Heresies, Ecclesiastical terms, History, Biography, Etc. etc. London, 1887. No. 12.

...ON (W. A.)—Catalogue of the Library of the Asiatic Society of Bengal. Calcutta, 1884. No 362.

BOOKS OF REFERENCE.

Abdul Muqtadir.—Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library at Bankipore. Persian Poets, Firdausi to Ashub Calcutta, 1908—1912. 3 Vols. Nos. 353—355.

Ahlwart (W.)—Die Handschriften-Verzeichnisse der Koniglichen Bibliothek Zu Berlin. Siebenter Band. Verzeic-hniss der Arabischen Handschriften. Berlin, 1887. 10 Vols. Nos. 332—341.

Aitchison (C. U.)—See Books on India. No. 329.

Allibone (S. Austin)—A supplement to Allibone's Critical Dictionary of English Literature and British and American Authors. By John Foster Kirk. 2 Vols. Nos 76—77.

Annandale (Charles.)—The new popular Encyclopedia; a general Dictionary of the Arts and Sciences, Literature, Biography, etc., with an extensive Series of Plates in colour and in black and white. London, 1905. 14 Vols. Nos. 143—156.

Atlas.—The Complete Atlas of Modern Classical and Celestial Maps, together with plans of the principal cities of the world. Constructed and engraved on steel, under the superintendence of the society for the diffusion of useful knowledge, and including all the recent Geographical discoveries, compiled from the latest and most authentic sources, accompanied by alphabetical indexes to the modern and classical maps. London, 1860. 2 Vols. Nos. 376—377.

Azimuddin Ahmed—Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library at Bankipore. Volume IV. Arabic Medical Works. Calcutta, 1910. No. 356.

with the Gracious Permission of the Queen-Mother. 5 Vols. London, 1908. Nos. 209—213.

Wheeler (Benjamin Ide)—Alexander the Great, the Merging of East and West in universal history. London, 1900. No. 48.

White (E. G.)—Patriarchs and Prophets or the Great Conflict between Good and Evil, as illustrated in the lives of holy men of old. London, 1897. No. 231.

Wortley (Lady Emmeline Stuart)—Etcetera, being a sketch of travels in the United States of America. London, 1852. No. 203.

TROLLOPE (Anthony.)—The Lile of Cicero. 2 Vols. London, 1880. Nos. 39—40.

TROTTER, L. G. CAPTAIN —See Books on India No. 213.

TWINING (Thomas)—See Books on India. No. 150.

WALKER (Thomas Nicholls)—See Books on India. No. 417.

WALTER (James)—Shakespeare's True Life. London, 1890. No. 24.

WARD (Adolphus William)—Chaucer. English men of Letters, edited by John Morley. London, 1879. No. 78.

WARDEN (William)—Letters written on board His Majesty's Ship the Northumberland and at Saint Helena; with the conduct and conversations of Napolean Bonaparte and his suite, during the voyage, and the first months of his residence in that Island. London, 1816. No. 38.

WARING (Edward Scott)—A Tour to Sheeraz by the route of Kazroon and Feerozabad with various remarks on the Manners, Customs, Laws, Languages and Literature of the Persians, to which is added a History of Persia from the death of Kureem Khan to the subversion of the Zund dynasty. Two copies. London, 1807. No. 178 & 179.

WATTERS (Thomas)—See Books on India. Nos. 415 – 416

WEST [Captain Edward W.)—See Books on India. No. 145.

WHATES (H. R)—The Life and times of King Edward VII. Illustratrated in Colour, Rembrandt Photogravure, and Black and White, including many Photographs taken by, and reproduced

STRAUSS (David Friedrich)—The Life of Jesus critically examined. Translated from the fourth German Edition by George Eliot. London. 1892. No. 28.

SULTAN MAHOMED KHAN.—The Life of Abdur Rahman Amir of Afghanistan. 2 Vols. London, 1901. No. 65—66.

SYED AHMAD KHAN BAHADUR.—A Series of Essays on the Life of Mohammed, and subjects subsidiary thereto. London, 1870. No. 36.

SYED AMEER ALI.—The Life and Teachings of Mohammed or the Spirit of Islam. London, 1891. No. 35.

SYED HOSSAIN BILGRAMI.—A Memoir of Sir Salar Jung. Bombay, 1883. No. 23.

TALBOT (Lieut-Colonel F. G.)—Memoirs of Baber, Emperor of India, first of the Great Moghuls. London, 1909. No. 181.

TALLENTYRE (S. G.)—The Life of Mirabeau; with portraits. London, 1908. No. 41.

TEIGNMOUTH, LORD.—See Books on India. No. 377.

THORNTON (R.)—St. Ambrose: his life, times and teaching. London, 1879. No. 143.

TRAILL (H. D.)—Lord Strafford; English Men of Action. London, 1889. No. 75.

TRANQUILLUS (C. Suetonius.)—The Lives of the Twelve Caesars; to which are added his lives of the Grammarians, Rhetoricians and Poets; the translation of Alexander Thomson, M. D. revised by T. Forester, M. A. London, 1896. No. 49.

SEGUR (Count Louis De.)—From 1800 to 1812. An Aide-de-Camp of Napoleon; memoirs of General Count De Segur of the French Academy; translated by H. A. Patchett-Martin. London, 1896. No. 109.

SETON-KERR, (W. S.)—See Books on India. No. 211.

SEYMOUR (H. D.)—See Ferrier J. P. No. 191.

SHAW (Robert)—Visits to High Tartary, Yarkand and Kashghar, (formerly Chinese Tartary) & Return Journey over the Karakoram Pass. London, 1871. No. 187.

SLEEMAN, (W. H)—*See* Books on India. Nos. 143—144.

SLOANE (William Milligan.)—The Life of Napoleon Bonaparte. 4 Vols. London, 1911. Nos. 220—223.

SMITH (R. Bosworth.)—Mohammed and Mohammedanism. London, 1889. No. 93.

SORABJI JEHANGIR.—See Books on India. No. 406.

STANHOPE (Earl.)—Life of the Right Honourable William Pitt. 4 Vols. London, 1862. Nos. 89—92.

STEPHEN (Leslie.)—Swift; English Men of Letters Series, edited by John Morley. London, 1889. No. 103.

" Samuel Johnson; English Men of Letters Series, edited by John Morley. London, 1888. No. 102.

STEPHINS, (H. MORSE.)—See Books on India. No. 209.

STEVENSON, (R. L.)—See Literature. Nos. 485—488.

STEWART, MAJOR CHARLES —See Books on India. No. 343.

ROSCOE (Henry.)—The Life of William Roscoe, by his son. 2 Vols. London, 1833. Nos. 87—88.

ROUSSEAU.—Confessions of Jean Jacques Rousseau: "Vitam Impendere Vero." London, 1892. No. 155.

ROUSSEAU (J. J.)—The Confessions of J. J. Rousseau. Period I & II. London, 1857. Nos. 157—158.

ROUSSLET, LOUIS.—See Books on India. No. 390.

RULERS OF INDIA.—Books on India. Nos. 209—213.

SAINTSBURY (G.)—Dryden. English Men of Letters Series, edited by John Morley. London, 1888. No. 79.

SALA (G. A.)—Rome and Venice. No. 185.

SCOTT (Sir Walter.)—The Miscellaneous Prose Works of Sir Walter Scott, Bart. 14 Vols. Nos. 126—139.
Life of Dryden. London. No. 126.
Life of Swift. London. No. 127.
Biographical Memoirs. 2 Vols. London. Nos. 128—129.
Paul's Letters &c. London. No. 130.
Life of Napoleon. 9 Vols. London. Nos. 131—139.

SEATON (Sir Thomas)—From Cadet to Colonel; the record of a life of active Service. London, No. 233.

SEELY (John B.)—The Wonders of Elora: or the narrative of a Journey to the temples and dwellings excavated out of a mountain of granite......at Elora, in the East Indies, by the route of Poona, Ahmadnuggur and Toka, returning by Dowlutabad and Aurangabad; with some general observations on the people and country. Second edition, with ....additions etc London, 1825. No. 234

PERCIVAL (E. H. Mrs.)—Life of Sir David Wedderburn Bart. London, 1884. No. 86.

POWELL (Rev. Baden.)—See Arago (Francis.) No. 225.

POWER (W. Tyrone)—Recollections of A Three Years' Residence in China; including Peregrinations in Spain, Morocco, Egypt, India, Australia, and New Zealand. London, 1853. No. 161.

RANKE (Leopold)—The History of the Popes, their Church and State, and especially of their conflicts with Protestantism in the sixteenth centuries. Translated by E. Foster. 3 Vols. London, 1889. Nos. 113—115.

RENAN ERNEST.—The Life of Jesus. London, 1891. No. 147.

„ The History of the Origins of Christianity. 7 Vols.

Nos. 148—153. (Incomplete).

„ Book I. Life of Jesus. No. 148.

„ Book II. The Apostles. No. 149.

„ Book III. Saint Paul. No. 150.

„ Book V. The Gospels. No. 151.

„ Book VI. The Christian Church. No. 152.

„ Book VII. Marcus-Aurelius. London. No. 153.

ROGERS (Rev. Charles.)—A Century of Scottish Life, memorials and recollections of historical and remarkable persons, with illustrations of Caledonian Humour. Edinburgh, 1871. No. 224.

MUIR (Sir William.)—The Life of Mahomet With introductory chapters on the original sources for the biography of Mahomet and on the pre-Islamite history of Arabia. 4 Vols. London, 1861. Nos. 227—230.

MURRAY (Hugh.)—Historical account of discoveries and travels in Asia from the earliest ages to the present time. With maps. 3 Vols. Edinburgh, 1820. Nos. 196—198.

MURRAY (John.)—The Autobiography of Edward Gibbon. London, No 105.

NAPIER (Mrs Alexander.)—Johnson's Lives of the Poet and an introduction by J. W. Hales M. A. 3 Vols. London, 1890. Nos 99—101.

O'DONOVAN (Edmond)—The Merv Oasis; travels and adventures east of the Caspian during the years 1897-80-81, including five months' residence among the Tekkes of Merv. 2 Vols. London, 1882. Nos. 183—184.

O'MEARA (Barry E.)—Napoleon in Exile; or, A Voice from St. Helena. 2 Vols. London, 1822. Nos. 33—34.

OUSELEY (William.)—Original Geography of Ebn Haukal, an Arabian Traveller of the Tenth Century. With a map. London, 1800. No. 206.

PALGRAVE (William Gifford)—Narrative of a year's journey through Central and Eastern Arabia, 1862-63. 2 Vols. London, 1865. Nos 192—193.

PATCHETT-MARTIN (H. A.)—See Segur, Count Louis De. No. 109

PAYNE (De V. Payne)—Memoirs of Bertrand Barere. London, 1880. No. 108.

MELVILLE (Lewis.)—The Life of William Makepeace Thackeray. With twenty-five portraits and illustrations. London, 1899. 2 Vols. Nos 218—219.

MIDDLETON (Conyers.)—The History of the Life of Marcus Tullius Cicero. 2 Vols. Nos. 82—83.

MILL, JOHN STUART.—See Literature. Nos. 155—156.

MILSE, COLONEL W.—See Books on India. No. 24.

MINTO (William.)—Daniel Defoe: English Men of Letters Series edited by John Morley. London, 1887. No. 104.

MONYPENNY (William Flavelle.)—The Life of Benjamin Disraeli, Earl of Beaconsfield. With portraits and illustrations. London, 1910. No. 217.

MOORE (Thomas.)—The Life, Letters and Journals of Lord Byron. London, 1854. No. 26.

" The Life of Lord Byron, with his letters and journals. London, 1846. No. 22.

MORLEY (John.)—The Life of William Ewart Gladstone. 3 Vols. London, 1903. Nos 19—21.

MORRIS (William O'Connor.)—Napoleon, Warrior and Ruler, and the Military Supremacy of Revolutionary France. London, 1893. No. 1.

MUIR (William.)—Mohamet and Islam: A sketch of the Prophet's Life from original sources and a brief outline of his religion. London, 1895. No. 110.

" The Life of Mahomet form original sources. London, 1878. No. 32.

LYTTON LORD—The Life, Letters, and Literary Remain of Edward Bulwer, Lord Lytton by his son (Earl of Lytton)………with…………illustrations. 2 Vols. (incomplete). London, 1883. Nos. 29—30.

MACARIUS.—The Travels of Macarius, Patriarch of Antioch: written by his attendant Archdeacon, Paul of Aleppo, in Arabic. Translated by F. C. Belfour. 2 Vols. London, 1829. Nos. 173—174.

MAHOMED (Hajee Sullaiman Shah.)—See Hajee Sullaiman Shah Mahomed. No. 180.

MALCOLM (John.)—The Life of Robert, Lord Clive: collected from the family papers communicated by the Earl of Powis. 3 Vols. London, 1836. Nos. 11—13.

MALLET (Bernard.)—A memoir of Thomas George, Earl of Northbrook. London, 1908. No. 215.

MANUCCI, NICCOLAO.—See Books on India. Nos. 76—79.

MARGOLIOUTH (D. S.)—Mohammed and the Rise of Islam. London, 1905. Two Copies. Nos. 71 & 72.

MAUGRAS (Gaston.)—The Duc De Lauzun and the Court of Marie Antoinette. London, 1896. No. 85.

„ The Duc De Lauzun and the Court of Louis XV. London, 1895. No. 84.

MAX MULLER, F.—See Religion. No. 81.

„ See Religion. No 82.

MAZZINI (Joseph.)—Life and Writings of Joseph Mazzini. 6 Vols. London, 1891. Nos. 42—47.

LANFREY (P.)—The History of Napoleon the First. 4 Vols. London, 1886. Nos. 95—98.

LAYARD (Sir Henry.)—Early adventures in Persia, Susiana, and Babylonia, including a residence among the Bakhtiyari and other wild tribes before the discovery of Nineveh. With maps and illustrations. London, 1887. 2 Vols. Nos. 200—201.

LEAKE (Wllliam Martin)—Travels in the Morea with a map and plans. 3 Vols. London 1830. Nos. 168—170.

„ Peloponnesiaca, a supplement to travels in the Morea. London. 1846 No. 167.

LEGH (Thomas.)—Narrative of a Journey in Egypt, and the Country beyond the Cataracts. London, 1816 No. 205.

LENOTRE (G.)—The Daughter of Louis XVI ; Marie-Therese-Charlotte De France Dughesse D'Angouleme, translated by J. Lewis May with numerous Illustrations. London, No. 216.

LEWES (George Henry.)—The Life of Goethe. London, 1890. No. 31.

LEWIS (J.)—See Lenotre, G. No. 216.

LOCKHART (J. G.)—Memoirs of the Life of Sir Walter Scott, Bart. 10 Vols. London, 1869. Nos. 116—125.

LODGE (Richard.)—Richelieu London, 1896. No. 50.

LUPTON (J. H.)—St. John of Damascus. London, 1882. No. 144.

LYALL (Sir Alfred.)—Warren Hastings, English Men of Action series. London, 1891. No. 51.

HOWELLS (W. D.)—Italian Journeys. London, 1868. No. 156.

HUGO (Victor)—William Shakespeare ......Authorized...... translation by A. Baillot. London, 1864 No. 232.

HUNTER (Sir William Wilson)—See Books on India. Nos. 210—211.

HYDER (Shah)—See Books on India. No. 196.

IBN (Haukal)—See Ousley William. No. 206.

IRVING (PIERRE E.)—See Literature. Nos. 86—87.

IRVING (Washington)—See Literature. Nos. 88—91, 97—98, 100—101.

JASSE (William)—See Ferrier J. P. No. 19.

KEANE (John F.)—My Journey to Medinah, describing a pilgrimage to Medinah, performed by the Author disguised as a Mohammedan, London, 1881. No. 166.

" Six months in the Hejaz. An account of the Mohammedan pilgrimages to Meccah and Medinah. London, 1887. No. 159.

KHAN (Sultan Mohamed Khan)—See Sultan Mahamed Khan. Nos. 65—66.

KHAN (Syed Ahmad)—See Syed Ahmad Khan. No. 36.

KOELLE (S. W.)—Mohammed and Mohammedanism; Critically considered. London, 1889, No. 27.

LANE-POOLE (Stanley)—Saladin and the fall of the Kingdom of Jerusalem. London, 1903. No. 69

See Books on India. Nos. 213—222.

GREEN (Rev. Samuel)—The Life of Mahomet. London, 1840. No. 140.

GRIFFIN (Sir Lepel)—See Books on India. No. 209.

HAJEE SULLAIMAN SHAH MAHOMED—Journal of my tours round the world 1886-1887 and 1893-1895, embracing travels in various parts of Africa, Australia, Asia, America and Europe. Bombay, 1895. No. 180.

HANNAY (David)—Rodney. English Men of Action series. London, 1891. No. 53.

HARDINGE (Charles Viscount)—See Books on India. No. 212.

HARRIS (Walter B.)—A Journey through the Yemen and some general remarks upon that country. Illustrated from sketches and photographs. taken by the author. London, 1893. No. 199.

HAZLITT (William)—Johnson's Lives of the British Poets. 4 Vols. London, 1854. (bound in two volumes.) Nos. 203—204.

HENNIKER (Sir Frederick)—Notes, during a visit to Egypt, Nubia, the Oasis Boeris, Mount Sinai, Jerusalem. London, 1824. No. 186.

HOBHOUSE (J. C.)—A Journey through Albania, and other provinces of Turkey in Europe and Asia, to Constantinople during the years 1809 and 1810 ....Second edition with plates. London, 1813. 2 Vols. Nos. 175—176.

HODGKIN (Thomas)—Theodoric the Goth; the Barbarian Champion of Civilisation. London, 1894. No. 70.

HOGARH (D. G.)—See General History. No. 347.

FERRIER (J. P.)—Caravan journeys and wanderings in Persia, Afghanistan, Turkistan, and Beloochistan, with Historical Notices of the Countries lying between Russia and India. Translated from the original unpublished manuscript by Capt. William Jesse. Edited by H. D. Seymour. With map and woodcuts. London, 1856. No. 191.

FIELDING (Henry)—A Clear State of the Case of Elizabeth Canning. London, 1753. No. 160.

FLEETWOOD (Rev.John)—The Life of Our Lord Saviour Jesus Christ. London, No. 25.

FORSTER (John)—The Life of Charles Dickens (with illustrations) 2 Vols. (bound in one Vol.) London, No. 111.

FORTESCUE (John)—Narrative of the visit to India of Their Majesties King George V. and Queen Mary and of the Coronation Durbar held at Delhi 12th December 1911. London, 1912. No. 214.

FOSTER (E.)—See Ranke, Leopold. No. 113-115.

GASCOIGNE (Gwendolen Trench)—Among Pagodas and Fair Ladies: an account of a tour through Burma with numerous illustrations. London, 1896. No. 182.

GORE (Rev. Charles)—Leo the Great London. No. 145.

GOSSE (Edmund)—Gray. English Men of Letters; edited by John Morley. London, 1889. No. 77.

GRAHAM (G F I)—The Life and work of Syed Ahmed Khan " C. S. I. London, 1885. No. 37.

Cunynghame (Arthur Thurlow)—Travels in the Eastern Caucasus, on the Caspian and Black Seas, especially in Daghestan, and on the frontiers of Persia and Turkey, during the summer of 1871. Illustrated by H. H. Cunynghame. With maps. London, 1872. No. 188.

Cutts (Rev. Edward L.)—Saint Jerome. London, No. 141.

Darwin (Charles)—See Literature No. 70.

DeQuincey (Thomas)—See Literature. Nos. 34—35, 38, 42, 47—48.

Didon (Rev. Father)—Jesus Christ. 2 Vols. London, 1893. Nos. 67—68.

D'Orsey (Rev. Alex. J. D.)—Portuguese Discoveries Dependencies and Missions in Asia and Africa. London, 1893. No 94.

Dunmore (The Earl of)—The Pamirs; being a narrative of a year's expedition on horseback and on foot through Kashmir, Western Tibet, Chinese Tartary, and Russian Central Asia. London, 1893 2 Vols. Nos 164—165.

Duruy (George)—Memoirs of Barras, member of the Directorate, edited with a general introduction, prefaces and appendices, London, 1845. 4 Vols. No. 7—10.

Eden (Charles H.)—Frozen Asia: A sketch of Modern Siberia together with an account of the native tribes inhabiting that region. London, 1879. No. 154.

Emerson (Ralph Waldo)—English Traits and Representative Men. London, 1884. No. 146.

BURTON (Sir Richard F.)—Vikram and the Vampire or tales of Hindu Devilry; edited by his wife, Isabel Burton. Memorial Edition. London, 1893. No. 60.

BUTLER (William F.)—Sir Charles Napier. English Men of Action. London, 1890. No. 74.

CARLYLE (Thomas)—See Literature. Nos. 110—114.

CHESNEY (Lieut. Col. F. R.)—The Expedition for the Survey of the Rivers Euphrates and Tigris. With plates and Woodcuts; Maps and Charts in separate covers. Vols. I and II. (Vols. III and IV. not published). London, 1850. Nos. 171—172.

CHURCH (R. W.)—Spenser. English Men of letters; edited by John Morley. London, 1886. No. 76.

CLOUGH (A. H.)—Plutarch's Lives the translation called Dryden's, corrected from the Greek. London, 1845. Nos. 14—18.

COMPTON (HERBERT)—See Books on India No. 111.

CONSTABLE (Archibald)—See Books on India. No. 214.

CORBETT (Julian)—Monk: English Men of Action. London, 1889. No. 73.

COTTON (Sir Sydney)—See Books on India. No. 212.

COURTHOPE (W. J.)—Addison: English Men of Letters, edited by John Morley. London, 1889. No. 105.

CROMWELL (Oliver)—See Literature. Nos. 118—119.

CRUSE (C. F.)—The Ecclesiastical History of Eusebius Pamphilus, Bishop of Caesarea, in Palestine; translated from the Greek, London, 1889. No. 112.

Buckland (C E.)—See Books on India. No. 301—302.

Buel (J. W.)—Heroes of the Dark Continent and How Stanley found Emin Pasha No. 177.

Burckhardt (John Lewis)—Travels in Arabia, comprehending an account of those territories in Hedjaz which the Mohammedans regard as sacred, etc. 2 Vols. Nos. 194—195.

Burton (Isabel Lady)—The Life of Captain Sir Richard F. Burton; with numerous portraits, illustrations and maps. 2 Vols. London, 1893. Nos 61—62.

" The Inner Life of Syria, Palestine, and the Holy Land. From my private journal. With map, photographs, and coloured plates. Second edition. London, 1875. Nos. 63—64.

Burton (Sir Richard F.)—Works of Sir Richard Burton, in seven Volumes. Nos. 54—60

" A mission to Gelele, King of Dahome; with notices of the so-called "Amazons." The grand customs. The yearly customs. The human sacrifices. The present state of the slave trade Memorial Edition London, 1893 2 Vols. Nos.. 54—55.

" Personal Narrative of a Pilgrimage to Al-Madinah and Meccah; edited by his wife, Isabel Burton, Memorial Edition. London, 1894. Nos. 58—59.

" First Footsteps in East of Africa or an Exploration of Harar; edited by his wife Isabel Burton, Memorial Edition, London, 1893. 2 Vols. Nos. 56—57.

BESANT (Walter)—Captain Cook. English Men of Action Series. London, 1890, No. 52.

BILGRAMI (Syed Hossain)—See Syed Hossain Bilgrami No. 23.

BLUNT (Lady Anne)—A Pilgrimage to Nejd, the cradle of the Arab race. A visit to the court of the Arab Emir, and "Our Persian Campaign"...with map ......and illustrations, etc. (Edited by Wilfrid S. Blunt) 2 Vols. London, 1881, Nos. 162—163.

BOULGER (Demetrius Charles)—The Life of Yakoob Beg, Athalik Ghazi, and Badaulet, Ameer of Kashgar London, 1878 No. 107.

" See Books on India. No. 212.

BOURRIENNE (M. De.)—Memoirs of Napoleon Bonaparte. To which are now first added an account of the important events of the hundred days of Napoleon's surrender to the English, and of the residence and death at St Helena, with anecdotes and illustrative notes from all the most authentic sources. 4 Vols. London, 1836. Nos. 3—6.

BUCHANAN (Francis)—See Books on India Nos. 380—382.

BUCKINGHAM (James Silk)—Travels among the Arab Tribes inhabiting the countries east of Syria and Palestine, including a journey from Nazareth to the Mountains beyond the Dead Sea, and from thence through the Plains of the Hauran to Bozra, Damascus, Tripoly, Lebanon, Baalbeck and by the Valley of the Orontes to Seleucia, Antioch, and Aleppo, with an Appendix and a Map. London 1825. No. 207.

TRAVELS AND BIOGRAPHY.

Abbot (Joseph S. C.)—The Life of Napoleon Bonaparte... To which is added a sketch of the life of the late Emperor Napoleon the Third. London, No. 2.

Adamson (Robert)—Fichte. London, No. 226.

Addison (Charles G.)—Damascus and Palmyra: a Journey to the East, with a sketch of the state and prospects of Syria, under Ibrahim Pasha (with illustrations). London, 1838. 2 Vols. Nos. 189—190.

Ainger (Alfred)—Charles Lamb. English Men of Letters, edited by John Morley. London, 1888. No. 80.

Aitchison (Sir Charles)—See Books on India. No. 210.

Ali (Syed Ameer Ali)—See Syed Ameer Ali. No. 35.

Arago (Francis)—History of my Youth; translated by the Rev. Baden Powell, A. M. F. R. S., London, No. 225.

Bahauddin—'Saladin'; or, what befell Sultan Yusuf-Salah Ed-din. 1137—1193 A. D. London, 1897. No. 81.

Ball (V.)—See Books on India, No. 109—110.

Barmby (J.)—Gregory the Great. London, 1879. No. 142.

Beal (Samuel)—See Books on India. No. 101.

" Do. do Nos. 102—103.

Belfour (F. C.)—See Macarius. Nos 173—174.

Benjamin (S. G. W.)—Persia and the Persians. Illustrated London, 1887. No. 208.

WILKINSON (REV. J. R)—*See* Meyer Arnold No. 156.

WILSON (H. H.)—Works by the late Horace Haymau Wilson in 18 Vols. Nos 86—103.

" Essays and Lectures on the Religions of the Hindus, collected and edited by Dr. Reinhold Rost. 2 Vols. London, 1861. Nos. 86—87.

" Essays Analytical, Critical and Philological on subjects connected with Sanskrit Literature. Collected and edited by Dr. Reinhold Rost. 3 Vols. London, 1864. No. 88—90.

" The Vishnu Purana, a system of Hindu Mythology and Tradition; translated from the original Sanskrit and illustrated by notes. Edited by Fitz-Edward Hall, 5 Vols. London, 1864—1870. Nos. 91—95.

" Select Specimens of the Theatre of the Hindus translated from the original Sanskrit. 2 Vols. London, 1871. Nos. 96—97.

" Rig-Veda Sanhita, a Collection of Ancient Hindu Hymns, constituting the first and second Ashtaka, or Book, of the Rig-Veda. 6 Vols. London, 1866—1888. Nos. 98—103.

WINTERNITZ (M.)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 68.

WREDE (Dr. William)—The Origin of the New Testament, translated by James S. Hill, B. D. London, 1909. No. 155.

WRIGHT (Charles H. H.)—A Primer of Roman Catholicism or the Doctrines of the Church of Rome briefly examined in the Light of Scripture. London, No. 172.

STOBART (J. W. H.)—Non-Christian Religious Systems: Islam & its Founder. London, No. 152.

TAYLER (William Elfe.)—Popery; its character and its crimes. London, 1851. No. 137.

TELANG, (Kasinath Trimbak)—*See* Max Muller, F. Sacred Books of the East. No. 26.

THIBAUT (George)—*See* Max Muller, F. Sacred Books of the East No. 52.

" See Max Muller F. Sacred Books of the East. No. 56.

" See Max Muller F. Sacred Books of the East No. 66.

TOLSTOY (Leo.)—The Teaching of Jesus, translated by L. & A. Maude. London, 1909. No. 154.

UNKNOWN—Translation of the Arabic Tract. No. 11.

VARMA (Gokulananda Prasad)—See Gokulananda Prasada Varma. No. 163.

WALTON (Isaac)—*See* Hooker, Richard. Nos. 73—75.

WEST (E. W.)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 23.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East No. 36.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East No. 42.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 55

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 65.

Ram Chandra Bose—Hindu philosophy popularly explained. The Heterodox Systems. Calcutta, 1887. No. 135.

Rivington (Luke)—Authority or a plain reason for joining the Church of Rome. London, 1897. No. 167.

Robinson (Charles H.)—Mohammedanism; Has it any future? With an introduction by the Right Rev. W. Boyd Carpenter. D. D. Lord Bishop of Ripon. London, No. 160.

Roy (Raja Rammohun)—*See* Raja Rammohun Roy. Nos. 147—149.

Sale (George)—The Koran or Alcoran of Mohammed; with explanatory notes; and readings from Savary's Version; also preliminary Discourse. London, 1891. No.7.

" The Koran: or Alcoran of Mohammed with explanatory notes; and readings from Savary's version; also a preliminary discourse. With maps and plans London, No. 8.

" Koran, commonly called the Alcoran of Mohammed, translated from the original Arabic, with explanatory notes taken from the most approved commentators. London, No. 9.

Sell (Edward)—The Faith of Islam: London, 1880. No. 125.

Some—Some Protestant fictions exposed, published by Catholic Truth Society. London, 1894. No. 164.

Steggall (Charles)—Hymns Ancient and Modern, for use in the services of the Church with accompanying tunes, compiled and arranged under the musical editorship of William Henry Monk. London, No. 165.

Stephens (W. R. W.)—Christianity and Islam, the Bible and the Koran. London, 1872. No. 146.

MOOR (Edward)—The Hindu Pantheon, with plates. London, 1810. No. 2.

MUIR (J.)—Original Sanskrit Texts on the origin and history of the people of India, their religion and institutions, collected, translated, and illustrated. 5 Vols. London, 1890. No 107—111.

PARKER (Theodore)—A Discourse of Matters Pertaining to Religion. London, 1863. No. 127.

PEARSON (John Norman) *See* Leighton, Robert. No. 120—121.

PETRIE (W. M. Flinders)—Personal Religion in Egypt before Christianity. London, 1909. No. 176.

POOL (John J.)—Studies in Mohammedanism, Historical and Doctrinal, with a Chapter on Islam in England. Westminster, 1892. No. 132.

QUILLIAN (W.H.)—The Faith of Islam, an explanatory sketch of the principal fundamental tenets of the Moslem Religion. Liverpool, 1890. No. 162

" Fanatics and Fanaticism; a Lecture deliverd by author. Liverpool, 1890. No. 161.

" The Religion of the Sword. Liverpool, 1891. No. 159.

RAJA RAMMOHUN ROY—The English Works of Raja Rammohun Roy, edited by Jogendra Chunder Ghose. in 3 Vols. No 147—149

" Vol. I. The English Works of Raja Rammohun Roy, Calcutta, 1901. No. 147.

" Vol. II. Exposition of the Practical Operation of the Judicial and revenue systems of India, and of the General Character and Condition of its Native Inhabitants. No. 148.

" Vol. III. The precepts of Jesus, the Guide to peace and happiness; extracted from the books of the New Testament. No. 149.

MAX MULLER (F.)—The Sacred Books of the East.

„ Vol XLIX. Buddhist Mahayana Texts Part I. The Buddha-Karita of Asva-Ghosha, translated from the Sanskrit by E. B. Cowell. Oxford, 1894. No. 67

„ Vol L. A General Index to the names and subject-matter of the Sacred Books of the East. compiled by M. Winternitz, with a preface by A. A. Macdonell. Oxford, 1910. No. 68.

MEYER (Dr. Arnold)—Jesus or Paul, translated by J. R Wilkinson, M. A. London, 1909. No. 156.

MILLER (Hugh)—The Headship of Christ, and the rights of the Christian People. Edinburgh, 1869. No. 136

MILLS, (L. H.)—*See* Max Muller, F, Sacred Books of the East. No. 49.

MONIER- WILLIAMS (Sir Monier)—Brahmanism and Hinduism; or, religious thought and life in India, as based on the Veda and other Sacred Books of the Hindus. Fourth edition, enlarged, etc. London, 1891. No. 105.

„ Indian Wisdom; or Examples of the Religious, Philosophical and Ethical Doctrines of the Hindus, with a brief history ofthe chief departments of Sanskrit literature and some account of the past and present condition of India, Moral and Intellectual. London, 1893. No. 104

„ Buddhism, in its connexion with Brahmanism and Hinduism, and in its contrast with Christianity. London, 1890. No. 106

„ See Bible. No. 166.

MAX MULLER (F.)—The Sacred Books of the East.

" Vol. XLI. The Satapatha-Brahmana according to the texts of the Madhayandina School, translated by Julius Eggeling. Part III. Books V, VI and VII. Oxford, 1894. No. 59.

" Vol XLII. Hymns of the Atharva-Veda together with extracts from the ritual books and the commentaries. Translated by Maurice Bloomfield. Oxford, 1897. No. 60.

, Vol. XLIII. The Satapatha-Brahmana according to the Texts of the Madhyandina School, translated by Julius Eggeling Part IV. Books VIII, IX and X. Oxford, 1897. No. 61.

" Vol XLIV. The Satapatha-Brahmana according to the texts of the Madhyandina School, translated by Julius Eggeling Part V. Books. XI, XII, XIII and XIV. Oxford. 1900. No. 62.

" Vol. XLV. Gaina Sutras, translated from Prakri. by Hermann Jacobi. Part II. The Uttaradhyayana Sutra, The Sutrakritanga Sutra. Oxford, 1895. No. 63.

" Vol. XLVI. Vedic Hymns, translated by Hermann Oldenberg. Part II. Hymns to Agni (Mandalas I—V) Oxford, 1897. No 64.

" Vol XLVII. Pahlavi Texts, translated by E W. West. Part V. Marvels of Zoroastrianism. Oxford, 1897. No. 65.

" Vol XLVIII. The Vedanta-Sutras with the Commentary of Ramanuga, translated by George Thibaut. Part III. Oxford, 1904. N. 66.

MAX MULLER (F.)—The Sacred Books of the East.

" Vol. XXXII. Vedic Hymns, translated by F. Max Muller. Part I. Hymns to the Maruts, Rudra, Vayu and Vata. Oxford, 1891. No. 50.

" Vol. XXXIII.The Minor Law-Books translated by Julius Jolly. Part I, Narada. Brihaspati. Oxford, 1889. No. 51.

" Vol. XXXIV. Vedanta-Sutras with the commentary by Sankarakarya, translated by George Thibaut. Part I. Oxford, 1890. No. 52.

" Vol. XXXV. The Questions of King Milinda, translated from the Pali by T W. Rhys Davids. Part I. Oxford, 1890. No. 53.

" Vol. XXXVI. The Questions of King Milinda, translated from the Pali by T. W. Rhys Davids. Part II. Oxford, 1894. No. 54.

" Vol XXXVII. Pahlavi Texts, translated by E. W. West. Part IV. Contents of Nasks. Oxford, 1892. No. 55.

" Vol. XXXVIII. The Vedanta-Sutras with the Commentary by Sankarakarya translated by George Thibaut. Part II. Oxford, 1896. No. 56.

" Vol. XXXIX. The Sacred Books of China: the texts of Taoism, translated by James Legge. Part I. The Yao Teh King. The writings of Kwangjze. Books I—XVII. No. 57.

" Vol. XL. The Sacred Books of China; the texts of Taoism, translated by James Legge. Part II. The writings of Kwangjze. Books XVIII—XXXIII. The Thai-Shang, Tractate of actions and their Retributions, Appendixes I—VIII. Oxford 1891. No. 58.

MAX MULLER (F.)—The Sacred Books of the East.

" Vol. XXVI. The Satapatha Brahmana according to the text of the Madhyandina School. Translated by Julius Eggeling. Part II. Books III and IV. Oxford, 1885. No. 44.

" Vol. XXVII. The Sacred Books of China: the texts of Confucianism. Translated by James Legge. Part III. Li-Ki, I-X. Oxford, 1885, No. 45.

" Vol. XXVIII. The Sacred Books of China: the texts of Confucianism, Translated by James Legge. Part IV. The Li Ki, XI-XLVI. Oxford, 1885. No. 46.

" Vol. XXIX. The Grihya-Sutras or Rules of Vedic Domestic Ceremonies. Translated by Hermann Oldenberg.

Part I.

Sankhayana-Grihya-Sutra
Asvalayana-Grihya-Sutra
Paraskara-Grihya-Sutra
Khadira-Grihya-Sutra
Oxford, 1886. No. 47.

" Vol. XXX. The Grihya-Sutras or Rules of Vedic Domestic Ceremonies. Translated by Hermann Oldenberg. Part II.

Gobhila, Hiranyakesin, Apastamba.
Apastamba, Yagna-Paribhasha-Sutras.
Translated by F. Max Muller. Oxford, 1892. No. 48.

" Vol. XXXI. The Zend-Avesta. Part III. The Yasna, Visparad, Afrinagan, Gahs, and Miscellaneous Fragments, translated by L. H. Mills. Oxford, 1887. No. 49.

Max Muller (F.)—The Secred Books of the East.

" Vol. XVIII. Pahlavi Texts, translated by E. W. West. Part II.
The Dadistan-i-Dinik and the Epistles of Manuskihar.
Oxford, 1882. No. 36.

" Vol. XIX. The Fo-Sho-Hing-Tsan-King, a life of Buddha by Asvaghosha Bodhisattva. Translated from Sanskrit into Chinese by Dharmaraksha, A. D. 420, and from Chinese into English by Samuel Beal. Oxford, 1882. No. 37.

" Vol. XX. Vinaya Texts. Translated from the Pali by T. W. Rhys Davids and Hermann Oldenberg. Part III. The Kullavagga, IV—XII. Oxford, 1885. No. 38.

" Vol. XXI. The Saddharma-Pundarika or The. Lotus of the True Law. Translated by H. Kern. Oxford 1884. No. 39.

" Vol. XXII. Gaina Sutras. Translated from Prakrit by Hermann Jacobi. Part I. The Akaranga Sutra. The Kalpa Sutra. Oxford, 1884. No. 40.

" Vol. XXIII. The Zend-Avesta. Part II. The Sirozahs, Yasts, and Nyayis, Translated by James Darmesteter. Oxford, 1883. No. 41.

" Vol. XXIV. Pahlavi Texts. Translated by E. W. West. Part III. Dina-I-Mainog-I-Khirad Sikand-Gumanik Vigar Sad Dar. Oxford, 1885. No. 42.

" Vol. XXV. The Laws of Manu. Translated with extracts from seven commentaries by G. Buhler. Oxford, 1886. No. 43.

MAX MULLER (F.)—The Sacred Books of the East.

" Vol. XIII. Vinaya Texts. Translated from the Pali by T. W. Rhys Davids and Hermann Oldenberg. Part I.

The Patimokkha
The Mahavagga, I—IV. No. 31.

" Vol. XIV The Sacred Laws of the Aryas as taught in the Schools of Apastamba, Gautama, Vasishtha, and Baudhayana. Translated by George Buhler. Part II.

Vasishtha and Baudhayana.
Oxford, 1882. No. 32.

" Vol XV. The Upanishads. Translated by F Max Muller. Part II.

The Katha-Upanishad
The Mundaka-Upanishad
The Taittiriyaka-Upanishad
The Brihadaranyaka-Upanishad
The Svetasvatara-Upanishad
The Prasua-Upanishad
The Maitrayana-Brahmana-Upanishad.
Oxford, 1884. No. 33.

" Vol. XVI The Sacred Books of China: the texts of Confucianism. Translated by James Legge. Part II. The Yi King.
Oxford, 1882. No. 34.

" Vol. XVII. Vinaya Texts. Translated from the Pali by T. W. Rhys Davids and Hermann Oldenberg. Part II.

The Mahavagga, V—X.
The Kullavagga, I—III.
Oxford, 1882. No. 35.

MAX MULLER (F.)—The Sacred Books of the East, translated by various Oriental Scholars and edited by F. Max Muller.

" Vol. V. Pahlavi Texts. Translated by E. W. West. Part I. The Bundahis, Bahman Yast and Shyast La-Shayast. Oxford, 1880. No. 23.

" Vol. VI. The Quran. Translated by E. H. Palmer. Part I. Chapters I to XVI. Oxford, 1880. No. 24.

" Vol. VII. The Institutes of Vishnu. Translated by Julius Jolly Oxford 1880. No. 25.

" Vol VIII. The Bhagavadgita with the Sanatsugatiya and the Anugita Translated by Kashinath Trimbak Telang M.A Oxford, 1882. No. 26.

" Vol. IX. The Quran. Translated by E. H. Palmer. Part II. Chapters XVII—CXIV Oxford, 1880. No. 27.

" Vol. X. The Dhammapada, a collection of Verses, being one of the Canonical Books of the Buddhists. Translated from Pali by F. Max Muller. Oxford, 1881 No. 28.

" Vol. XI Buddhist Suttas Translated from Pali by T W. Rhys Davids. Oxford, 1881. No. 29. 1. The Maha-Parinibbana Suttanta. 2. The Dhamma*K*akka-Ppavattana Sutta 3. The Te*vigga* Suttanta. 4. Akankheyya Sutta. 5. The *K*etokhila Sutta. 6. The Maha-Sudassana Suttanta. 7. The Sabbasava Sutta.

" Vol. XII. Satapatha-Brahmana, according to the text of the Madhyandina School. Translated by Julius Eggeling. Part 1. Books I and II. Oxford 1882. No. 30.

MAX MULLER (F.)—India. What Can It Teach Us'; a course of Lectures. London, 1892. No. 82.

" Theosophy or Psychological Religion, the Gifford Lectures delivered before the University of Glasgow in 1892. London, 1893. No 80

" The Hymns of the Rig-Veda in the Samhita Text. London, 1893. 2 Vols. Nos. 117—118.

" Sacred Books of the East, translated by various Oriental Scholars and edited by F. Max Muller. 50 Volumes. (Oxford.) Nos 19—68.

" Vol I. The Upanishads translated by F. Max Muller. The Khandogya-Upanishad, the Talavakara-Upanishad, the Aitareya Aranyaka, the Kaushitaki Brahamana-Upanishad and the Vagasaneyi Samhita-Upanishad. 1897. No. 19.

" Vol. II. The Sacred Laws of the Aryas as taught in the Schools of Apastamba, Gautama, Vasistha, Baudhayana. Translated by George Buhler. Part I, Apastamba and Gautama 1879. No. 20.

" Vol. III. The Sacred Books of China, the texts of Confucianism. Translated by James Legge, Part I the Shu King, the Religious Portions of the Shih King, the Hsiao King. Oxford 1897. No. 21.

" Vol. IV. The Zend-Avesta. Part I. The Vendidad. Translated by James Darmesteter. Oxford 1880 No. 22.

MARTINEAU (James)—A Study of Religion, its Sources and Contents. Oxford 1889. 2 Vols. Nos. 130—131.

MASSY (Dawson)—The Secret History of Romanism. London, 1869. No. 153.

MAUDE (L & A.)—*See* Tolstoy. No. 154.

MAX MULLER (F)—Chips from A German Workshop. 4 Vols. London 1868. Essays on Science of Religion, No. 69—72.

" Introduction to the Science of Religion, four Lectures delivered at the Royal Institution, in February and May 1870. London, 1882. No. 79.

" Biographical Essays. London, 1884. No. 81.

" Biographies of Words and the Home of the Aryas. London, 1888. No. 83.

" Natural Religion, the Gifford Lectures delivered before the University of Glasgow in 1888. London, 1889. No. 78.

" Lectures on the Origin and Growth of Religion as illustrated by the religions of India. London, 1891. No. 76.

" The Science of Language, founded on Lectures delivered at the Royal Institution in 1861 and 1863. London, 1891. 2 Vols. Nos 84—85.

" Anthropological Religion, the Gifford Lectures delivered before the University of Glasgow in 1891. London, 1892. No. 77.

HOOKER (Richard)—The Works of............in eight books of the Laws of Ecclesiastical Polity: with several other Treatises, and a general Index. Also a life of the Author by Isaac Walton. London, 1821. 3 Vols. Nos 73—75.

JACOBI (Hermann)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East No. 63.

KENNEDY (Vans)—Researches into the nature and affinity of Ancient and Hindu Mythology. London, 1831. No. 3.

KERN (H.)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East No 39.

LANE (Edward William)—Selections from the Kuran. New Edition, enlarged, with an introduction, by Stanley Lane Poole. London, 1879. No. 10.

LEGGE (James)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 21.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 46.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 57.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 45.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 58.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 34.

LEIGHTON (Robert)—The whole works of the most Rev. Father in God to which is prefixed a life of the Author by the Rev. John Norman Pearson, M. A. London, 1859. 2 Vols. Nos. 120—121.

Davids (T. W. Rhys.)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 53.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 54.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 29

Dods (Marcus)—Mohammed, Buddha and Christ. Four Lectures on natural and revealed religion. London, No. 175.

French (Daniel)—See Cumming John. No. 134.

Geikie (Cunningham)—The Holy Land and the Bible. A Book of Scripture Illustrations gathered in Palestine with a map of Palestine, and original Illustrations by H. A Harper. London, 1891. No. 4.

Gokulananda Prasada Varma—My Experiences and Observations. Bankipore, 1901. No. 163.

Green (T. H.)—The Witness of God and Faith. Two lay sermons, edited with an introductory notice by the late Arnold Toynbee. London, 1891. No. 171.

Haughton (Graves Chamney)—Manava-Dherma Shastra; or the Institutes of Manu. In English Translation. 2 Vols. London, 1825, Nos. 5—6.

Higgins (Godfrey)—An Apology for the Life and Character of the Celebrated Prophet of Arabia, called Mohamed or the illustrious. London, 1829. No. 124.

Hill (James S.)—*See* Wrede (Dr. William) No. 155.

COLENSO (J. William)—The Pentateuch and book of Joshua critically examined. In 7 parts, bound in five Vols. Nos. 14—18.

COMMON PRAYER—The Book of Common Prayer, with commentary for teachers and students; containing Historical introduction, notes on the Calendar, services, articles, table of kindred, &c., by various Authors. Society for promoting Christian Knowledge. London, 1891, No. 170.

COPLESTON (Reginald Stephen)—Buddhism, primitive and present, in Magadha and in Ceylon. London, 1892. No. 119.

COWELL, (E B) —See Max Muller, Sacred Books of the East. No. 67.

CUMMING (John)—The Hammersmith Protestant Discussion, being an authenticated report of the controversial discussion. London, 1884. No. 134.

DARBY (J. N.)—Synopsis of the books of the Bible. London, 5 Vols. No. 138—142.

DARMESTETER (James)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 22

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East No. 41.

DAVIDS (T. W. Rhys)—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 31.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East No. 35.

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East No. 38.

Buhler (George)—See Max Muller, Sacred Books of the East No. 20

" *See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 32.

Caird, (Edward)—The Evolution of Religion, etc. 2 Vols. Glasgow 1893. Nos. 112—113.

Carpenter (W. Boyd)—The Permanent Elements of Religion. Eight lectures preached before the University of Oxford in the year 1887. London, 1889. Two copies Nos. 12—13.

Catholic Truth Society.—*See* Some No. 164.

Chayton, (H. J.)—*See* Bertholet, Alfred. No. 158.

Cheragh Ali.—A Critical Exposition of the Popular "Jihad," showing that all the wars of Mohammad were defensive; and that aggressive war or compulsory conversion is not allowed in the Qoran. Calcutta, 1885. No. 126.

Chiniquy (Charles.)—Papal Idolatry; an exposure of the Dogma of Transubstantiation and Mariolatry. To which is added "The reasons why I will never return to the Church of Rome." London, 1887. No. 168.

" Fifty Years in the Church of Rome. London, No. 133.

Christian Literature Society for India—Religion weighed, or Dharamtula. Madras, 1893. No. 169.

Colebrooke (Sir T. E)—The life and Miscellaneous Essays of, Life, by T. E Colebrooke, Vol. I. Essays Vols. II and III., 3 Vols. London, 1873. Nos. 114—116.

BETTANY (G. T.)—Mohammedanism, and other religions of Mediterranean countries; being a popular account of Mahomet, the Koran, Modern Islam.........with illustrations. London 1892. No. 129.

BIBLE—The Holy Bible containing the old and new Testaments translated out of the original tongues: being the version set forth A. D. 1611, compared with the most ancient authorities and revised. Oxford 1885. No. 173.

" The Holy Bible and the Sacred Books of the East: four addresses ; to which is added a fifth address on Zenana Mission by Sir M. Monier Williams. London, 1887. No. 166.

" The Holy Bible, containing the Old and New Testaments: translated out of the original tongues; and with the former translation diligently compared and revised, by His Majesty's special command. London, 1895. No. 143.

" The approved Holy Catholic Bible. The Holy Bible containing the entire canonical Scriptures, according to the decree of the council of Trent ; translated from the Latin Vulgate diligently compared with the Hebrew, Greek, and other editions in divers languages. Philadelphia. No. 1.

BLOOMFIELD, MAURICE.—*See* Max Muller, Sacred Books of the East. No. 60.

BOSE (Ram Chandra)—*See* Ram Chandra Bose. No. 135.

BRINCKMAN (ARTHUR)—Notes on Islam: A handbook for Missionaries. London, 1868. No. 174.

RELIGION.

Ali (Cheragh)—*See* Cheragh Ali. No. 126.

Arabic—Translation of the Arabic Tract. No. 11.

Arnold (John Muehleisen)—Islam: Its History, Character and Relation to Christianity. London, 1874. No. 123.

Atkinson (E. T.)—Notes on the History of Religion in the Himalayas of the N. W. P., India. Calcutta, 1883. No. 145.

Barnes (Albert)—Notes, explanatory and practical on the Book of Daniel. 2 Vols. London. 1853. Nos. 150—151.

Bate (J. D.)—An Examination of the claims of Ishamael, as viewed by Muhamadans. Being the first chapter of section I. of "Studies in Islam." Allahabad, 1884. No. 122.

Beal (Samuel)—See Max Muller, Sacred Books of the East. No. 37.

Becker—Christianity and Islam. London, 1909. No. 157.

Bertholet (Alfred)—The Transmigration of Souls, translated by Rev. H. J. Chaytor, M. A. London, 1909. No 158.

Bettany (G. T.)—A sketch of the history of Judaism and Christianity in the light of modern research and criticism.........illustrated. London, 1892. No. 128.

" The Great Indian Religions: being a popular account of Brahmanism, Hinduism, Budhism, and Zoroastrianism......with.........illustrations London, 1892. No. 144.

UEBERWEG (F.)—History of philosophy, translated into English by G. S. Morris. London, 1885. 2 Vols Nos. 93—94.

WALLACE—PROLEGOMENA to the study of Hegel's Philosophy and especially of his Logic. Oxford, 1894. No. 86.

WELTON (J.)—B. A. Mental and Moral Science. London, 1888. No. 174.

WHATELY (R.)—Elements of Logic. London, 1853. No. 134.

WILSON (W.)—The State. Elements of Historical and Practical Politics. Boston, 1889. No. 110.

WOLFE (H. W.)—People's Banks, a record of social and economic success. London, 1910. No. 108.

ZELLER (E.)—Plato and the Older Academy, translated into English by S. F. Alleyne and A. Goodwin. London, 1876 No. 146.

SPENCER (H.)—The principles of Biology. London, 1884. 2 Vols. Nos 44—45.

" Essays, Scientific, Political and Speculative. London, 1891. 3 Vols. Nos. 41—43.

" The Principles of Sociology. London, 1885. 1st Vol. only No. 48.

" The First Principles or a System of Synthetic Philosophy. London, 1890. No. 49.

" The Study of Sociology. London, 1880. No. 50.

" Education, Intellectual, Moral and Physical. London, 1861. No. 51.

" Ecclesiastical Institution, being part VII. of the Principles of Sociology. London, 1885. No. 52.

" The Factor of Organic Evolution. London, 1887. No. 54.

STARK (A.)—Printing, its Antecedents, Origin, History and Result. London. No.130.

STEPHEN (L.)—History of English Thought in the 18th Century. London, 1881. 2 Vols. No. 69—70.

SULLY (J.)—The Human Mind a text book of psychology. London, 1892. 2 Vols. No. 39—40.

TAINE (H.)—On Intelligence. London, 1871. No. 79.

THOMSON (D. G.)—A System of Psychology. London, 1884 2 Vols. No. 77—78.

TRAILL (H. D.)—Central Government. 1892. No. 148.

VERULAM (F. A.)—Novum Organum or True suggestion for the Interpretation of Nature. London, 1884, No. 120.

PLATO—*See* Jowett B. Nos. 154—158.

POLLOCK (F.)—An Introduction to the History of the Science of Politics. London, 1895. No. 129.

POLLOCK (F. Bart.)—A First Book of Jurisprudence. London, 1896. No. 131.

PRICHARD (J. E)—Reaches into the Physical History of Mankind London, 1836. 5 Vols Nos 164—168.

RAINY (H.)— *See* Hutchinson R. No. 89.

REID (T.)—Essays on the Powers of the Human Mind to which are prefixed an Essay on quantity, and an analysis of Aristotle's Logic. London, 1820. 3 Vols. Nos. 116—118.

ROBERTSON (J. B.)—*See* Schlegel F. W. No. 112.

SANDARS (T. C)—*See* Justinian No. 107.

SCHLEGEL (F. W.)—Philosophy of History, translated into English by J. B Robertson. London, 1859. No. 112.

SIDGWICK (H.)—The Development European Polity. London, 1903. No. 169.

" Principles of Political Economy. London, 1887. No. 138.

SMITH (T.)—An Elementary Treatise on plane Geometry according to the methods of rectilineal co-ordinates. London, 1857. No. 151.

SMITHS (W.)—*See* Fichte. J. G. Nos. 57—58.

SPENCER (H.)—The Data of Ethics. London, 1894. No. 32.

" The Principles of Psychology. London, 1890. 2 Vols. Nos. 46—47.

MILL (J. S.)—Inaugural Address delivered to the University of St. Andrews (Feb. 1st 1877). London, 1867 No. 24.

" The Subjection of Women. London, 1869. No. 26.

" Chapters and Speeches on the Irish Land Question. London, 1870. No. 28.

" Analysis of the Phenomena of the Human Mind. London, 1878. 2 Vols. Nos. 15—16.

" Nature: and Utility of Religion and Theism. London, 1885. 2 editions 2nd and 3rd) Nos. 21—22.

" Utilitarianism. London, 1888. No. 29.

" An Examination of Sir W. Hamilton's Philosophy. London, 1889. No. 20.

" Auguste Comte and Positivism. London, 1891. No. 25.

MORRIS' (Geo. S.)—*See* Ueberweg F. Nos. 93—94.

MUKHOPADHYA (S.)—Parametric Co-efficients in the Differential Geometry of Curves. Calcutta, 1910. No. 171.

MULLICK (I. M.)—Diabetes. Calcutta, 1910. No. 173.

NEWMAN (J. H.)—Apologia Pro Vita Sua: being a history of his religious opinions. London, 1879. No. 87.

NORDAW (M.)—Degeneration (English translation). London, 1896. No. 62.

PETRIE (W. M. Flinders)—Personal Religion in Egypt before Christianity. London, 1901. No. 178.

MACKINTOSH (J.) The Miscellaneous works of——.London, 1854. 3 Vols. Nos. 113—115.

MACLEOD (H. D.) The Principles of Economical Philosophy. London, 1872—75. 2 Vols; No. 135—136.

MARSHALL (A)—Principles of Economics. London, 1891. No. 137.

MARTINEAU (J.)—*See* Religion. No. 130.

MARTINEAU (H.)—*See* Comte A. Nos. 33—34.

MAX MULLER (F.)—The Science of Thought. London, 1887. No. 106.

MAX MULLER (F.)—*See* RELIGION. No. 84.

McCOSH (J.)—Psychology: The Cognitive Powers. London, 1888 No. 60.

MIDDLETON (J.)—A Syllabus of the Lectures upon Experimental Philosophy delivered at the Agra College. London, 1857. No. 103.

MILL (J. S.)—Essays on some unsettled questions of Political Economy. London, 1844. No. 23.

" A System of Logic Ratiocinative and Inductive. London, 1851. 2 Vols. Nos. 13—14.

" Thoughts on Parliamentary Reform. London, 1859. No. 30.

" Dissertations and Discussions. London, 1859. 4 Vols. 17a 17b—19.

" On Liberty. London, 1859. No. 27.

" Principles of Political Economy. London, 1862, 2 Vols. Nos 11—12.

HUXLEY (T. H.)—Method and Results. London, 1893, No. 126.

" Darwiniana. London, 1893. No. 127.

JOWETT (B.) —The Politics of Aristotle. London, 1885. 2 Vols. Nos. 153—154.

" English translation of the Dialogues of Plato, with analysis and introduction. London, 1892. 5 Vols. Nos. 154—158.

JUSTINIAN—The intitutes of——. with English introduction, translation, and notes by T. C. Sandars. London, 1888. No. 107.

KING (Mrs. MARIA)—The Principles of Nature. Boston, 1880. 3 Volumes. Nos. 160-162.

KROEGER (A. E.)—*See* Fichte J. G. No. 56.

" *See* Fichte J. G. No. 31.

LEVI (L.)—International Law with materials for a Code of International Law. London, 1887. No. 147.

LEWES (G. H.)—The History of Philosophy. London, 1880. 2 Vols: Nos. 96—97

LOCKE (J.) The works of—. London, 1812. 10 Vols. Nos. 1—10.

LODGE (O.) The Ether of Space. London, 1901. No. 142.

Lowndes (H. E) See Hoffding. No. 88.

LUBBOCK (J.)—The Origin of Civilisation and the Primitive Condition of Man; Mental and Social Condition of Savages. London, 1889. Nos. 100.

MACKENZIE (J. S.) Manual of Ethics. London, 1897. No. 123.

GREEN (T. H.)—The Prolegomena to Ethics. London, 1890. No. 38.

" The Philosophical Works of..................London, 1890. 3 Vols. Nos. 35—37.

GREENIDGE (A. H J.)—Roman Public Life. London, 1901. No. 109.

GROTE (G.)—Aristotle. London, 1880. No. 159.

HALDAR (H.)—Hegelianism and Human Personality. Calcutta, 1910. No. 172.

HAMILTON (W.)—Lectures on Metaphysics. London, 1882. 4 Vols. Nos. 73—76.

HARRISON (F.)—The Meaning of History and other historical pieces. London, 1894. No. 133.

HEGEL (G. W. F.)—Lectures on the History of Philosophy. London, 1892. 2 Vols. Nos. 104—105.

HERSCHEL (J. F. W.)—Outlines of Astronomy. London, 1883. No. 143.

HOFFDING (H.)—Outlines of Psychology. London, 1892. No. 88.

HOUGH (W. S.)—*See* Erdman J. E. Nos. 90—92.

HUME (D.)—Essays and treatises on several subjects. London, 1772. 2 Vols. Nos. 80—81.

" A treatise of Human Nature, being an attempt to introduce the experimental method of reasoning into moral subjects and dialogues concerning natural religion. London, 1890. 2 Vols Nos. 67—68.

HUTCHINSON (R.) and H. RAINY—The Clinical Methods. London, 1902. No. 89.

CONDORCET—The Progress of the Human Spirit. French edition. Paris, 1892. No. 119.

CROZIER (J. B.)—Civilization and Progress. London. 1892. No. 101.

DREW (S.)—An Original Essay on the materiality and immortality of the human soul. London, 1819. No. 61.

ENFIELD (W.)—The History of Philosophy, from the earliest periods, drawn up from Bencher's Historia Critica Philosophiae. London, 1837. No. 95.

ERDMANN (J. E)—A History of Philosophy, translated into English by S. W. Hough. London, 1893. 3 Vols. Nos 90—92.

FERGUSON (J.)—Lectures on Select Subjects in Mechanics, Hydrostatics, Pnewmatics, Optics and Astronomy. London, 1837, No. 139.

FICHTE (J. G.)—The Science of Ethics as based on the Science of Knowledge, translated into English by A. E. Kroeger. London, 1907. No. 31.

" The Science of Knowledge. Translated into English by A. E. Kroeger. London. 1889. No. 56

" The Science of Rights; translated into English by A. E Kroeger. London, 1889. No. 55.

" Popular Works of............Translated into English by W. Smith. London, 1889. 2 Vols. Nos. 57—58.

GANNOT—Elementary Treatise on Physics; translated into English by E. Atkinson. London, 1902. No. 142.

GOSSIP (G. H. D.)—The Chess-Player's Manual. London, 1883 No. 44.

BANKS (C.)—Manual of Hygiene. London, 1902. No. 179.

BASTABLE (C. F.)—Public Finance. London, 1903. No. 170.

BATE (J.)—Influence of Mind on Mind. London, 1883. No. 98.

BLUNTSCHLI (J. K.)—The Theory of State; translated into English by D. G. Ritchie, P. E Matheson and R. Lodge. London, 1895. No. 145.

BOLINGBROKE (Lord)—The Works of—. London, 1841. 4 Vols. Nos. 63—66.

BORNS (H.)—*See* Arrhinius S. Nos 175—176.

BOSE (R. K. C.)—A Collection of Medical and Surgical Papers of—. Calcutta, 1895. No. 140.

BREREWOOD (E.)—Diversity of Languages and Religions through the chief parts of the world. London, 1635 No. 85.

BUCKLAND (F. T.)—Curiosity of Natural History. London, 1865. No. 121.

BURNLEY (J.)—The Romance of Invention. London, 1886. No. 111.

BUTLER (J.)—The Analogy of Religion, natural and revealed. London, 1893. No. 132.

CAIRD (E.)—The Social Philosophy and Religion of Comte. Glassgow, 1893. No. 53.

The Critical Philosophy of Immanuel Kant. London, 1889. 2 Vols. Nos. 71—72.

COMTE (A)—Positive Philosophy. London, 1893. 2 Vols. Nos. 33—34.

SCIENCE AND PHILOSOPHY.

AITKEN (W —Outlines of the Science and Practice. London, 1874. No. 102.

ALISON (A.)—The Philosophy and History of Civilization. London, 1860. No. 99.

ALLEYNE S. F. & GOODWIN (A.)—*See* Zeller E. No. 146.

ARISTOTLE —*See* Jowett B. Nos. 152—154.

*ARRHENIUS (S.)—The Life of the Universe; as conceived by man from the earliest ages to the present time; translated by Dr. H. Borns, illustrated. 2 Vols. Nos. 122—123.

ATKINSON'S (E.)—*See* Gannot. No. 142.

BACON (Lord) The work of......... London, 1854. 2 Vols. Nos. 149—150

" Essays of—with annotations by R. Whately, London, 1888. No. 163.

" The Physical and Metaphysical Works of——. London, 1891. No. 125.

BAIN (A.)—The Senses and the Intellect. London, 1868. No 141.

" Mental and Moral Science, a Compendium of Philosophy and Ethics. London, 1884. No. 82.

" The Emotions and the Will. London, 1888. No. 59.

" Education as a Science. London, 1892. No. 83.

" Mind and Body: the theories of their relation. London, 1892. No. 84.

WILDE (Oscar.)—A Woman of No Importance. London. No. 202.

" See Literature. No. 238.

WILLIAMS (Monier.)—Nalopakhyanam. Story of Nala, an episode of the Maha-Bharata. Oxford, 1879. No. 236.

WILSON (John.)—The Works of——.Edited by his son-in-law. London, 1855. 12 Vls. Nos. 248—259.

WOLLASTON (Arthur N.)—*See* Literature. No 463.

———:o:———

Thackeray (W. M.)—Irish Skech Book and Critical Reviews. London, 1885. No. 70.

" Memoirs of Barry Lyndon and The Fatal Boots. London, 1885. No. 71.

" Catherine. Men's Wives. The Bedford-Row Conspiracy. London, 1885. No. 72.

" Ballads; and The Rose And The Rings. London, 1885. No. 73.

" Round About Papers, and the Second Funeral of Napoleon. London, 1885. No. 74.

" The Four Georges and the English Humourists of the Eighteenth Century. London, 1885. No. 75.

" Lovel: The Widower etc. London, 1885. No. 76.

" Miscellaneous Essays, Sketches and Reviews. London, 1885. No. 77.

" Contributions to "Punch." London, 1885. No. 78.

Tolstoi (L. N.)—The Cossacks. London. No. 189.

" War and Peace. London 4 Vols. Nos. 185—188.

" Sevastopol. London. No. 210.

Verne (Jules.)—The Green Ray, a Romance of the Scottish Highlands. Translated from the French by Mary De Hauteville. London. No. 214.

Wall, Charles Heron.—*See* Moliere. Nos. 341—343.

STAWELL (Mrs. Rodolph.)—A Gascon Royalist in Revolutionary Paris: From the French of G. Lenotre. London, 1916. No. 264.

STEVENSON (R. L.)—Island Nights' Entertainments. London, 1893. No. 235.

THACKERAY (W. M.)—Vanity Fair. London, 1883. 2 Vols. Nos. 53—54.

" The History of Pendennis. London, 1883. 2 Vols. Nos. 55—56.

" The Newcomes; memoirs of a most respectable family. London, 1884. 2 Vols. Nos. 57—58.

" The History of Henry Esmond. London, 1884. No. 59.

" The Virginians. London, 1884. 2 Vols. Nos. 60—61.

" Adventurs of Philip. London, 1884. 2 Vols. Nos. 62—63.

" The Great Hoggarty Diamond. A Little Dinner at Timmins's. Notes of a journey from Cornhill to Grand Cairo. London, 1884. No. 64.

" The Christmas Books of Mr. M. A. Titmarsh. London, 1884. No. 65.

" The Book of Snobs. London, 1884. No. 66.

" Burlesques. London, 1884. No. 67.

" Paris Sketch Book. London, 1885 No. 68.

" The Memoirs of Mr. Charles J. Yellowplush. London 1885. No. 69.

SHAKESPEARE(W.)—Vol. I. Tempest. Two Gents of Verona. Merry Wives of Windsor and Measure for Measure. No. 231.

Vol. II. Comedy of Errors. Much Ado About Nothing. Love's Labour's Lost and Midsummer Night's Dream. No. 332.

Vol. III. Merchant of Venice. As You Like It. Taming of the Shrew and All's Well That Ends Well. No. 333.

Vol. IV. Twelfth Night. Winter's Tale. Macbeth and King John. No. 334.

Vol. V. Richard II. Henry IV. Part I & II and Henry V. No. 335,

Vol. VI. Henry VI. Part I & III and Richard the Third. No. 363.

Vol. VII. Henry the Eighth. Coriolanus. Julius Cæsar. Antony and Cleopatra. No. 337.

Vol. VIII. Timon of Athens. Titus Andronicus. Troilus and Cressida. Cymbeline. No. 338.

Vol. IX. King Lear. Romeo and Juliet. Hamlet and Othello. No. 339.

SMOLLETT (Tobias.)—The Adventures of Gil Blas of Santillane. London, 1899. No. 227.

" Roderick Random. London, 1895. No. 226.

" Peregrine Pickle. London, 1895. 2 Vols. Nos. 223—224.

" Humphry Clinker. London, 1895. No. 225.

Shakespeare (W.) A new Variorum edition, edited by Horace Howard Furness. Philadelphia, 1904. 12 Vols. Nos. 313-324.

Vol. I. Romeo and Juliet. No. 313.

Vol. II. Macbeth. No. 314.

Vol. III. Hamlet. No. 315. (Part. I).

Vol. IV. Hamlet. No. 316. (Part. II).

Vol. V. King Lear. No. 317.

Vol. VI. Othello. No. 318.

Vol. VII. Merchant of Venice. No. 319.

Vol. VIII. As You Like It. No. 320.

Vol. IX. The Tempest. No. 321.

Vol. X. Twelfth Night or What You Will. No. 322.

Vol. XI. Love's Labour's Lost. No. 323.

Vol. XII. Richard the Third. No. 324.

" Plays of—. Edited and annotated by Charles and Mary Cowden. London, 2 Vols. Nos. 329-330

Vol. I. The Historical Plays. No. 329

Vol. II. The Tragedies. No. 330.

" Works in Bengali. Edited by H. C. Rakshit. 4 Vols. Nos. 325—328.

" Dramatic Works of— Revised by George Steevens. London, 1802. 9 Vols Nos 331-339

SHAKESPEARE (W.)—Two Gentlemen of Verona and Love's Labour, Lost. Vol. I No. 295.

" Vol. II. Comedy of Errors. Romeo and Juliet. The Taming of the Shrew. No. 296.

" Vol. III. King John. Midsummer night's Dream. The Merchant of Venice. No. 297.

" Vol. IV. King Richard II, and King Henry the Fourth. Part I. No. 298.

" Vol. V. King Henry the Fourth, Second part. Merry wives of Windsor. No. 299.

" Vol. VI. Much Ado About Nothing. All's well that ends well, and Henry the Fifth. No. 300.

" Vol. VII. As you like it. Pericles, "Prince of Tyre." "Twelfth Night". No. 301.

" Vol. VIII. King Henry the Sixth, Parts I—III. No. 302.

" Vol. IX. Timon of Athens King Richard the Third. Measure for Measure. No. 303.

" Vol. X. King Henry the Eighth, Cymbeline, the Tempest. No. 304.

Vol. XI. Othello, Coriolanus, No. 305.

" Winter's Tale, Hamlet. Vol. XII. No. 306.

Vol. XIII. Troilus and Cressida, Julius Cæsar, Macbeth. No. 307.

" Vol. XIV. Antony and Cleopatra, Titus Andronicus, King Lear. No. 308.

" Vol. XV. The Poems, No. 309.

SHAKESPEARE (William)—Works, complete, this edition is printed from the text of the Whitehall edition, in 12 Vols. London, Nos. 237—248.

" Vol. I Love's Labour's lost. Comedy of Errors. Two Gentlemen of Verona. A Midsummer Night's Dream. No. 237.

" Vol. II Taming of the Shrew Merchant of Venice, Merry Wives of Windsor. No. 238.

" Vol III Much Ado About Nothing. As You Like It. Twelfth Night. No. 239.

" Vols. IV. All's Well that ends well. Measure for Measure. The Tempest. Winter's tales. No 240.

" Vol. V King Henry VI (Parts I—III. No. 241.

" Vol. VI King Richard III. King John. King Richard II. No. 242.

" Vol. VII King Henry IV (Parts I—II). King Henry V. No. 243.

" Vol. VIII Poems. King Henry VIII. No. 244.

" Vol IX Titus Andronicus. Romeo and Juliet. Troilus and Cressida. No. 245

" Vol. X Julius Cæsar. Hamlet. Othello. No. 246.

" Vol. XI King Lear. Macbeth. Timon of Athens. Pericles. No. 247.

" Vol. XII. Antony and Cleopatra. Coriolanus. Cymbeline. No. 248.

" Works of, Edited by H. Staunton with Illustrations of Sir John Gilbert R. A. (Only one thousand copies of this edition De Luxe have been printed) in 15 Vols. (Copy No. 355.) London, 1881. Nos. 295—309.

Scott (W.)—The Pirate. 3 Vols. Edinburgh, 1822. Nos. 145—147.

" St Ronan's Well. 3 Vols. Edinburgh, 1824. Nos. 148—150.

" Guy Mannering or the Astrologer. 3 Vols. Edinburgh, 1815. Nos. 151—153.

" The Fortunes of Nigel. 3 Vols. Edinburgh, 1822. Nos. 154—156.

" Kenilworth; a Romance. 3 Vols. Edinburgh, 1821. Nos. 157—159.

" Rob Roy. 3 Vols. Edinburgh, 1818. Nos. 160—162.

" Waverley; or Tis Sixty years Since. 3 Vols. Edinburgh, 1814. Nos. 163—165.

" The Monastery, a Romance. 3 Vols. Edinburgh, 1820. Nos. 166—168.

" The Antiquary. 3 Vols. Edinburgh, 1816 Nos. 169—171.

" Anne of Geierstein; or the Maiden of the Mist. 3 Vols. Edinburgh, 1829 Nos. 172—174.

" Redgauntlet. 3 Vols. Edinburgh, 1824. Nos. 175—177.

" Tales of a Grandfather. 7 Vols. Edinburgh. Nos. 178—184.

" Tales of a Grandfather: being the history of Scotland from the earliest period to the close of the rebellion of 1745—46. 2 Vols. Edinburgh 1892. No. 196.

SCOTT (W.)--Ivanhoe; 3 Vols. Edinburgh, 1820. Nos. 104—106.

„ Tales of the Crusaders. 4 Vols. Edinburgh, 1825.

„ Vols. 1 & 2, Betrothed, Nos. 107—108.

„ Vols. 3 & 4 Talisman. No. 109—110.

„ Chronicles of the Canongate; 5 Vols. Edinburgh, 1828.

1st Series, Vol. 1. Highland Widow, Nos. 111.
„ „ „ 2. Surgeon's Daughter, „ 112.
2nd „ „ 1-3 Fair Maid of Perth „ 113-115.

„ Tales of my Landlord. 16 Vols. Edinburgh, 1816.

1st Series, Vol. 1. Black Dwarf, Nos. 116.
„ „ „ 2-4. Old Mortality, Nos. 117-119.
2nd „ „ 1-4. Heart of Midlothian, Nos. 120—123.
3rd „ „ 1-4. Bride of Lammermoor, and Legend of Montrose, Nos. 124—127.
4th „ „ 1-2. Count Robert of Paris, Nos. 128—129.
„ „ „ 3-4. Castle Dangerous, Nos. 130—131.

„ Woodstock or the Cavalier. 3 Vols. Edinburgh, 1826. Nos. 132—134.

„ Quentin Durward. 3 Vols. Edinburgh, 1823. Nos. 135—137.

„ Peveril of the Peak. 4 Vols. Edinburgh, 1822. Nos. 138—141.

„ The Abbot. 3 Vols. Edinburgh, 1820. Nos. 142—144.

Meredith (George)—The Egoist a comedy in narative. 3 Vols. London, 1879. Nos. 207—209.

" Tragic Comedians. London, No. 200.

Moliere—The Dramatic works of..............Translated into English Prose with short introductions and explanatory notes by Charles Heron Wall. London, 1910. 3 Vols. Nos. 341—343.

Morier (James)—The adventures of Hajji Baba of Ispahan. London, 1895 No. 233.

Reynold (G. W. M,)—Mysteries of the Courts of London. 8 Vols. London Nos. 286—293.

" The Mysteries of London. 3 Vols. No. 310—312.

Schiller (Friedrich)—Dramatic Works of Friedrich Schiller. Nos. 351—353.

" Wallenstein and Wilhelm Tell; translated by A. T. Coleridge, J Churchill, and Sir Theodore Martin K. C. B., L. L. D. London, 1910. No. 351.

" Don Carlos-Mary Stuart the maid of Orleans The Bride of Messina; translated by R. D. Boylan, Joseph Mellish, Anna Swanwick, and A. Lodge. London, 1910. No. 352.

" The Bobbers, Fiesco, Love and Intrigue, Demetrius, the Ghost-seer, and the sport of Destiny. London, 1909. No. 353.

Scott (Jonathan)—The Arabian Nignts Entertainments illustrated by S. L. Wood. London, 1890. 4 Vols. II, III. IV Nos. 100—102.

HAWTHORNE (N.)—The Scarlet Letter. London. No. 234.

HICHENS (R. S.)—The Green Carnation. London, 1894. No. 204.

HUGO (Victor)—Les Miserables. Authorised English translation. London, No 231.

" Notre-Dame or the Bellringer of Paris. London, No. 294.

" Toilers of the Sea, London, 1866. No. 285.

" Ninety Three. London, 1895. No. 201.

HUMPHREYS (J.)—In the summer Holiday, a children's story. London, No. 213.

IRELAND (W. W.)—Randolph Methyl; a story of Anglo-Indian Life. London, 1863 No. 232.

IRVING, WASHINGORN.—*See* Literature Nos. 94—95.

KEITH PALCONER.—*See* Liueratnre Nos. 205.

KELLY (W. K)—Curiosities of Indo-European Tradition and Folk-Lore. London, 1863 No. 198.

LANE (F. W.)—Arabian Nights English translation. London, 1849. 3 Vols. Nos. 1—3.

Lytten (E.)—Rienzi, the last of the Roman Tribunes. London 1893. No. 215.

MALCOLM (J. P.)—Anecdotes of the manners and customs of London, 1811 3 Vols. Nos 261—263.

McCARTHY (J. H.)—The lady of the Loyalty House. London, 1904. No. 197.

McWATTERS (George S.)—Detectives of Europe and America or Life in the Secret Service. A selection of celebrated cases in Great Britain, France, Germany, Italy, Spain, Russia, Poland, Egypt, and America. Sydney, 1879. No. 355.

DUMAS (A.)—The Forty Five Guardsmen. London. No. 277.

" The Black Tulip. London. No. 278.

" Twenty Years After. London. No. 276.

" The Conspirators. London. No. 280.

" The Vicomte De Bragelonne. 2 Vols. London, Nos. 281—282.

" Chicot the Jester. London. No. 283.

" Marguerite De Valois. London. No. 284.

ENSOR (Laura)—*See* Daudet, A. Nos. 205—206.

EVELYN, (J.)—A Warrior King, the story of a boy's adventure in Africa. London, No. 199.

FARRAR (F. W.)—Darkness and Dawn or Scenes in the days of Nero an historic tale. 2 Vols. London, 1894. No. 228—229.

FIELDING (H.)—Amelia. London, 1889. No. 222.

" The History of the adventures of Joseph Andrews. London, 1889. No. 221.

" The History of Tom Jones. London, 1892. 2 Vols. Nos. 219—220.

GAUTIER (T.)—Mademoiselle De Maupin, a new English translation from the French by an Oxford M. A. London, 1889. No. 203.

HAMILTON (T)—Antar, a Bedoueen Romance. London 1819 4 Vols. Nos. 90—93.

HAPGOOD (Isabel F.)—*See* Tolstoi Count Lyof N. No. 210.

HARTE BRET.—*See* Literature Nos. 104—109.

HARTE BRET—*See* Literature. Nos. 104—109.

DISRAELI—Sybil or the two nations. London, 1900. No. 86.

" Tancred or the New Crusade. London, 1900. No. 87.

" Lothair, London, 1900. No. 88.

" Endymion. London, 1900. No. 89.

DUMAS (A.)—Celebrated Crimes translated into English by I. G. Burnham. London, 1895. 8 Vols. Nos. 33—40.

" The Countess De Charny. London, 2nd edition No. 265.

" Taking of the Bastile. London, 2nd edition. No. 266.

" The Chevalier De Maison Rouge. London, 2nd Edition No. 267.

" Louise De La Valliere; London, 2nd edition No. 268.

" The Count of Monte Cristo. London. No. 269.

" Memoirs of A Physician. London. No. 270.

" The Queen's Necklace. London. No. 271.

" Taking the Bastile. London, No. 272.

" Countess De Charny. London. No. 273.

" The Chevalier De Maison Rouge. London. No. 274.

" The Regent's Daughter. London. No. 275.

" The Three Musketeers. London. No. 276.

DICKENS C.)—The life and adventures of Martin Chuzzlewit. London, 1844. No. 45.

" Dombey and Son. London, 1848. No. 46.

" David Copperfield. London, 1905. No. 41.

" Bleak House. London, 1852.. No. 44.

" Sketches by Boz. London, 1867. No. 49.

" The Posthumus Papers of the Pickwick Club. London. No. 52.

" The Old Curiosity Shop. London. No. 48.

" Barnaby Rudge. London. No. 47.

" Oliver Twist or the Parish boy's Progress. London, No. 42.

" The life and adventures of Nicholas Nickleby. London, No. 50.

" Chrismas Books. London, No. 43.

DISRAELI (B Earl of Beaconsfield)—Vivian Grey, London, 1900. No. 79.

" The Young Duke and Count Alarcos. London, 1900. No. 80.

" Contarini Fleming and the rise of Iskander, London, 1900. No. 81.

" Alroy Ixion in Heaven; the Infernal Marriage Popanilla. London 1900. No. 82.

" Henrietta Temple. London, 1900. No. 83.

" Venetia. London, 1900. No. 84

" Coningsby, or the new Generation. London, 1900. No. 85.

Corelli (Marie)—The Soul of Lilith. London, 1867. No. 23 0.

Daudet (A.)—Artists' wives, translated into English by Laura Ensor. 2 Vols. London, 1896. Nos. 205—206.

De Foe (Daniel)—The Novels and miscellaneous work of...... with prefaces and notes, including those attributed to Sir Walter Scott. London, 12 Vols. Nos. 344—353.

" Vol. I. Life, Adventures, and Piracies of Captain Singleton and life of Colonel Jack. London, 1908. No. 344.

" Vol. II. Memoirs of a Cavalier, Memoirs of Captain Carleton, Dickory Cronke, etc. London, 1906. No. 345.

" Vol. III. Moll Flanders and history of the. Devil. London, 1908 No. 346.

" Vol. IV. Roxana; or, the Fortunate Mistress and Mrs. Christian Davies. London, 1910 No. 347.

" Vol. V. Plague of London, True-Born English man etc. London, 1911. No. 348.

, Vol. VI. Life and adventures of DuncanCampbell, New voyage round the world. Political tracts relating to the Hon verian succession. London, 1910. No. 349.

" Vol. VII. Life and surprising adventures of Robinson Crusoe of York, Mariner. London, 1907 No. 350.

Dickens (C.)—Our Mutual Friend. 2 Vols. bound in one London, 1865. No. 51.

FICTION.

Apuleius (Lucius)—The story of Cupide and Psyche, translated into English by William Adlington. London. No. 354.

Arabian Tales—English translation, 4 Vols. Edinburgh, 1792. Nos. 95—98.

Austen (Jane)—Emma. London, 1886. No. 190.

" Pride and prejudice. London, 1901. No. 191.

" Northanger Abbey London, 1892. No. 192.

" Lady Susan with memoir of Jane Austen by J. E. Austen Leigh. London, 1901. No. 193.

" Sense and sensibility. London, 1886. No. 194.

" Mansfield Park. London, 1892. No. 195.

Balzac (H.)—Contes Drolatiques; or the Droll Stories 3 Vols. London, 1874. Nos. 216—218.

Boccaccio (Giovanni)—The Decameron, English translation. 2 Vols. London. Nos. 211—212.

Burnham (I. G.)—*See* Dumas, A. Nos. 33—40.

Burton (R. F.)—English translation of the Arabian Nights, expurgated by Leonard C. Smithers (illustrated). 12 Vols. London, 1897. Nos. 4—15.

" The book of the Thousand and one Nights; a plain and literal translation of the Arabian Nights' Entertainments. 10 Vols. Nos. 16—25.

" Supplemental Nights to the book of the Thousand and One Nights. 7 Vols. London, 1886. Nos. 26—32.

WILLIAMS (Monier)—Sanskrit Manual; with a vocabulary of English and Sanskrit. No. 443.

" Sakuntala, a Sanskrit Drama in seven acts by Kalidasa. Oxford, 1876, No. 449.

WILSON (H. H.)—The Megha Duta; or Cloud Messenger; A poem in the Sanskrit Language by Kalidasa, translated into English Verse, with notes and illustrations. London, 1843. No. 463.

WOLLASTON (Arthur N.)—The Anwar-I-Suhaili; or Lights of Canopus commonly known as Kalilah and Damnah, being an adoptation by Mulla Husain Bin Ali al Waiz-Al- Kashifi of the fables of Bidpai., translated into English from the Persian. London, 1877. No. 188.

WORDSWORTH (William.)—The Poetical Works of............ London, 1847. No. 242.

WYATT (Thomas.)—The Poetical Works of.................. London, 1866. No. 303.

YONGE, (C. D.)—*See* Cicero, Marcus Tullius. Nos. 82—85.

YOUNG (Edward.)—The Poetical Works of.................... London, 1867. 2 Vols. No. 309—310.

——:o:——

THOMSON (James.)—The poetical works of.................. London, 1867. 2 Vols. Nos. 311—312.

VIRGIL.—*See* Dryden, John. No. 234.

WARD (G. E.)—English Translation of the Quatrains of Moulvi Saiyid Altaf Husain Ansari Panipati (Hali). London, 1904. No. 263.

WARTON, (Joseph)—*See* Dryden, John. No. 206.

WHARTON (Henry Thornton)—English Translation of Sappho's poems with text and a Memoir. London, 1895. No. 228.

WHITE (Henry Kirke.)—The Poetical Works of........... London, 1867. No. 304.

WILDE (Oscar.)—De Profundis. London, 1909. No. 176.

" The Picture of Dorian Gray. Paris., 1910. No. 238.

WILLIAMS (Marshall Bruce.)—The House Building ; and other poems. London, 1902. No. 203.

WILLIAMS (Monier)—Sakoontala; or the Lost Ring, an indian drama translated into english prose and verse, from the Sanskrit of Kalidasa. Hert-ford, 1855. No. 209.

" A Practical Hindustani Grammar ; containing the accidence in roman type, a chapter on the use of arabic words, and a full syntax. London, 1887. No. 444.

" A Practical Grammar of Sanskrit Language, arranged with reference to the classical languages of Europe, for the use of english students. third editi on.Oxford 1864. 2 copies No. 13 & 458.

SWINBURNE (A. C.)—Songs of Two Nations. London, 1875. No. 219.

" Studies in Song. London, 1880. No. 217.

" Mary Stuart; a tragedy. London, 1881. No. 220.

" Bothwell; a tragedy. London, 1882. No. 216.

" Tristram of Lyonesse and other poems. London, 1884. No. 215.

" A Midsummer Holiday and other poems. London, 1884 No. 224.

" Locrine; a tragedy. London, 1887. No. 222.

" Song of the Springtides. London, 1891. No- 223.

" Songs before Sunrise. London, 1892. No. 274.

" The Sisters, a tragedy. London, 1892. No. 218.

" Poems and Ballads. Third series. London, 1892. No. 225.

" Poems and Ballads, a new edition. London, 1892. No. 275.

" Poems and Ballads; second series London, 1893. No. 227.

" Studies in prose and poetry. London, 1894. No. 240.

" Chastelard; a tragedy. London, 1894. No. 221.

TAYLOR, MARY—*See* Mill, Stuart. Nos. 155—156.

TENNYSON (Alfred.)—The works of Alfred Lord Tennyson, Poet Laureate. London, 1891. No. 230.

SPECTATOR—The Spectator; a new edition, with Biographical notices of the contributors, with portraits. London, 1852. No. 203.

SPENSER (Edmund)—The Poetical works of...............London, 5 Vols. Nos. 313—317.

" The Works of .....edited from the original editions and manuscripts by R. Morris with a memoir by J. W. Hales, M. A. London, 1893. No. 267.

SPIERS (Victor)—Rapid exercises on French Grammar. London, 1893. No. 175.

STENZLER (A. F.)—*See* Kalidas. No. 464

STEPHEN (Leslie)—Hours in a Library; new edition, with additions. London, 1892. 3 Vols. Nos 150—152.

STERNE (LAURENCE)—The works of............containing the life and opinions of Tristram Shandy, Gent., sentimental journey through France and Italy, Sermons, letters etc. London, 1857. No. 160.

STEVENSON (R. L.)—The Letters of ....edited by Sidney Colvin. London, 1911. 4 Vols. Nos. 485—438.

SWIFT (Jonathan)—The Poetical works of............London, 1866. 3 Vols. Nos. 318—320

" The Works of........,containing additional letters, tracts and poems, with notes and a life of the author by Sir Walter Scott. London, 1883. 19 Vols Nos. 15—33.

SWINBURNE (Algernon Charles)—Astrophel; and other poems. London, 1894. No. 226.

" Three Plays of Shakespeare London, 1909. No. 389.

RALEIGH (Walter)—The Poems of..................collected and authenticated with those of Sir Henry Wotton and other courtly poets from 1540 to 1650. Edited with an introduction and notes by J. Hannah D. C. L. London, 1875. No. 358.

RAMAYANA—The Ramayan of Valmiki. Translated into English verse by R. T. H. Griffiths. Incomplete Vol. II, III, and V. London, 1870—74. Nos. 455—457.

RICHARD (Hurd)—*See* Addison Joseph. Nos. 138—143.

RICHARDSON (David Lester)—Selections from the British Poets; from the time of Chaucer to the present day with biographical and critical notices. Calcutta, 1840 No. 201.

„ Literary Recreations or Essays, Criticisms and Poems, chiefly written in India. Calcutta, 1840. No. 161.

ROGERS (Samuel)—Italy: a Poem. London, 1853. No. 265.

„ Poems. London, 1853. No. 232.

RUSKIN (John)—Sesame and Lilies. London, 1894. No. 174.

SADI Shirazi (Muslihu d-din —*See* Clarke H. Wilberforce. No. 196

SALAHUDDIN KHODA BUKSH—Essays; Indian and Islamic. London, 1912 No 271

SCHILLER (Friedrich)—Essays: Aesthetical & Philosophical including the dissertation on the Connexion between the animal and spiritual in man. London, 1910. No. 392.

SCHILLER—*See* Bowring, E. A. No. 391

SCOTT (Walter)—The Poetical Works of Sir Walter Scott Bart. Edinburgh, No. 200.

„ *See* Swift Jonathan. Nos. 15—33.

NIZAMI,—(Ganjavi)—Nizanud-Din Abu Muhammad *See* Clarke, H. Wilberforce. No. 195.

OMAR KHAYYAM—*See* Heron-Allen, Edward. No. 189.

PALEY (F. A.)—P. Ovidii Nasonis Fastorum Libri sex. With English notes. London, No. 280.

PARNELL (Thomas)—The Poetical works of Thomas Parnell. London, 1866. No. 356.

PELLEY (Lewis)—The Miracle Play of Hasan and Husain; London, 1879. 2 Vols. Nos. 190—191.

POLLOK (Robert)—The course of time; a Poem. Illustrated edition. Edinburgh, 1857. No. 255.

POPE (Alexander)—The Odyssey of Homer; translated by ....to which are added the battles of the Frogs and Mice by Parnell: and the Hymns by Chapman and others with observations and brief notes. Illustrated. London, 1858 No. 307.

„ The Poetical works of............with his life by Samuel Johnson, L. L. D. London, 1811. 7 Vols. Nos. 245—251.

„ The Poetical works of........edited by Robert Carruthers illustrated by portraits and original designs. London, 1853. 4 Vols. (bound in 2 Vols). Nos. 308—308b.

„ The Poetical works of Alexander Pope London, 1874. 3 Vols. Nos. 321—323.

POWELL (Vavasor)—An useful concordance to the Holy Bible with the various acceptations contained in the Scriptures, and marks to distinguish Commands, Promises, and Threatenings; also the titles and Appellations given to Christ and the Church. London, 1792. No. 166.

PRIOR (Mathew)—The Poetical Works of Mathew Prior. London, 1866. 2 Vols. Nos. 327—328

Mahabharata—Selections from the Mahabharat edited by F. Johnson. London, 1842. No. 461.

Maitra (Upendra Nath)—Notes to Morley's Life of Burke. Calcutta, 1899. No. 390.

Manmatha Nath Dutt—The Ramayana. Translated into English Prose from the original Sanskrit of Valmiki. 7 Vols. (bound five volumes) Calcutta, 1891. Nos. 450—454.

Marlowe (Christopher)—The works of Christopher Marlowe with some account of the author, and notes by the Rev. Alexander Dyce. London, 1862. No. 262.

Mather (Cotton)—*See* William. Monier. No. 444.

Max Muller (F.)—*See* Religion.

,, *See* Religion. Chips from a German Workshop.

Mill (John Stuart)—The Letters of John Stuart Mill, edited with an introduction by Hugh S. R. Elliott; with a note on Mill's private life by Mary Taylor. London, 1910. 2 Vols. Nos. 155—156.

Milton (John)—The Poetical works of John Milton; printed from the original editions with a life of the author by A. Chalmers M. A. with illustrations. London, 1881. No. 241.

,, The Poetical Works of John Milton. London, 1813. 3 Vols. Nos. 324—326.

,, The Poetical Works of John Milton; with a life of the author by William Hayley. London, 1794. 3 Vols. No. 438—440.

Moore (Thomas)—The Poetical works of Thomas Moore...... with explanatory notes &c. London, No. 272

,, The Poetical works of.........edited with a critical memoir by William Michael Rossetti. Illustrated. London No. 266.

Muller (F. Max)—Selected Essays on Language, Mythology and Religion. London, 1881. 2 Vols. No. 441—442.

Keats (John)—The Letters of John Keats to his family and friends; edited by Sidney Colvin. London, 1891 No. 81.

" The Poetical works of John Keats with a memoir, by Richard Monckton Milnes. London, 1862. No. 244.

Keith-Falconer—English translation of Kalila and Dimnah, or the Fables of Bidpai. Cambridge, 1885. No. 205.

Knight (Charles)—Half Hours with the Best Authors ; a new edition. London, 1890. 2 Vols. Nos. 153—154.

Lamb (Charles)—The Life, Letters and writings of Charles Lamb; edited with notes and illustrátions by Percy Fitzgerald, M. A. F. S. A., London, 1882. 6 Vols. Nos. 28—33.

Longfellow (Henry Wadsworth)—The Poetical works of Henry Wadsworth Longfellow. Edinburgh, 1883. No. 270.

" The Poets and Poetry of Europe. With introduction and biographical notices. London, 1885. No. 187.

Lowell (James Russell)—The Poetical works of James Russell Lowell.........with an introduction by Thomas Hughes. London, 1896. No. 268.

Lytton (Edward Lord)—Speeches of..................Now first collected with some of his political writings hitherto unpublished and a prefatory memoir by his son. London, 1874. 2 Vols. Nos. 157—158.

Macaulay (Lord)—The miscellaneous writings of Lord Macaulay. London, 1860. 2 Vols. Nos 162—163.

Irving (Washington.)—Vol. X—In two parts, bound in one. Part I. The Adventures of Captain Bonneville, U. S. A. in the Rocky Mountains and the Far West. London, 1872. No. 101.

" Part II The conquest of Florida, under Hernando De Soto. London, 1872. No. 101.

" Vol. XI—Biographies and miscellaneous papers arranged by Pierre Irving. London, 1885. No. 102.

Jackson & Walford—The British Quarterly Review. London, 1853. No. 165.

Johnson (Francis)—Hitopadesa. The Sanskrit Text with a Grammatical analysis, alphabetically arranged. London, 1867. No. 459.

" *See* Mahabharata. Selections from the Mahabharata. Edited by F. Johnson No. 461.

" *See* Bisnu Sarman. No. 462.

Johnson (Samuel)—The works of Samuel Johnson, L. L. D., A new edition......with an assay on his life and genius. London, 1806. 12 Vols. Nos. 126—137.

" *See* Pope, Alexander. No. 245.

" The Rambler. With a sketch of the Author's life by Sir Walter Scott, Bart. London, 1877. 2 Vols. Nos. 168—169.

Junius—The Letters. London, 1890, No. 386.

Kalidas—Raghuvansa...........Sanskrite et Latine edidita A. F. Stenzler London, 1832. No. 464.

" *See* William Monier. No. 209.

" *See* William Monier. No. 449.

Irving (Pierre E.)—The Life and Letters of Washington Irving. London, 1864. 2 Vols. Nos. 86—87.

Irving (Washington.)—Life of George Washington. London, 1885. 4 Vols. Nos. 88—91.

" The Works of Washington Irving ; in 11 Vols.

Vol. I.—Salmagundi : or The Whim-Whams and Opinions of Launcelot Langstaff Esq. London, 1890. No. 92.

" Vol. II—The Sketch Book: comprising Rip Van Winkle, Rural Life in England, The Widow and Her Son, Christamas Day, London Antiques, Stratford-On-Aon, The Pride of the Village, The Legend of Sleepy Hollow etc. London, 1889. No. 93.

" Vol. III—Bracebridge Hall; or the Humorists. London, 1873. No. 94.

" Vol. IV—The Alhambra. London, 1890. No. 95.

" Vol. V—A chronicle of the conquest of Granada; to which is added Legends of the conquest of Spain. 2 Vols. bound in one. London, 1890. No. 96.

" Vol. VI & VII—The Life and Voyage of Christopher Columbus ; together with the voyages of his companions.........Revised edition. 3 Vols. London, 1890. No. 97—98.

" Vol. VIII—Astoria ; or, Anecdotes of an Enterprise beyond the Rocky Mountains. Complete in one volume. London, 1886. No. 99.

" Vol. IX—Life of Mahomet. London, 1889. No. 100.

HARTE BRET—Vol. II—Earlier Papers Spanish and American Legends, Tales of the Argonauts, etc., London, 1891. No. 104.

" Vol. III—Tales of the Argonauts, and Eastern Sketches. London, 1889. No. 105.

" Vol. IV—Gabriel Conroy ; a new edition. London, 1890. No. 106.

" Vol. V.—Stories and Condensed Novels. London, 1892. No. 107.

" Vol. VI—Tales of the Pacific Slope. London, 1890. No. 108.

" Vol. VII.—Tales of the Pacific Slope II; with a portrait by John Pettie, R. A. London, 1892. No. 109.

HATLEY (W.)—*See* Milton. Nos. 438—440

HAZLITT (William.)—Sketches and Essays ; and Winterslow ; a new edition, by W. Carew Hazlitt. London, 1884. No. 172.

HERBERT (George.)—The Poetical Works of............Edited by A. B. Grosart. London, 1876. No. 306.

HERON-ALLEN (Edward.)—The Ruba'iyat of Omar Khayyam ....Translated............by E. Heron Allen. London, 1898. No. 189.

HOMER.—*See* Pope, Alexander. No. 307.

HOWARD (Henry.)—The Poems of Henry Howard, Earl of Surrey. London, 1866. No. 302.

HUSAIN BIN ALI AL WAIZ-AL-KASHIFI —*See* Wollaston. No. 188.

Garnett (Richard)—The International Library of famous Literature; selections from the workd's great writers ancient, mediaeval and modern, with biographical and explanatory notes and critical essays by many eminent writers, edired by Dr. Richard Garnett, C. B. London, 1900. 20 Vols Nos 465—484.

Gay (John)—Gay's Fables. London, 1889. No. 186.

Goethe—Gotz von Berlichingen, mit der eisernen Hand Ein Schanspiel. Nos. 276—279.

Goldsmith (Oliver)—The Works of.........edited by Peter Cunningham, F. S. A. London, 1854. 4 Vols. Nos. 210—213.

Gough (A. E.)—*See* Monier Williams. No. 443.

Gray (Thomas)—The Poetical Works of Thomas Gray; with a life by the Rev. John Mitford. London, 1883 No. 360.

Grierson (George)—Seven Grammars of the dialects and subdialects of the Bihari Language. Part, I and III Calcutta, 1883. Nos. 445—446.

Griffith (Ralph T. H.)—*See* the Ramayan of Valmiki; translated into English by.........R. T. H. Griffith 1870, etc. Nos. 455—457.

Hafiz,(Shamsu-ddin-Muhammad-Hafiz-i-Shirazi) *See* Clarke H. Wilberforce. No. 192.

Hahn (Ferd)--Kurukh Grammar. Calcutta, 1900. No. 448.

Hali (S. Altaf Husain Ansari Panipati) *See* Ward, G. E. No. 263.

Hall (S. C.)—The book of Gem; or the Modern Poets and Artists of Great Britain; edited by S. C. Hall. London, 1838. 3 Vols Nos. 256—258.

Harte Bret—The complete works of Bret Harte. London, 1890—1892. 7 Vols. Nos. 103—109.

" Vol. I Poems and Drama; a new edition. London, 1890. No. 103.

DRYDEN (John.)—The works of Virgil; translated into English by John Dryden. London 1903. No. 234.

" The Critical and Miscellaneous Prose Works of John Dryden; now first collected with notes and illustrations; an account of the life and writings of the author, grounded on original and authentic documents and a collection of his letters. 3 Vols. (Volume 1 divided into two parts separately bound) London, 1800. Nos. 374—377.

DUTT (Manmatha Nath.)—*See* Manmatha Nath Dutt. Nos. 450—454.

DYCE, ALEXANDER.—*See* Marlowe Christopher. No. 262.

EARLE (John.)—English Prose, its elements, history and usage. London, 1890. No. 159.

EDWARD.—English Translation of Homer's Iliad. London, 1887. 2 Vols. Nos. 236—237.

EMERSON (Ralph Waldo.)—Essays. London, 1891. No. 178.

" The Poetical Works of R. W. Emerson. London, 1890. No. 231.

FALCONER (William.)—The Poetical Works of William Falconer. London, 1866. No. 359.

FINDEN.—Finden's Illustrations of the Life and Works of Lord Byron. With original and selected information on the subjects of the engravings by W. Brockedon. London, 1833 3 Vols. Nos. 197—199.

FROUDE (James Anthony.)—Short Studies on Great Subjects...............New edition. 4 Vols. (In complete) Vols. III, IV. London, 1893. Nos. 170—171.

DE QUINCEY (Thomas.)—Vol. XVI. Suspiria De Profundis, being a sequel to the confessions of an English Opium-Eater, and other miscellaneous writings. Edinburgh, 1863. No. 49.

DISRAELI (Isaac.)—Literary Character of Men of Genius; drawn from their own feelings and confessions. A new edition, edited by his son the Earl of Beaconsfield. London, No. 144.

" Curiosities of Literature. A new edition, edited with memoir and notes, by his son Earl of Beaconsfield. London, 1881. 3 Vols. Nos. 145—147.

" Amenities of Literature, consisting of sketches and characters of English Literature. A new edition, edited by his son, the Earl of Beaconsfield. London, 1881. No. 148.

" Calamities and Quarrels of Authors. A new edition, edited by his son the Earl of Beaconsfield. London, No. 149.

" Curiosities of Literature, a new edition. London, 1824. 3 Vols. Nos 378—380.

" A Second Series of Curiositie of Literature: consisting of researches in literary, biographical and political history; of critical and philosophical inquiries and of secret history. London, 1824. 3 Vols. Nos. 381—383.

DRYDEN (John.)—The Poetical Works of John Dryden. London, 1866. 5 Vols. Nos. 329—333.

" The Poetical works of John Dryden, containing original poems, tales and translations, with notes by the Rev. Joseph Warton, D. D., the Rev John Warton, M.A., and others. London, 1856. No. 206.

De Quincey (Thomas.)—Vol. IV. Murder, as one of the fine arts, the English Mail Coach and other writings. Edinburgh, 1863. No. 37.

" Vol. V. Shelley, Dr. Samuel Parr and other writings. Edinburgh, 1863. No. 38.

" Vol. VI. Judas Iscariot and other writings. Edinburgh, 1863. No. 39.

" Vol. VII. Protestantism Miracles and other essays. Edinburgh, 1863. No. 40.

" Vol. VIII. Leaders in Literature; with a notice of traditional errors affecting them. Edinburgh, 1863. No. 41.

" Vol. IX. The Caesars Essenes and other papers, Edinburgh, 1863. No. 42.

" Vol. X. Style and Rhetoric and other papers. Edinburgh, 1863. No. 43.

" Vol. XI. Coleridge and Opium-Eating and other writings. Edinburgh, 1863. No. 44.

" Vol. XII. Speculations Literary and Philosophic. Edinburgh, 1863. No. 45.

" Vol. XIII. Logic of Political Economy and other papers. Edinburgh, 1863. No. 46.

" Vol. XIV. Autobiographic Sketches. 1790—1803. Edinburgh, 1863. No. 47.

" Vol. XV. Biographies of Shakspeare, Pope Goethe, and Schiller and on the political parties of Modern England. Edinburgh, 1863. No. 48.

DARWIN (Charles.)—The Original of Species by means of natural selection, or the preservation of favoured races in the struggle for life...............sixth edition, with additions and corrections. London, 1888. 2 Vols. Nos 72—73.

" The Variation of Animals and Plants under domestication, with illustrations London, 1890. 2 Vols. Nos. 74—75.

" The Descent of Man, and selection in relation to sex. Second edition with illustrations. London, 1888. 2 Vols. Nos 76—77.

" The movements and habits of climbing plants. London, 1891. No. 78.

" Geological Observations on the volcanic Islands, and parts of South America, visited during the voyage of H. M. S. 'Beagle'. Second edition with maps and illustrations. London, 1876. No. 79.

" The Formation of Vegetable mould, through the action of worms...............with illustrations. London, 1882. No. 80.

DE QUINCEY (Thomas.)—The Works of Thomas De Ouincey in 16 Vols. No. 34—49.

" Vol. I. Confessions of an English Opium-Eater. Edinburgh, 1878. No. 34.

" Vol. II. Recollections of the Lakes and the Lake Poets ; Coleridge, Wordsworth, and Southey. Edinburgh, 1863. No. 35.

" Vol. III. Last Days of Immanuel Kant and other writings. Edinburgh, 1863. No. 36.

CROMWELL (Oliver)—Oliver Cromwell's Letters and Speeches with elucidations. By Thomas Carlyle. London, 1846. 5 Vols. (bound in two volumes) Nos. 118—119.

CROSLAND (T. W. H.)—English Songs and Ballads. No. 235.

DANTE, (Alighieri)—*See* Cary, Henry Francis, No. 239.

DARWIN (Charles)—The expression of the emotions in man and animals. With photographic and other illustrations. London. 1872. No. 64.

" Insectivorous plants. With illustrations. London, 1875. No. 65.

" The effects of Cross and self-fertilisation in the vegetable kingdom. London, 1876. No. 66.

" The different forms of Flowers on plants of the same species. With illustrations. London, 1877 No. 67.

" The power of movement in plants, assisted by F. Darwin. With illustrations. London, 1880. No. 68.

" The structure and distribution of Coral Reefs. Third edition with an appendix by Prof. T. G. Bonney, London, 1889. No. 69.

" Journal of Researches into the Natural History and Geology of the countires visited during the voyage of H. M. S. "Beagle" round the world. Newedition, with portrait. London, 1890. No. 70.

" The various contrivances by which Orchids are fertilised by insects. Second edition, with illustrations. London, 1890. No. 71.

CLARKE (H. W.)—The Divan Hafiz, written in the fourteenth century............Translated out of the Persian into English prose with a note on Sufi-ism & with a life of the author by Lieut.-Col. H. W. Clarke. Calcutta, 1891. 2 Vols. Nos. 192—193.

" The 'Awarifu-L-Ma' Arif, written in the Thirteenth Century by Shaik Shahabu-d-Din Umra bin Mohammad-i-Sahrwardi, translated (out of the Arabic into Persian) by Mahmud bin Ali al Kashani, companion in Sufi-ism to the Divan-i-Khwaja Hafiz. Translated for the first time out of the Persian into English. Calcutta, 1891. No. 194.

" The Bustan by Shaikh Muslihu-d-Din Sadi Shirazi, translated into English by Captain H. Wilberforce Clarke, London, 1879. No. 196.

COLERIDGE (Samuel Taylor.)—The Poetical and Dramatic Works of Samuel Taylor Coleridge. London, 1877. 4 Vols. Nos. 370—373.

COLLINS (William.)—The Poetical Works of W. Collins. London, 1858. No. 348.

COSTELLO (Louisa Stuart)—The Rose Garden of Persia, London, 1899. No. 273

COWPER (William)—The works of William Cowper, comprising, his poems, correspondence, and translations, with a life of the Author by the editor Robert Southey, L. L. D. London, 1853. 8 Vols. Nos. 50—57.

The Poetical works of William Cowper, with notes and a memoir by John Bruce. London, 1867. 3 Vols. Nos. 337-339.

CHALMERS,—A. *See* Milton, John. No. 241.

CHARAK.—Charaka-Samhita Translated into English............ Edited............by Avinash Chandra Kaviratna. Calcutta, 1902. No. 460.

CHATTERTON (Thomas)—The Poetical Works of Thomas Chatterton; with an essay on the Rowley Poems by the Rev. Walter W. Skeat, M. A., and a memoir by Edward Bell, M. A., 2 Vols. London, 1875, No. 346—347.

CHAUCER (Geoffrey)—The Complete Works of Geoffrey Chaucer. Edited by Walter W. Skeat. 3 Vols. Oxford, 1894. Nos. 252—254.

" The Poetical Works of............Edited by Richard Morris, with memoir by Sir Harris Nicolas. London, 1870. 6 Vols. Nos. 340—345.

CHENERY. (Thomas.)—The Assemblies of Al Hariri, translated from the Arabic, with an Introduction, and Notes Historical and Grammatical. Vol. 1. Containing the first twenty-six-assemblies. London, 1867. No. 214.

CHURCHILL (Charles.)—The Poetical Works of............with a memoir by James L. Hannay and copious notes by W. Tooke, F. R. S. London, 1866. 2 Vols. Nos. 351—352.

CICERO (Marcus Tullius.)—The Orations of............English translation of C. D. Yonge, B. A. London, 1887. 4 Vols. Nos. 82—85.

CLARKE (H. Wilberforce.)—The Sikander Nama, E Bara or Book of Alexander the Great, by Abu Mohammad Bin Yusuf Bin Mu, Ayyid-I-Nizamuddin, translated into English by Captain H. Wilberforce Clarke. London, 1881. No. 195.

CARLYLE (Thomas.)—Critical and Miscellaneous Essays. 7 Vols. (bound in 3 Volumes.) London, 1890. Nos. 115—117.

" *See* Cromwell (Oliver Cromwell's Letters and Speeches. With elucidations by T. Carlyle. 5 Vols. (bound in 2 Volumes.) London, 1891. Nos. 118—119.

" The Early Kings of Norway: also an essay on the portraits of John Knox. London, 1875. No. 120.

" Sartor Resartus and Heroes. London, 1891. No. 121.

" Past and Present. The life of Friedrich Schilier and Latterday Pamphlets (bound in one volume) London, 1891. No. 122.

" Tales by Musaeus, Tieck, Richter: translated from the German. 2 Vols. (bound in 1 Volume.) No. 123.

" Wilhelm Meister's Apprenticeship and Travels: translated from the German of Goethe. 3 Vols. (bound in 1 Volume.) London, 1888. No. 124.

" The French Revolution. 3 Vols. (bound in 1 Volume.) London, 1892. No. 125.

CARY (Rev. Henry Francis.)—English Translation of Dante's The Vision or Hell, Purgatory and Paradise. London, 1894. No. 239.

" English Translation of Dante's "Vision of Hell." Illustrated. London, 1892. No. 243.

CHALMERS (Alexander.)—*See* The British Essayists; with Prefaces by A. Chalmers, F. S. A. Nos. 393—437.

Brojo Nath Shaha.—A Grammar of the Lushai Language, to which are appended a few illustrations of the Zau of Lushai Popular Songs and translation from Aesop's Fables. Calcutta, 1884. No. 447.

Brown (Lennox.)—The New Standard Elocutionist comprising a popular treatise on the Anatomy, Physiology and Hygiene of the Vocal organs, with illustrations. London, 1895. No. 167.

Browning (Robert.)—The Poetical Works of Robert Browning. 16 Vols. London, 1889. Nos. 281—296

Burke (Right Hon. Edmund.)—The Works of the Right Hon. Edmund Burke. 12 Vols. London, 1857. Nos. 1—12.

Burns (Robert.)—The Poetical Works of Robert Burns. London, 1866. 3 Vols. Nos. 334—336.

Butler (Samuel.)—The Poetical Works of Samuel Butler. 2 Vols. London, 1866. Nos 349—350.

Byron (Lord.)—The Poetical Works of Lord Byron. London, 1859. No. 297.

Byron.—*See* Finden. No. 197—199.

Campbell (Thomas.)—Poetical Works of Thomas Campbell. Edited by his nephew-in-law W. A. Hill with a sketch of his Life by William Allingham. London, 1875. No. 357.

" The Poetical Works of Thomas Compbell. A new edition with notes by Rev, W. A. Hill, M. A. London, 1861. No. 264.

Carlyle (Alexander.)—The Love Letters of Thomas Carlyle and Jane Welsh; with numerous illustrations. 2 Vols. London, 1909. Nos. 384—385.

Carlyle (Thomas.)—Carlyle's Works. History of Friedrich II. of Prussia, called Frederick the Great. 10 Vols. (bound in 5 Volumes) London, 1888. Nos. 110—114.

BLAKE (William.)—The Poetical Works of William Blake. Lyrical and Miscellaneous. London, 1875. No 354.

BOWRING (Edgar A.)—English translation of Schiller's Poems. London, 1910. No. 391.

BRITISH.—*See* Jackson. No. 165.

BRITISH ESSAYISTS.—The British Essayists; with prefaces, historical and biograpphical by A. Chalmers 45 Vols. London, 1817. Nos. 393—437.

„ Tatler. Vols. 1 to 5. Nos. 393—397

„ Spectator. Vols, 6 to 15. Nos. 398—407.

„ Guardian. Vols, 16 to 18. Nos. 408—410.

„ Rambler. Vosl, 19 to 22. Nos. 411—414.

„ Adventurer. Vols, 23 to 25. Nos. 415—417

„ The World. Vols, 26 to 29. Nos. 418—421.

„ Connoisseur. Vols, 30 to 32. Nos. 422—424.

„ Idler. Vols, 33. No. 425.

„ Mirror. Vols, 34 to 35. Nos. 426—427.

„ Lounger. Vols, 36 to 37. Nos 428—429.

„ Observer. Vols, 38 to 40. Nos. 430—432.

„ The Looker-On : A periodical paper. Rev. Siman Olive-Branch, A. M. Vols, 41 to 44. Nos. 433—436.

„ Index. Vols, 45. No. 437.

BROCKEDON, W.—*See* Finden. No. 197—199.

LITERATURE.

Abinaschandra Kaviratna.—*See* Charak. Charaka-Samhita. Translated.........by Avinash Chandra Kaviratna. No. 460.

Abu Mohammed al Kasim Al Hariri.—*See* Chenery, Thomas. No. 214.

Addison (Right Hon, Joseph)—The Works of.........J. Addison. With notes by R. Hurd.........A new edition, with.........additions, ...edited by H. G. Bohn. 6 Vols London, 1856. Nos. 138—143.

Aikin.—Select Works of the British Poets; with Biographical and Critical Prefaces. London, 1852. No. 202.

Akenside (Mark.)—The Poetical Works of Mark Akenside. London, 1867. No. 355.

Alford (Henry.)—The Poetical works of Henry Alford. London, 1865. No. 233.

Arnold (Sir Edwin)—The Light of Asia or The Great Renunciation, being the life and teachings of Gautama Buddha. London, 1889. No. 269.

Arnold (Matthew.)—On Translating Homer. London, 1896. No. 388.

Avinash Chander Kaviratna.—*See* Abinas. No. 460.

Beaconsfield.—*See* Disraeli. Nos. 145—146.

Beattie (James.)—The Poetical Works of James Beattie. London, 1866. No. 353.

Bisnu Sarman.—Histopadesa, or Salutary Counsels of Vishu Sarman, in a series of connected fables........... Translated.........for the use of the Sanskrit Student by F. Johnson. London 1848. No. 462.

WATT (George)—A dictionary of the economic products of India. 6 Vols. Calcutta, 1889 –93. Nos 228—236.

WATTERS (Thomas)—On Yuan Chwang's travels in India, 629—645 A. D. editted, after his death, by T. W. Rhys Davids, F. B. A. and S. W. Bushell, M.D , C. M. G. London, 1904. 2 Vols. Nos. 415—416.

WEST (Captain Edward W.)—Diary of the late Rajah of Kolhapoor, during his visit to Europe in 1870, London, 1872 No. 145.

WELLESLEY (Marques)—The despatches, minutes, and corres-pondence during his administration in India. edited by Montgomery Martin. 5 Vols. London, 1836. Nos. 331—335

WHEELER (J. Talboys)—The history of India, from the earliest ages to Mussulman Rulers. 4 Vols London, 1879. Nos. 52—55

" Early Records of British India, a history of the English settlements in India, as told in the Government Records, the works of old travellers, & other contemporary documents from the earliest period down to the rise of British power in India Calcutta, 1879. No. 51.

WHEELER (Stephen)—History of the Delhi Coronation Durbar held on the 1st of January 1903 London, 1894, No 385.

WHITE (George Francis)—Views in India, chiefly among the Himalaya Mountains. London, 1838. No. 428.

WILSON (C. R.)—The early annals of the English in Bengal being the Bengal public consultations for the first half of the eighteenth century, Vol. II Part 1 London, 1900. No. 166.

" List of the Inscriptions on tombs or monuments in Bengal. Calcutta, 1896. No. 392.

TOD (James)—Annals and antiquities of Rajasthan, or the Central and Western Rajpoot States of India, with map and illustrations. 2 Vols. London, 1829. Nos. 386—387.

TROTTER (L J. Captain)—History of India under Queen Victoria from 1836 to 1880. 2 Vols. London, 1886. No. 85—86.

" Warren Hastings. (Part of the Rulers of India series) No. 213.

" Lord Auckland (Part of the Rulers of India series) No. 213.

TWINING (Thomas)—Travels in India, a hundred years ago, with a visit to the United States with portraits and maps. London, 1893. No. 150.

UPENDRA NATH MAITRE.—*See* Maitra. No.390.

WADDEL (L A.)—Discovery of the exact site of Asoka's classical Capital of Pataliputra Patna. Calcutta, 1892. No. 132

" Report on the excavations at Pataliputra (Patna) Calcutta, 1903. No. 142.

WALKER (Thomas Nicholls)—Through the Mutiny, reminiscences of thirty year's active service and sport in India, 1854—83. London, 1907. No. 417.

WALSH (J H Tull)—A history of Murshidabad District with biographies of some of its noted families with map and illustrations. London, 1902. No. 388.

WARD (W.)—A view of the history, literature, and mythology of the Hindoos: including a minute description of their manners and customs, and translations from their principal works 2 Vols. Serampore, 1818. Nos. 1—2.

STEWART (Major Charles)—The Tezkereh-Al-Vakiat, or private memoirs of the Moghul Emperor Humayun, written in the Persian language by Jouher London, 1832. No. 343.

STRACHEY (Sir John)—India. London, 1888. No. 148.

SULLIVAN (Sir Edward)—The Princes of India. London, 1875. No. 216.

TAVERNIER—Travels in India (*See* Ball) Nos. 109—110.

TAYLOR (William)—Thirty-eight years in India with illustrations. 2 Vols. London, 1881. Nos. 157—158.

TAYLOR (Meadows)—Architecture in Dharwar and Mysore photographed by the late Dr. Pigou, Bombay Medical service, and Architectural notes by James Furgusson. London, 1866. No. 404.

,, Architecture at Bijapoor an ancient Mahomedan capital in the Bombay Presidency. London 1866 No. 403.

TEIGNMOUTH (Lord)—The life of Sir William Jones. London, 1806. No. 377.

TEMPLE (Sir Richard, Bart)—India in 1810, with 2 maps. London, 1881. No. 149

TENNENT (James Emerson)—Ceylon, an acconnt of the Island physical, historical, and topographical. 2 Vols. London, 1859. Nos. 146—147.

THORNTON (Edward)—The history of the British Empire in India. 6 Vols. London, 1841. Nos. 36—41.

,, A Gazetteer of the territories under the Government of the Viceroy of India. London, 1886, No. 303.

,, A Gazetteer of the territories under the Government of the East India Company, and of the Native States on the continent of India. New edition. London, No. 304.

SETON-KERR (W. S.)—Selections from Calcutta Gazettes of the years 1784—1805, showing the political and social condition of the English in India. 3 Vols. Calcutta, 1864—1868. Nos. 237—239.

,, The Marquess of Cornwallis (Part of the Rulers of India series). Oxford, 1820. No. 211.

SHORE (Hon. Frederick John)—Notes on Indian affairs. 2 Vols. London, 1837. Nos. 155—156.

SLEEMAN (W. H. Lt.-Col)—Rambles and recollections of an Indian official. 2. Vols. London, 1844. Nos. 143—144.

SMITH (Vincent A.)—The Jain Stupas; and other antiquities of Mathura. Allahabad, 1901. No. 412.

,, Early history of India. London, 2nd edition, No. 80.

SORABJI JEHANGIR—Representative men of India, a collection of memoirs, with portraits of Indian princes, nobles, etc. Second edition, Bombay, 1891. No. 406.

SPEECHES—Speeches and published resolutions of Lord Ripon Viceroy of India, from June 1880 to May 1882. Calcutta, 1882. No. 192.

,, By Sir Steuart Bayley, edited by Raj Jogeshur Mitter. Calcutta 1888 No. 193.

SPEIR (Mrs.)—The life in ancient India with a map and illustrations. London, 1856. No. 421.

SPIERS (R. Phene) *See* Fergusson (James) No. 409.

STEPHENS (H. Morse)—Albuquerque (Part of the Rulers of India series). No. 209.

STEWART (Charles)—The history of Bengal, from the first Mahomedan invasion, until the virtual conquest by the English A. D. 1757. London, 1813. No. 3.

ROUSSELET (Louis)—India and its native Princes, travels in Central India, edited by Buckle (Lieut. Col.) London, 1876. No. 390.

SACHAU (E C.)—*See* Alberuni Nos. 104—105.

SANDEMAN (Hugh David)—Selections from Calcutta Gazettes of the years 1806—1815, a continuation of Seton-Kerr's Selections. 2 Vols. Calcutta, 1868—69. Nos. 240—241.

SCOTT (Jonathan)—Ferishta's history of Deccan, from the first Mahomedan conquest...... to the reduction of its last monarch by Aurungzebe, also the reigns of his successors in the Empire of Hindostan to the present day, and the history of Bengal from the accession af Aliverdi Khan to the year 1780 Comprised in six parts. 2 Vols. (bound in one) Shrewsbury, 1794. No. 17.

SEELY (John B.)—The Wonders of Elora, or the narrative of a journey to the temples and dwellings excavated out of a mountain of Granite at Elora in the East Indies. Second edition with plates. London, 1825. No. 418.

SEIR (Siyar) Mutakhirin—Or view of modern times being a history of India, from the the year 1118, to the year 1195 of the Hejrah, containing, in general, the reigns of the seven last Emperors of Hindostan, and in particular, an account of the English wars in Bengal, in Persian by Seid-Gholam Hossein Khan, translated by M. Raymond, a French Creole who assumed the Mahomedan name of Haji Mustapha, under the pseudonym of Nota-Munus. 3 Vols. Calcutta, 1789. Nos. 133—135.

Royal Octavo size, reprinted by T. D. Kerr Calcutta, 1902. 4 Vols. Nos. 136—139.

RAJENDRALALA MITRA—Indo Aryans: contributions towards the elucidation of their ancient and mediæval history 2 Vols. Calcutta, No. 87—88.

REPORT—Of the Curator ancient monuments in India, for the year 1881—1884 by H. H. Cole, Major 3 Vols. Calcutta 1884. Nos. 161—163. (*See*, Cole.)

" (A general) on the Yusufzais by H. W. Bellew No. 164 *See* Bellew.

" To the Secretary of State for India on the Portuguese records. *See* Danvers No. 336.

" Revised list of ancient monuments in Bengal 1886 Bengal Secretariat Press Calcutta, 1887. No. 393.

RICKARDS (R)—India or facts submitted to illustrate the character and condition of the native inhabitants with suggestions for reforming the present system of Government. 2 Vols. London, 1829—32. Nos. 117—118.

RISLEY (Sir Herbert)—The People of India. Calcutta 1908. No. 75.

" The Imperial Gazetteer of India. The Indian Empire. New edition. 4 Vols. Oxford, 1907 Nos. 297—300.

ROBERTS (Emma)—*See* White (G. F.) No. 428.

ROBERTSON (Sir George)—Chitral, the story of a minor siege. London, 1896. No. 49.

RULERS OF INDIA—(Series) edited by Sir W. Wilson Hunter. 5 Vols. Nos. 209—213.

Nundoo Lall Dey—Civilization in ancient India. Calcutta 1903 No. 341.

" The geograhpical dictionary of ancient and mediæval India. Calcutta, 1899 No. 167.

O'Malley (L. S. S.)—Bengal District Gazetteers. 14 Vols. Calcutta, 1906 Nos. 246—259.

On Yuan Chwang—*See* Watter T. Nos. 415—416.

Oriental Annual—Or scenes in India. 7 Vols. Nos. 200—206.

Orme (Robert)—A history of the military transactions of the British nation in Hindostan, from the year 1745 to which is prefixed a dissertation on the establishment made by Mahommedan conquerors in India. 3 Vols. London, 1803. Nos. 5–7.

Pincott (F.)—An Analytical Index No. 43.

Pool (John J.)—Woman's influence in the East: as shown in the noble lives as past Queens and Princesses of India, London, 1892 No. 199.

Poole (Reginald Stuart)—The coins of the Shahs of Persia London, 1887. No. 172.

Prinsep (James)—Essays on Indian antiquities; historic, numismatic, and palæographic,......edited with notes and additional matter by Edward Thomas. 2 Vols. London, 1858. Nos. 81—82.

Purna Ch. Majumdar—The Musnad of Murshidabad (1704—1904), being a synopsis of the history of Murshidabad for the' last two centuries, to which are appended notes of places and objects of interest at Murshidabad. Murshidabad, 1905. No. 221.

Miles (Colonel W.)—The history of Hydur Naik, otherwise styled Shamsul Moolk Ameerud Dowlah, Nawab Hyder Ali Khan Bahadur, Hyder Jung; Nawab of the Karnatic Balaghat; written by Meer Hussein Ali Khan Karmani. Translated from the original Persian MS. London, 1842. No. 24.

Mill (James)—The history of the British India, with notes and continuation by Horace. Hayman Wilson 9 Vols. London, 1845—48. Nos. 27—35.]

Modern—Modern Architecture with plans No. 395.

Muhammad Qasim Firishta—*See* Briggs J. Nos. 63—66.
,, *See* J. Scott. No. 17.

Musnud of Murshidabad—*See* Purna Ch. Mujumdar No. 221.

Mukharji (T. N.)—Art manufactures of India.Calcutta, 1888 No. 215.

Mukurji (N. G.)—Hand book of Sericulture Calcutta, 1899, No. 405.

Murli Manohar Maharajah Asaf-Nawazwant—Ancient Indian industries and other essays, Madras, 1897 No. 342.

Narayan Peit—Photographic General Album, Photographic Company Poona. No. 396.

Nolan (Edward H.)—The history of the British Empire in India, and the East; from the earliest times to the suppression of the Sepoy mutiny in 1859. 2 Vols. Illustrated. London, Nos. 21—22.

ancient periods of the world; with numerous illustrative engravings. 2nd edition. London, 1820. Nos. 3—4.

MAURICE (Thomas)—Indian antiquities; or dissertations, relative to the ancient geographical divisions the pure system of primeval theology. the grand code of civil laws.........etc. of Hindostan. 7 Vols. London, 1800 Nos. 89—95.

McCRINDLE (J. W.)—Ancient India as described by Megasthenes and Arrian with introduction, notes and map of ancient India. London 1877 No. 96.

" The commerce and Navigation of the Erythræan Sea. London, 1879 No. 97.

" Ancient India as described by Ktesias the Knidian. London, 1882. No. 98.

" Ancient India as described by Ptolemy. London, 1885 No. 99.

" The invasion of India by *Alexander the Great.* Westminister, 1893 No. 100.

McGREGOR (W. L.)—The history of the Sikhs containing the lives of the Gooroos; the history of the independent Sirdars, or missuls, and the life of the great founder of the Sikh Monarchy, Maharaja Ranjeet Singh. 2 Vols. London, 1846. Nos. 112—113.

MEER HASAN ALI—Musulmans of India, being observations on the manners, customs, habits, and religions opinions. 2 Vols. London 1832. Nos. 152—153.

MEER HUSSEIN (HUSAIN) ALI KHAN KIRMANI—*See* Miles W. Col. No. 24.

tory of the Indian mutiny by F. Pincott No. 48.

MANAUCHI (N.)—*See* F. F. Catrow. No. 124.

MANNING (Mrs.)—Ancient and mediæval India. London, 1869 2 Vols. Nos. 83—84.

MANUCCI (Niccolao)—Storia do Mogor, or Mogul India 1653-1708—translated with introduction and notes by William Irvine. (Indian Texts Series) 4 Vols. London, 1907 Nos. 76—79.

MARSDEN (E.)—History of India for senior classes. London, 1909. No. 394.

MARSHMAN (John Clark)—The History of India, from the earliest period to the close of Lord Dalhousie's administration. 3 Vols. London, 1867. Nos. 217—219.

MARTIN (R. Montgomery)—The Indian Empire: its history, topography, geology, climate—etc. with a full account of the mutiny of the native troops etc. illustrated with maps, portraits, and views. 3 Vols. London, Nos. 9—11.

" Eastern India, its history, antiquities, topography; comprising the districts of Behar, Shahabad, Bhagalpore, Goracpore, Dinajpore, Puraniya Rangpore and Assam. 3 Vols. London, 1838. Nos. 106— 108.

" Wellesley's despatches etc. 5. Vols. *see* Wellesley. Nos. 331—335.

MAURICE (Thomas)—The History of Hindostan; its arts and its sciences as connected with the history of the other great Empires of Asia during the most

relating mainly to the social condition of Bengal, with a map of Calcutta in 1784. Vol. I. (incomplete) Calcutta, 1869. No. 242.

*Lyall (Sir Alfred)—The Rise of the British dominion in India. London, 1893. No. 222.

Macdonald (J. Ramsay)—The Awakening of India. London. No. 420.

Macgeorge (G. W.)—Ways and Works in India; being an accounts of the Public Works in that country from the earliest times up to the present day. Edinburgh No. 408.

Maisey (F. C. General)—Sanchi and its remains. A full description of the ancient buildings, sculptures and inscriptions at Sanchi near Bhilsa, in Central India; with remarks on the evidence they supply as to the comparatively modern date of the Buddhism of Gotama, Sakya Muni; with forty plates. London, 1892 No. 389.

Malcolm (Ian)—Indian Pictures and Problems. London, 1907 No. 414.

Malcolm (Sir John)—A Memoir of Central India, including Malwa and adjoining provinces; with the history, and copious illustrations, of the past and present conditions of that country. 2Vols. second edition. London, 1824. Nos. 119—120.

Malleson (Colonel G. B)—History of the Indian Mutiny, 1857-1858; commencing from the close of the second volume of Sir John Kaye's History of the Sepoy war. 3Vols. 2nd edition 1878-80Nos. 45—47. Analytical index to Kaye's and Malleson's His -

LANE-POOLE (Stanley)—Aurungzib. (Part of the Rulers of Indian series) No. 213.

" Catalogue of the coins of the Mogul Emperors of Hindustan in the British Museum. Edited by Reginald Stuart Poole. LL. D. London, 1892. No. A, 169.

" The coinage of Bokhara (Trans Oxiana) in the British Museum, from the time of Timur to the present day. London, 1882. No. 171.

" Rulers of India. Babar Oxford. No. 422.

" The coins of the Turks in the British Museum. London, 1883. No. 173.

" Additions to the Oriental collection of coins 1876-1888. Part I additions to Vol.; I. IV, Part II additions to Vol. V-VII. London, 1889-90 Nos. 175—176.

LEBON (Gustave)—Les Monuments de L'Inde. Paris, 1893 No. 391.

LEGGE (James)—A record of Budhistic Kingdoms, being an account by the Chinese Monk Fa-Hien, of his travels in India and Ceylon (A. D, 399—414) Oxford, 1886 No. 160.

LEITNER (G. W. V.)—The Hunza and Nagyr hand-book, being an introduction to a knowledge of the language; race and countries of Hunza, Nagyr and a part of Yasin. Part I. Calcutta, 1889 No. 361.

LETHBRIDGE (Sir Roper)—Golden book of India, a genealogical and biographical dictionary, of the ruling princes, chiefs and others. London, 1893. No. 168.

LONG (Revd. J.)—Selections from unpublished records of Government for the years 1748 to 1767 inclusive

JADUNATH SARKAR.—History of Aurangzib; Mainly based on Persian Sources. Calcutta, 1912. 2 Vols. Nos. 423—424.

" Anecdotes of Aurangzib: Translated into English with Notes; and Historical Essays. Calcutta, 1912. No. 425.

JONES (Sir William)—Supplemental volumes to the works; containing the whole of the Asiatic Researches; hitherto published, excepting those papers already inserted in his works. 2 Vols. London, 1801. Nos. 375—376.

KAYE (John William)—History of the Sepoy War in India 1857—1858. 3 Vols. Vol. I, 9th Edition London 1880, . Vol. II 5th Edition, London, 1881. Vol. III 4th Edition. London, 1880. Nos. 42—44.

" History of the war in Afganistan, from the unpublished letters and journals of political and military officers employed in Afganistan. 2 Vols. London, 1851. Nos. 115—116..

KERR (T. D.)—*See* Siyar-ul Muta-Khirin. Nos. 136—139.

KIRKPATRICK (William)—A translation of the select letters of Tipoo Sultan to various public functionaries; with notes and observations, and an appendix, containing several original documents never before published. London, 1811 No. 378.

LALA DIN DAYAL—Falakhnuma Palace Hyderabad (Deccan.) No. 398.

LAND—Land Revenue policy of the Indian Government. Published by order of the Governor-General of India in Council. Calcutta, 1902. No. 340.

HISTORY—History of the Indian Revolt, and of the expeditions to Persia, China, and Japan, 1856—1858 with maps, plans, and engravings. London 1859. No. 23.

HUNTER (Sir William Wilson.)—The Marquess of Dalhous (Part of the rulers of India Series.) Oxford 1890. No 210.

" The Earl of Mayo (Part of the rulers of India series.) 211.

" Bengal Ms. records. A selected list of 14136 letters in the Board of Revenue, Calcutta 1782—1807 with an historical dissertation and analytical index. London, 1894. 4 Vols. Nos. 274—277.

" The Imperial Gazetteer of India. 2nd Edition. London, 1885—1887. 14 Vols. Nos. 260—273.

" Statistical account of Bengal. 19 Vols. Nos. 278—296.

HWUI LI Shamans, and Yen Tsung.—*See* Beal, Samuel No. 101.

HYDER SHAH.—The history of Hyder Shah alias Hyder Ali Khan Bahadur, or New memoirs concerning the East Indies, with historical notes. London, 1784. No. 196.

IMPERIAL GAZETTEER OF INDIA............new edition. The Indian Empire. 4 Vols. Oxford, 1907. Nos. 297—300.

INVASION OF INDIA.—From Central Asia London, 1879. No. 151

IRVINE (W.)—*See* Monucci, N. No. 76—79.

JADUNATH (Sarkar M. A.)—The India of Aurangzeb, compared with the India of Akbar (topography, statistics, and roads.) Calcutta, 1901. No. 57.

GARDNER (Percy Litt.)—The coins of the Greek and Scythic kings of Bactria and India in the British museum; edited by Reginald Stuart Poole, L. L. D. London, 1886. No. 170.

GAZETTEERS.—Bengal District Gazetteers (O'mally L. S. S.) 14 Vols. Calcutta, 1906. Nos 246—259.

" Inperial Gazetteer of India. (Risley, Sir Herbert.) 14 Vols. Nos. 260—73.

GRAHAM (Maria.)—Letters on India. London, 1814. No. 154.

GRIERSON (G. A.)—Bihar Peasant life. Bengal Secretariat Press. Calcutta, 1885. No. 384.

GRIFFIN (Sir Lepel.)—Ranjit Singh (Part of the rulers of India Series.) No. 209.

GRIFFITH (John.)—The paintings in the Buddhist Cave Temples of Ajanta. 2 Vols. London, 1897. Nos. 401—402.

GUL-BADAN BEGAM.—*See* A. S. Beveridge. No. 127.

HAMILTON (Charles)—An historical relation of the origin, progress and final dissolution of the Government of the Rohilla Afghans......................etc., Compiled from a Persian manuscript and other original papers. London, 1787. No 131.

HARDINGE (Charles Viscount.)—Lord Hardinge (Part of the rulers of India series.) No. 212.

HAVELL (E. B.)—Indian Sculpture and Painting. London, 1908. No. 383.

HISTORY.—History of the Province of Benares. Inverness 1875. No. 159.

FORBES (Alexander Kinloch)—Ras Mala ; or Hindoo annals of the province of Goozerat in western India, with illustrations. 2 Vols. London, 1856. Nos. 122—123.

" (James.)—Oriental Memoirs, selected and abridged from a series of familiar letters written during seventeen years residence in India including observations on parts of Africa and South America, and a narrative of occurrences in four India voyages. Illustrated by engravings from original drawings 4 Vols. London, 1813. Nos. 365—368.

FORREST (George W.)—The administration of Warren Hastings 1772—1785. Reviewed and illustrated from original documents. Calcutta, 1892. No. 194.

" Selections from the letters, despatches, and other State papers preserved in the foreign department of Government of India, 1772—1785. 3 Vols. Calcutta, 1890. Nos. 362—364.

" (Lieutenant Colonel.)—A picturesque tour along the rivers Ganges and Jumna, in India. No. 397.

FRANCKLIN (W.)—The history of the reign of Shah Alam, the present emperor of Hindostan ; containing the transactions of the Court of Delhi & the neighbouringstates, during the period of thirty-six years. etc., London, 1798. No. 16.

FRASER (Lovat)—India Under Curzon & After. London, No. 407.

FUHRER (A.)—The Sharqi Architecture of Jaunpur. Calcutta 1889. No. 360.

ERSKINE (William.)—A history of India under the two first sovereigns of the house of Taimure, Baber and Humayun. 2 Vols. London, 1854. Nos. 61—62.

EYRE (Lieut. Vincent.)—The military operations at Club, which ended in the retreat and distruction of the British army, January 1842. with a journal of imprisonment in Afganistan. 2nd Ed. London, 1843. No. 191.

FA-HIEN.—*See* Legge No. 160.

FANSHAWE (H. C.)—Delhi past and present, with maps and illustrations. London, 1902. No. 50.

FERGUSSON (J.)—*See* Burgess. No. 352.

„ Hsitory of Indian and Eastern Architecture ; revised and edited, with additions, Indian Architecture by James Burgess, C. I. E., LL. D., F. R. S. E. and Eastern Architecture by R. Phene Spiers, F. S. A., F. R. I. B. A. With numerous illustrations. 2 Vols. London, 1910. No. 409.

„ The study of Indian Architecture. London, 1867. No. 413.

„ Archælogy in India, with especial reference to the works of Babu Rajendralal Mitra. London, 1884. No. 344.

„ Illustration of the Rock-cut Temples of India. (Text) London, 1845. No 338

„ Illustrations of the Rock-cut Temples of India. (Plates) London, 1845. No. 400.

FLEET (J. F.)—Inscription of the early Gupta kings and their successors. Ed. by Fleet. Vol. III. of the Corpus Inscriptionum Indicarum. Calcutta, 1888. No. 357.

DAUGLAS (James.)—Bombay and Western India a series of stray papers, with illustrations. 2 Vols. London 1893. Nos. 140—141.

DEY (Ñundo Lall.)—The Geographical Dictionary of ancient and Mediæval India. Calcutta, 1899. No. 167.

DOW (Alexander.)—The history of Hindostan translated from the Persian; to which are prefixed two dissertations, the first concerning the Hindoos and the second on the origin and nature of despotism in India. 3 Vols. London, 1812. Nos. 58—60.

DUFF (James Grant.)—A history of the Mahrattas. 3 Vols. London. 1826. Nos. 128—130.

ELLIOT (Sir Henry M.)—History of India, as told by its own historians, edited and continued by professor John Dowson. 8 Vols. London, 1867—1877. Nos. 67—74.

" Memoirs on the history, folk-lore, and distribution of races of the North-Western Provinces of India. 2 Vols. London, 1869. Nos. 125—126

ELPHINSTONE (Mount Stuart.)—The history of India. The Hindu and Mohammadan periods; with notes and additions. 7th Edition. London, 1889. No. 56.

" An account of the kingdom of Cabûl............etc., with coloured illustrations. London, 1815 No. 14.

EPIGRAPHIA INDICA—A collection of inscription, supplementory to the Corpus Inscription Indicarum of the Archæological Survey. Translated by several Oriental scholars. Calcutta. 2 Vols. Nos. 358—359.

COUSENS.—The antiquities of the town of Dubhoi in Gujarat. Edinburgh, 1888. No. 399

COWELL (E. B.)—Translation of Badaunies History of the reign of Akbar-incomplete ; with a portion of the Tuzuk Jahangiri. No. 195.

CRAUFURD (Q.)—Sketches chiefly relating to the history, religion, learning, and manners of the Hindoos. 2nd Ed. London, 1792. 2 Vols. Nos. 197—198.

CUNNINGHAM (Joseph Davey.)—A history of the Sikhs, from the origin of the nation to the battle of the Sutlej. with a map. London, 1849. No. 114.

" (Major-General Sir Alexander.)—Archæological Survey of India, 1862—65. Simla—1871. 23 Vols. bound in 24. Nos. 305—328.

" General Index. No. 328.

" Coins of the Indo Scythians. London, 1888. No. 174.

" The ancient geography of India. No. 330.

" Corpus Inscriptionum Indicarum. Vol. I Inscription of Asoka. Calcutta, 1879. No. 355.

" Stupa of Bharhut a Buddhist monument. London, 1879. No. 353.

" Mahabodhi, or the Great Buddhist Temple at Buddha-Gaya. London, 1892 No. 354.

DANIELL (W.)—*See* Caunter No. 200.

DANVERS (F. C.)—Report on the Portuguese Records relating to the East Indies. London, 1892, 2nd editions. Nos. 165 and 336.

BURGESS (James.)—Archæological Survey of Southern India. No. 427.
The Buddhist stopa of Amaravati and Jaggayyapeta in the Krishna District, Madras Presidency, Survey in 1882. No. 52.
„ Epigraphia Indica. 2 Volumes. No. 358—359.
„ *See* Fergusson (James). No. 409.
„ (J.)—*See* Cousens, H. No. 399.

CATROU (Father Francois.)—History of the Mogal Dynasty in India from Tamerlane to the accession of Aurungzebe (1399—1657), founded on the memoirs of Manouchi. Translated from the French. London, 1826. No. 124.

CAUNTER (Rev. Hobert.)—The oriental annual or seemes in India, comprising engravings from original drawings by W. Daniell. 7 Vols. London, 1834—40. Nos. 200—206.

COLE (Major H. H.)—Reports of the curator of ancient monuments in India, for the years 1881—84. Calcutta 1882—84. 3 Vols. Nos. 161—63

COMPTON (Herbert.)—A particular account of the European military adventurers of Hindustan; from 1784-1803. London, 1892. No. 111.

CONSTABLE (Archibald.)—Travels in the Mogal Empire 1656—1668 by Francois Bernier. Westminster, 1891. No. 214.

COTTON (Sir Sydney.)—Nine years on the North West frontier of India from 1854—1863. London, 1868. No. 190.
(J. S.)—Mountstuart Elphinstone (Part of the Rulers of India Series). No. 212.

BUCHANAN (Francis)—A journey from Madras, through the countries of Mysore, Canara, and Malabar.......... investigating the state of agriculture, arts, commerce, the Religion, and manners etc. 3 Vols. London, 1807. Nos. 380—382.

BUCKLAND (C. E.)—Bengal under the Lieutenant Governors; being a narrative of the principal events and public measures during their periods of office, from 1854-1898. 2 Vols. Calcutta, 1901. Nos. 301—302.

" Dictionary of Indian Biography. London, 1906. No. 419.

BURGESS (Jas.)—Archæological Survey of Western India, Vol. VIII. The Mohammadan Architecture of Ahamadabad, part II, with Muslim and Hindu remains in the vicinity. London, 1905. No. 411.

" (James)—Archæological Survey of Western India. Belgam and Kaladgi, Districts, January to May 1874. London, 1874. No. 346.

" Antiquities of Kathiawad and Kachh, 1874—75. London, 1876. No. 347.

" Repetition of the above copy, No. 348.

" Elura Cave Temples and the Brahmanical & Jaina caves, in western India, 1877—80. London, 1883. No. 349.

" Buddhist Cave Temples, and their inscriptions 1876—79. supplementary to the volume on "The Cave temples of India" London, 1883. No. 350.

" Bidar and Aurangabad. London, 1878. No. 351.

" The Cave Temples of India, by Furguseu and Burgess. London, 1880. No 352.

BELLOW (H. W.)—A general report on the Yusufzais, with a map. London, 1864. No. 164.

BERNIER'S.—Travels. *See* Constable. No. 214.

BEVERIDGE (Henry.)—A comprehensive History of India, civil, military, and social, from the first landing of the English to the suppression of the Sepoy Revolt; including an outline of the early history of Hindostan, Illustrated. 3 Vols. London, Nos. 18—20.

" (Annette.)—The History of Humayun (Humayun-Namah) by Gulbadan Begum. Translated with, introduction, notes, illustrations, and biographical appendix. London, 1902. No. 127.

BIRDWOOD (George. C. M.)—The Industrial Arts of India. New edition. London, 1880. No. 177.

BLACKER (Valentine : Lieut. Colonel.)—Memoir of the operations of the British army in India, during the Mahratta war of 1817, 1818, and 1819. Illustrated by maps, and topographical plans. London, 1821. No. 12.

" Maps and plans illustrating the Memoirs of the operations of the British army in India during the Mahratta war of 1817—1819. London, 1821. No. 13.

BOULGER (Demetrius C.)—Lord William Bentinck (part of the rulers of India series). No. 212.

BRIGGS (John)—History of the Mohamedan power in India, till the year 1612 Translated from the original Persian of Mohamed Qasim Ferishta, with copious notes. 4 Vols. London, 1829. Nos. 63—77.

Baden Powell (B. H.)—The Land system of British India, being a manual of the Land-tenures and of the systems of India revenue etc. with maps. 3 Vols. Oxford, 1892. Nos. 243—245.

Balfour (Surgeon General Edward.)—The Cyclopædia of India and of Eastern and Southern Asia, commercial, industrial, and Scientific. 3 Vols. Third edition. London, 1885. Nos. 225—227.

Ball (V.)—Travels in India by Jean Baptiste Tavernier; translated from the original French edition of 1676, with a Biographical sketch of the author, and notes etc. 2 Vols. London, 1889. Nos. 109—110.

Banerjei (N. N.)—Monograph of the Cotton Fabrics of Bengal. Bengal Secretariat Press Calcutta, 1898. No. 339.

" Monograph of the Woollen Fabrics of Bengal. Bengal Secretariat Press Calcutta, 1899. No. 337.

Bayley (Sir Edward Clive.)—The local Mohammedan Dynasties of Gujarat. Partially based on a translation of Mirat-i-Sikandari by the late Professor John Dowson, forming a sequel to Sir H. M. Elliot's History of the Mohammedan Empire of India. London, 1886. No. 121.

Beal (Samuel.)—The life of Hiuen-Tsiang, by the Shamans Hwui-Li and Yen-Tsung, with a preface containing an account of the works of I-Tsing. (Trubner's Oriental series.) London, 1888. No. 101.

" Si-Yu-Ki—Buddhist records of the western world. Translated from the Chinese of Hiuen Tsiang (A. D. 629.) 2 Vols. (Trubner's oriental series) London, 1884. Nos. 102—103.

(HISTORY BIOGRAPHY, TRAVELS & REFERENCE.)

Abbe De Guyon—A new History of the East Indies, ancient and modern, containing the chorography, natural history, religion........................of East Indies: Translated from French. 2 Volumes. London, 1757. Nos. 207—208.

Adams (W. H. Davenport)—Warriors of Crescent. London, No. 220.

Aitchison (Sir Charles)—Lord Lawrence (Part of the Rulers of India Series) Oxford, 1892. No. 210.

„ (C. U.)—A collection of Treaties, engagements, and Sunnuds, relating to India and neighbouring countries Revised and continued up to the persent time by Lieutenant A. C. Talbot. Calcutta, 1876. No. 329.

Alberuni's India—An account of religion, philosophy, literature. ect. of India about A. D. 1030, with notes and indices. Translated by Dr. Edward C. Sachau. 2 Vols: London, 1888. Nos. 104—105.

Appendix—To the Report from the select committee of the House of Commons on the affairs of the East India Company. 16th August 1832 and Minutes. Calcutta reprint, 1834. No. 379.

Asiatick Researches :—Or transactions of the Society instituted in Bengal. 12 Vols. London, 1798—1818. Nos. 178—189.

Auber (Peter. M. R. A. S.)—Rise and progress of the British power in India. 2 Vols. London, 1837. Nos. 25—26.

WHISTON (W.)—*See* Josephus (F.) No. 488.

WHITE (J.)—*See* Timour. No. 860.

WILKINSON (J. G.)—A Popular Account of the Ancient Egyptians. London, 1890. 2 Vols. Nos. 382—383.

WILLIAMS (J.)—Two Essays on the Geography of Ancient Asia ; intended partly to illustrate the Campaigns of Alexander, and the Anabasis of Xenophon. London, 1829. No. 430.

„ (G.)—The Holy City or Historical and Topographical *Noitces of Jerusalem with some* account of its antiquities and of it, present condition. London, 1845. No. 428.

WOOLRYCH (E.)—*See* Wachsmuth (W.) No. 252—253.

WORDRSWORTH (C.)—Greece ; Pictorial, Descriptive and Historical. London, 1852. No. 331.

WRIGHT (T.)—The History of Scotland from the earliest period continued from 1874 and brought down to the present time by William Melven. Edinburgh 2 Vols. Nos. 480—481.

„ (G. N.)—The life and Reign of William the Fourth. 2 Vols. Nos. 171—172.

ZWEMER (S. M.)—Arabia : The Cradle of Islam studies in the Geography, Pepole and Politics of the Peninsula with an account of Islam and Mission-work. New York 1900. No. 401.

——:o:——

VAMBERY (Arminius)—History of Bokhara from the earliest period down to the present time. London, 1873. No. 425.

VAUGHAN (James.)—The Trident, the Crescent, and the Cross: a view of the religious history of India during the Hindu, Buddhist, Mohammedan, and Christian periods. London, 1876. No. 403.

WACHSMUTH (W.)—The Historical Antiquities of Greeks, with reference to their political Institutions, translated from the German by E. Woolrych. Oxford, 1873. 2 Vols. Nos. 252—253.

WALPOLE (S.)—History of England, from the conclusion of the great war, in 1815. London, 1890. 6 Vols. Nos. 111—116.

WARD & LOCK—History of World. Nos. 510—511.

WARNER (G. T.)—A Brief Survey of British History. London, 1399, No. 106.

WATSON (R. G.)—A History of Persia from the begining of the nineteenth Century of the year 1858; with a review of the principal events that led to the establishment of the Kajar Dynasty. London, 1866. No. 371.

WEISSE (J. A.)—Origin, Progress and Destiny of the English Language and Literature. New York 1879. No. 479.

WELLHAUSEN (J.)—Prolegomena to the History of Israel; translatde from the German under the author's supervision by J. Sutherland Black and Allan Menzies. Edinburgh, 1885. No. 399.

TENOT EUGENE—Paris in December, 1851, translated from the French by S. W. Adams, and A. H. Brandon. London, 1870. No. 311.

THATCHER (O. J.) & SCHWILL (F.)—Europe in the Middle Ages. London, 1879. No. 459.

THIERS (L. A.)—The History of the Franch Revolution; translated with notes and illustrations, from the most authentic sources, by Frederick Shoberl. London, 1881. 5 Vols. Nos. 199—203.

" History of the Consulate and the Empire of France under Napoleon; translted with the sanction and approval of the Author, by Forbes Campbell and John Stebbing. London, 1893. 12; Vols. Nos. 204—215

THORNTON (T.)—The Present State of Turkey, or a description of the political and Religious, Constitution, Government, and Laws of the Ottoman Empire, together with a history of Moldavia and Wallachia. London, 1809. 2 Vols. Nos. 406—407.

TIMOUR—Institutes of Timour; translated into English J. White. No. 360.

TODD (A.)—Parliamentary Government in England. Londun 1892. 2 Vols. Nos. 521—522.

TOWNSEND (G.)—Russell's History of Modern Europe. London, 1858. No. 148.

TOZER (Rev. H. F.)—*See* Finlay (G). Nos. 244—250.

TRAILL (H. D.)—*See* Social England, No. 158.

" Tuscan Republics. London, 1892 No. 581.

" Media, Babylan and Persian. London, 1889. No. 582.

" Carthage. London 1889. No. 583.

" The Franks. London, 1898. No. 584.

STRANGE (G.)—Baghadad During the Abbasid Caliphate. Taken from Contemporary Arabic and Persian Sources. Oxford 1900. No. 351.

STUBBS (W.)—The Constitutional History of England, its origin; and development. Oxford, 1888. 3 Vols. Nos. 79—81

STURGE (Mrs. G.) *See* Hausser (Ludwig). Nos. 457—458.

SYKES (Ella. C.)—Persia and its people. London, No. 400.

SYMONDS (J. A.)—Renaissance in Italy; Italian literature in two parts. London, 1898. 2 Vols. Nos. 421—422.

" Renaissance in Italy. The age of the Despots. London, 1897. 3 Vols. Nos. 312—314.

TAINE (H A.)—History of English Literature translated form the French. by H. Van Laun. London, 1890. 3 Vols. Nos. 318—320

TAYLOR (H.)—The Origin and Growth of the English Constitution; an historical treatise in which is drawn out, by the light of the most recent researches, the gradual development of the English Constitutional System, and the Growth, out of that system, of the Federal Republic of the United States. London, 1889. No. 22.

STORY OF NATIONS—Hansa Towns. London, 1889. No. 559.

" Holland. London, 1889. No. 560.

" Hungary. London, 1889 No. 561.

" Ireland. London, 1892 No. 562.

" The Jews, London, 1891. No. 563.

" The Jews under Roman rule. London, 1892 No. 564.

" Mediæval France. London, 565. No. 565.

" Mexico. London, 1891. No. 566.

" The Normans, London, 1891. No. 567.

" Partha. London, 1891 No. 568.

" Persia. London, 1891 No. 569.

" Phoenicia. London, 1889 No. 570.

" Poland. London, 1893 No. 571.

" Portugal. London, 1891 No. 572.

" Rome. London, 1891. 573.

" Russia. London, 1890. No. 574.

" The Saracens. London, 1891. No. 575.

" Scotland. London, 1890. No. 576.

" Sicily. London, 1892. No. 577.

" Spain. London, 1893 No. 578.

" Switzerland. London, 1890. No. 579.

" Turkey. London, 1891. No. 580.

SMITH (W. R.)—Kinship and Marriage in early Arabia Cambridge, 1885. No. 381.

SMITH (S.)—The Claims of Rome. London, 1898. No. 224.

SMITH (William)—*See* Gibbon E Nos. 216—223.

SMOLLETT (T.)—The History of England from the Revolution to the death of George the Second. Designed as a continuation of Mr. Hume's history. London, 1864 3 Vols. Nos. 41—43.

SOCIAL ENGLAND—Social England ; being a record of the progress of the people in religion, laws, learning, arts, industry, commerce, science and manner, from the earliest times to the present day by various writers edited by H. D. Traill. London, 1893. No. 158.

STORY OF THE NATIONS—37 Vols. T. Fisher Unwin, Nos. 548—584. Alexander's Empire. London. 1890. No. 548 Ancient Egypt London, 1893 No. 549.

STORY OF NATIONS—Assyria London 1894 No. 550.

" Australian Commonwealth. London, 1893. No. 551.

" The Barbary Corsairs, London 1890. No. 552.

" Byzantine Empire. London, 1892, No. 553.

" Chaldea, London, 1893. No. 554.

" The Crusades. London, 1894. No. 555.

" Early Britain. London, 1891. No. 556.

" Germany London, 1893. No. 557.

" The Goths. London, 1891. No. 558.

SALAHUDDIN KHODA BUKHSH—Contributions to the History of Islamic Civilization. Calcutta, 1905. No. 395.

SALIL-IBN-RAZIK—History of the Imans and Seyyids of Oman, translated from the Arabic into English by George Percy Badger. London, 1891. No. 368.

SCHILLER (Friedrich)—The Revolt of the United Netherlands; translated by Rev. A. J. W. Morrison, M. A. No. 497.

" The History of the Thirty Years War, translated from the German by the Rev. A. J. W. Morrison M. A. London, 1909 No 496.

SCHWILL (F)—*See* Thacker (O. J.) No. 559.

SHOBERL (Fredarick)—*See* Thier (L. A.). No. 199—303.

SELAS (A. M.)—A Critical outline of the Literature of Germany. London, 1889. No. 310.

SCOTT (S. P.)—History of the Moorish Empire in Europe. London, 1804. 3 Vols. Nos. 533—535.

SHAFFNER (T. P.)—History of the United States of America. London, 1863. 2 Vols. Nos. 332—333.

SHELL—Glimpse of life and manners in Persia, with notes on Russia, Koords, Toorkomans, Nestorians. Khiva, and Persia. London, 1856. No. 378.

SKRINE (F. W.)—The Heart of Asia. A history of Russian Turkestan, and the Central Asian Khanates from the earliest times. London, 1899. No. 437.

SLADEN (D.)—The Japs at home. London, No. 413.

ROBERTSON—History of America. London, 1822. 4 Vols. Nos. 305—308.

" An Historical Disquisition concerning the knowledge which the Ancient had of India, and the progress of trade with that Country. London, 1822. No. 309.

ROBSON (W)—*See* Michaud's. Nos. 451—453.

ROLLIN (Mr.)—The Ancient History of the Egyptians, Carthaginians, Assyrians, Babylonians, Medes, Persians, Macedonians and Grecians. Edinburgh, 1820. 6 Vols. Nos. 226—231.

ROLLIN (M.)—The Ancient History of the Egyptians, Carthaginians, Assyrians, Babylonians, Medes, Persians, Grecians, and Macedonians, Translated from the French. London, 1874. 2 Vols. Nos. 282—283.

ROSS (E. D.)—*See* Skrine (F. H.). No. 437.

ROTTECK (C. V.)—General History of the World from the earliest times until the year 1831; translated from the German into English by F. Jones. Philadelphia, 1840. 4 Vols. Nos. 474—477.

RUSSELL (H)—The Ruin of the Soudan; Cause, Effect and Remedy; a resume of events 1883—1891. London, 1892. No. 418.

RYCAUT (Paul)—*See* Knolles (R.). Nos. 597—599.

SALAHUDDIN KHODA BUKHSH—The Islamic Libraries. Calcutta, 1902. No. 429.

PRICE (D.)—Chronological Retrospect or Memoirs of the Principal Events of Mahommedan History, from the death of the Arabian Legislator, to the accession of the Emperor Akbar, and the establishment of the Moghul Empire in Hindustan. London, 1821. 4 Vols. Nos. 339—342.

RAWLINSON (G.)—The five great Monarchies of the Ancient Eastern World; London, 1879. 3 Vols. Nos. 294—296.

History of Phdenicia. London, 1889. No. 297.

REED (E.)—Persian Literature, ancient and modern. Chicago. No. 445.

REHATSEK (E.)—*See* Muhammad bin Khavend Shah. Nos. 431—434.

RENAN (E.)—History of the People of Israel. London, 1888. 3 Vols. Nos. 352—354.

REYNOLLS (James)—*See* Jalaluddin-al Siuti. No. 426.

RICHARD OF DEVIZES—Chronicles of the Crusades. London, 1882. No. 384.

ROBERTSON (J. C.)—History of the Christian Church. London, 1874. 8 Vols. Nos. 536—543.

(W.)—History of Scotland during the Reign of Queen Mary and King James, VI. London, 1822. 3 Vols. Nos. 298—300.

History of the Reign of Charles V. London, 1822. 4 Vols. Nos. 301—304.

POCOCKE (E.)—India in Greece; or Truth in Mythology, containing the sources of the Hellenic race the colonisation of Egypt and Palestine, the wars of the grand Lama, and the Budhistic Propaganada in in Greece, London, 1852. No. 455.

POCOCKIO (E.)—French translation of Abulpharajia's Tarikh-e Mukhtasarul-daval. Oxoniesis Academia, 1663. No. 456.

POROWSKI (J.)—The Rival Powers in Central Asia, translated from the German by Arthur Baring Brabant; edited by Charles, E. D. Black. Westminster, 1893. No. 394.

PRESCOTT (W. H.)—History of the Conquest of Peru, with a preliminary view of the Civilization of the Incas. London, 1847. 2 Vols. Nos. 123—124.

" History of the Conquest of Mexico, with a preliminary view of the ancient Mexican Civilization and the life of the Conqueror Hernando Cortes. London, 1843. 2 Vols. Nos. 121—121.

" History of the Reign of Ferdinand and Isabella the Catholic. London, 1841. 2 Vols. Nos. 125—126.

" History of the Reign of Philip the Second, King of Spain. London, 1855. 3 Vols. Nos. 127—129.

" History of the Reign of Charles the Fifth. London, 1857. 2 Vols. Nos. 130—131.

" Biographical and Critical Miscellaneous. London, 1875. No. 132.

NAJMUDDIN—Yaman's early Mediæval History, and also the abridged history of its dynasties by ibn Khaldun and an account of Kamathians of Yaman by Baha-addin Al-Janadi. The original text with translation and notes by Henry Cassels Kay. London, 1857. No. 358.

NOLAN (E. H.)—Illustrated History of the war against Russia. London, 1857. 2 Vols. Nos. 325—326.

NAPIER (W. F. P.)—History of the War in the Peninsula and in the south of France. London, 1886. 6 Vols. Nos. A82, B82—86.

NORGATE (K.)—England under the Angevin kings. London, 1887. 2 Vols. Nos. 163—164.

ONCKEN (Wilhelm)—*See* Hausser (L.). Nos. 457—458.

OCKLEY (S.)—History of the Saracens, comprising the lives of Mohamed and his successors to the death of Abdalmelik, the eleveth Caliph with an account of their most remarkable battles, sieges and revolts. London, 1890. No. 444.

OLLIER (E.)—Illustrated History of the Russo-Turkish war. London, 2 Vols. Nos. 483—484.

OSBURN (W.)—The Monumental History of Egypt, as recorded on the ruins of her Temples, Palaces and Tombs. London, 1854 2 Vols. Nos. 348—349.

OTTOMAN EMPIRE—History of the Ottoman Empire. Edinburgh. No. 415.

MORLEY (H.)—First Sketch of English Literature. London, 1894. No. 498.

MORRISON (Rev. A. J. W.)—*See* Schiller (Frederick). No. 496.
,, *See* Schiller (Friedrich). No. 497.

MOSHEIM—Institutes of Ecclesiastical History, Ancient and modern; translated from the roigental Latin with additional notes by James Murdock. London, 1880. No. 393.

MUHAMMAD BIN KHAVEND SHAH—The Rauzat-Us-Safa; or 'Garden of Purity'; containing the histories of Prophets, Kings and Caliphs translated by E. Rehatsek (Edited by F. F. Arbuthont. London, 1891. 4 volumes. Nos. 431—434.

,, The Rauzat-Us-Safa; or 'Garden of Purity'; containing the histories of Prophets, from Adam to Muhammad translated from Persian into French by E. Lamairesse Paris 388. No. 388.

MUIR (W.)—The Caliphate, its rise, decline and fall, taken from original sources. London, 1892. No. 460.

MULLER (MAX.)—A History of Ancient Sanskrit Literature. Edinburgh, 1895. No. 600.

MURDOCK (James.)—*See* Mosheim. No. 393.

,, Annals of the early Caliphate taken from original sources. London, 1883. No. 423.

MIDDLETON (J. H.)—The Remains of Ancient Rome. London, 1892. 2 Vols. Nos. 315—316.

MILL (C.)—History of Muhammedanism, comprising the life and character of the Arabian Prophet, and the succinct Empire founded by the Muhammedan arms. London, 1818. No. 317.

MILL (C. —History of Muhammedanism, comprising the life and character of the Arabian Prophet, and the succinet Empire founded by the Muhammedan arms. London, 1818 No. 461.

MILMAN (H. H)—History of Latin Christianity, 9 Vols. London, 1883. Nos. 586—594.

" History of the Jews, from the earliest period down to modern time. London, 1883. 3 Vols. Nos. 441—443.

" The History of Christianity, from the birth of Christ to the abolition of Paganism in the Roman Empire. London, 1840. 3 Vols. Nos. 396—398.

MIRZA HUSSAIN OF HAMADAN—The Tarikh-i-Jadid or New History translated from the Persian, into English by G. Edward Browne. London, 1893. No. 39.

MIRZA ALI MUHAMMAD THE BAB—*See* Mirza Hussain of Hamadan. No. 379.

MITCHELL (James)—*See* Khalifeh (Haji). No. 334.

MOMMSEN (T.)—History of Rome translated from the German into English by W. P. Diskson. London, 1888. 4 Vols. Nos. 270—273.

MASUDI—Historical Encyclepædia entitled Meadows of Gold and Mine of Gems, translated from the Arabic into English by Aloys Sprenger. London, 1841. 1 Vol. No. 901.

MAY—(T. E.)—Constitutional History of England, since the accession of George the Third (1760—1860.) London, 1875. 3 Vols. Nos. 87—89.

McCABLE((-I D.)—Pictorial History of the World, embracing a full and authentic account of every nation of ancient and modern time. Showing the causes of their prosperity and decline. Philadelphia. No. 499.

McCARTHY (J.)—A History of Our Own Times. London, 1892. 2 Vols. Nos. 118—119.

MELVEN (WILLIAM.)—*See* Wright (T.) Nos. 480—481.

MENPES (M.)—A Record of Japan. London, 1901. No. 602.

MENZIES (ALLAN)—*See* Wellhausen (J.) No. 399.

MENSIES (S.)—Turkey Old and New. London, 1880. 2 Vols. Nos. 408—409.

MERIVALE (C)—General History of Rome from the foundation of the city to the fall of Augustulus. B. C. 735—A. D. 476. London, 1875. No. 269.

MERIVALE—History of the Romans under the Empire. Londn, 1875 8 Vols Nos 274—281.

MICHAUD's—History of the Crusades, translated from the French in to English by W. Robson. London, 1852. 3 Vols. Nos. 451—453.

LECKY (W. E. H.)—History of European Morals. London, 1892. 2 Vols. Nos 529—530.

" History of European Morals. London, 1890. Vols. Vols. II. No. 414.

" History of the Rise and influence of the Spirit of Rationalism in Europe. London, 8890. 2 Vols. Nos. 531—532.

" History of Ireland in the eighteenth Century. 5 Vols. London, 1892. Nos. 52—56.

" History of England in the Eighteenth Century. 7 Vols. London. 1892. No. 55—61.

LEES'S (FREDERIC)—English translation of G. Lenotre's Tribunal of the Terror. A Study of Paris in 1793—1795. London, 1909. No. 367.

LENOTRE (G.)—*See* Lees (Frederic.)

LIVIUS (TITUS.)—The History of Rome, translated by Baker. London, 1834. 2 Vols. (bound in 1 Vol.) No. 251.

MACAULAY (T. B.)—Critical and Historical Essay. London, 1900. 5 Vols. Nos. 446—450.

" History of England from the accession of James the Second to the death of William the Third. London, 1850—1861. 5 Vols. Nos. 135—139.

MAHON (LORD)—History of England from the peace of Utrecht to the peace of Versailles. London 1898. 7 Vols. Nos. 95—101.

MALCOLM (J.)—History of Persia, from the most early period to the present time ; containing an account of the Riligion, Government, Usages and Character of the inhabitants of that Kingdom. London, 1853. 2 Vols. Nos. 335—336.

KNOLLES (R.)—The Turkish History, from the original of that nation to the growth of the Ottoman Empire with a continuation to the present year (1787.) by Paul Rycaut. 3 Vols. London, 1687. Nos. 527—599.

LAMAIRESSE (E.)—*See* Muhammad bin Khavend Shah No. 388.

LANE-POOLE (S.)—The Moors in Spain. London, 1886. No. 547.

" Turkey. Story of nation's Series London, 1888. No. 585.

" Cairo ; sketches of its History, Manuments and Social life. London, 1892. No. 419.

LANE (E. W.)—Arabian Society in the middle ages. London, 1883. No. 380.

LARPENT BART (G.)—Turkey ; its progress. Taken from the journals and correspondence of James Porters, and continued to the present time. London, 1854. 2 Vols. Nos. 404—405.

LATHAM (R. G.)—Russian and Turk, from a Geogrophical, Etinnological, and Historical point of view. London, 1878. No. 417.

LAYARD (A. H.)—Discoveries in the Ruins of Nineveh and Babylon. London, 1853. No. 2 6.

" Nineveh and its Remains. London, 1849. 2 Vols. No. 284—285.

JALALUDDIN AL-SIUTI—The History of the Temple of Jerusalem; translated by James Reynolds London, 1886. No. 426.

JOHNSON (Edwin.)—The Rise of Christendom. London 1890. No. 420.

JOSEPHS (F.)—History of the Antiquities of the Jews, translated by W. Whiston No. 488.

KEY (H C.)—*See* Najmuddin. No. 385.

KEIGHTLEY (T.)—History of England. London 1853. 2 Vols. Nos. 134—105.

KHALIFAH (HAJI.)—Tuhate-al-Kibar, fi-Asfar-al-Bihar (The History of the maritime wars of the Turks) translated into English by James Mitchell. London, 1831. No. 334.

KIASH (K. D.)—Ancient Persian Sculptures; or the Monuments, Buildings, Bas-Reliefs, Reck Inscription belonging to the Kings of Achæmenian and Sassanian dynasties of Persia. Bombay, 1889. No. 389.

KINKODO.—The Russo-Japanese War; fully illustrated. Tokyo, 1904. 3 Vols. No. 445 —447.

" Russo-Japanese War fully illustrated. No. 482.

KNIGHT (E. F.)—The Awakening of Turkey: a History of the Turkish revolution. London, 1909. No. 520.

" A Manual of Ancient History, particularly with regard to the Constitutions, Commerce and the colonies of Europe. London, 1847. No. 372.

" Historical Researches into the Politics, Intercourse and Trade of the Carthaginians, Ethiopians and Egyptians. London, 1850. No. 373.

" Historical Researches into Politics, Intercourse, and Trade of the Principal Nations of Antiquity. London, 1866. 2 Vols. Nos. 374—375.

Hodgkin (T.)—The Walls, Gates, and Aqueduct of Rome. London, 1899. No. 225.

Hogarth (D. G.)—The Penetration of Arabia, a record of the development of western knowledge concerning the Arabian Peninsula. London, 1904. No. 347.

Howorth (H. H.)—History of the Mongols from the 9th to the 19th century. London, 1876. 3 Vols. Nos. 343—345.

Hozier (H. M.)—*See* France. Nos. 323—324.

Hughes (T. S.)—History of England from the accession of George III, to the accession of Queen Victoria. London, 1846. 7 Vols. 34—40.

Hume (D.)—History of England from the invasion of Julius Cæsar to the Revolution in 1688. London, 1864. 5 Vols. Nos. 29—33.

Do. do. do. do. London, 1806. 10 Vols. Nos. 604—613

GUICCIARDINI (M. F.)—La Historia D' Italia. Venetia. 1565. 3 Vols. Nos. 438—440.

GUIROT (F.)—History of the English Revolution of 1640. from the accession of Charles I to his death. London, 1884. No. 102.

GUIZOT (M.)—History of the organ of the Representative Government in Europe. London, 1861. No. 103.

" The History of France from the earliest year to 1848. translated by Robert Black M. A. London, 1884. 8 Vols. Nos. 191—198.

HALLAM (H.)—Introduction to the Literature of Europe. London, 1860. 4 Vols. Nos. 523—526.

" The Constitutional History of England from the accession of Henry VII to the death of George II London, 1876. 3 Vols. Nos. 142—144.

" View of the state of Europe during the middle ages. London, 1860. 3 Vols. Nos. 145—147.

HAMILTON (A.)—See Gregorovius (F.) Nos. 258—268.

HAUSSER (L.)—The Period of the Reformation (1517-1548); translated into English from German by Mrs. G. Struge and edited by Wilhelm Oncken. London, 1873. 2 Vols. Nos. 457—458.

HEEREN (A. H. L.)—Ancient Greece; translated into English from German by Bancroft. London, 1842. No. 322.

" A Manual of the History of the Political system of Europe and its colonies. London, 1846. No. 402.

GNEIST (R.)—The History of the English Constitution, translated into English from German by Philip A. Ashworth. London, 1891. No. 165.

GOODRICH (F. B.)—History of the Seas. Philadelphia, No. 359.

GOSSIP (R.)—Turkey and Russia, their races, history and wars, embracing a graphic account of the great Crimean War and of the Russo-Turkish war. Edinburgh, 1879. No. 337.

GREEN (J. R.)—Town life in the Fifteenth Century. London, 1894. 2 Vols. Nos. 159—160.

" History of the English People. London, 1886 4 Vols. Nos. 44—47.

GREENE (F. V.)—The Russian Army and its campaigns in Turkey. London, 1880. No. 391.

GREGOROVIUS (F.)—History of the city of Rome in the middle ages translated into English by A. Hamilton. London, 1894. 7 Vols but each of the Vols. IV—VII is divided in 2 parts: hence 11 Vols. Nos. 258—268.

GRIFFIS (W. E.)—The Mikado's Empire, a history of Japan. New York, 1890. No. 410.

GROSS (C.)—The Gild merchant, a contribution to the British Municipal history. Oxford, 1890. 2 Vols. Nos. 161—162.

GROTE (G.)—History of Greece. London, 1846. 12 Vols. Nos. 232—243. Vol. 1 is missing.

FREEMAN—Four Oxford Lectures (1887). London, 1888. No. 478.

FROUDE (J. A.)—History of England from the fall of Wolsey to the defeat of the Spanish Armada. London, 1870. 12 Vols Nos. 67—78.

,, The English in Ireland in the 18th Century. London, 1887. 3 Vols. Nos. 90—92.

FROUDE (J. A.)—Divorce of Catherine of Aragone. The story as told by the ambassador, resident at the Court of Henry VIII. London, 1893. No. 93.

FROUDE (J. A.)—Caesar. A sketch. London, 1893. No. 94.

FYFFE (C. A.)—History of Modern Europe. London, 1891. 3 Vols. Nos. 385—387.

GARDNER (Percy)—New Chapters in Greek History. London, 1892. No. 256.

GARDINER (S. R.)—History of the Great Civil War. 1642—1649 London, 1893. 4 Vols. Nos. 107—110.

,, Cromwell's place in history. London, 1897. No. 120.

,, A School Atlas of English History. A Companion Atlas to the 'The Students History of England', by the same Author. London, 1898. No. 473.

GARNETT (R.)—English Literature, an illustrated record from the begining to the age of Tennyson. London, 1903. 4 Vols Nos. 327—330.

GIBBON (E.)—History of the decline and fall of the Roman Empire, edited with additional notes by William Smith. London, 1355. 8 Vols. Nos. 216—223.

FERGUSON (J.)—The Palaces of Nineveh and Persepolis; an essay on ancient Assyrian and Persian Architecture. London, 1851. No. 350.

" The Holy Sepulchre and the Temple at Jerusalem. London, 1865. No. 427.

FINLAY (G.)—History of Greece from its conquest by the Romans to the present time. B. C. 146 to A. D. 1864, Edited by Rev. H. F. Tozer, M. A. Oxford, 1877. 7 Vols. Nos. 244—250.

FRANCE—The Franco—Prussian War; its Causes, incidents and consequences. Edited by H. M. Hozier. London, 2 Vols. Nos. 323—324.

FREEMAN (E. A.)—The History and Conquests of the Saracens. London, 1877. No. 603.

" The reign of William Rufus and the accession of Henry I. London, 1882. 2 Vols. Nos. 133—134.

FREEMAN (E. A.)—The English Towns and Districts; a series of addresses and sketches. London, 1883. No. 20.

" Historical Essays. 4 Series.

"	"	I.	London,	1886	4th Edition.	
"	"	II.	"	1889	3rd	"
"	"	III.	"	1892	2nd	"
"	"	IV.	"	1892	2nd	"

4 Vols. Nos. 514—517.

" The Methods af Historical Study. London, 1886. No. 509.

DUNCKER (Max)—The History of Antiquity; translated from the German by Evelyn Abott. London, 1877. 6 Vols. Nos. 288—293.

DURUY (V)—History of Rome and the Roman People; from its origin to the establishment of the Christian Empire. London, 1884. 6 Vols. No. 177—182.

" History of Greece with an introduction by J. P. Mahaffy. London, 1892. In 4 Vols. and each volume is divided into two sections, hence 8 Volumes. Nos. 183—190.

DYER (Thomas Henry)—Modern Europe, from the fall Constantinople to the establishment of the German Empire, A. D. 1453—1871. London, 1877. 5 Vols. (Vols. V, is missing.) Nos. 48—51.

DYER (T. H.)—The History of the Kings of Rome. London, 1868. No. 257.

EADEN (Isabel M.)—*See* Boutmy, Emile. No. 141

EGYPT—The English in Egypt. London, No. 292.

ELTON (C. I.)—Origin of English History. London, 1890. No. 21.

EMERTON (E.)—Mediæval Europe (814—1300). Boston, 1894. No. 416.

FEILDEN (H. St. Chair)—A short Constitutional History of England. Oxford, 1895. No. 140.

FERGUSON (J.)—History of Architecture in all Countries from the earliest times to the present day. London, 1865. 3 Vols. Nos. 462—464.

CRAIK (George L.)—A Compendious History of English Literature, and of the English Language, from the Norman Conquest. With numerous specimens London, 1875. 2 Vols. Nos. 518--519.

CREASY (E. S.)—Fifteen Decisive Battles of the world from Marathon to Waterloo. London, 1852. No. 513.

CURZON (G. N.)—Persia and the Persian Question. London, 1892. 2 Vols. Nos. 365—366.

DANES (R.)—History of the Boer War 1899—1902. London, and Paris, 1902. No. 469.

DAVENPORT (R. A.)—History of the Bastile and of its Principal captives. London, 1892. No. 370.

DISKSON (W. P.)—*See* Mommsen (T.). Nos. 270—273.

DRAPER (J. W.)—History of the Intellectual Development of Europe. London, 1889. 2 Vols. Nos. 527—528.

D'ISRAELI (I.)—Commentaries on the Life and Reign of Charles I, King of England. London, 1828. 5 Vols. Nos. 166—170.

DU CERCEAU—The History of the Revolution of Persia, taken from the Memoirs of Father Krusinkske. London, 1733. 2 Vols. Nos. 376—377.

DUNCKER (Max)—History of Greece from the earliest times to the end of the Persian War; translated into English from the German by S. F. Alleyne. London, 1883. 2 Vols. Nos. 254—255.

CASSEL'S—Illustrated History of England from the earliest period to the end of 1873. London, 1873. 9 Vols. Nos. 149—157.

" Illustrated History of Russo—Japanese War. London, 1904. 3 Vols. Nos. 470—472.

CHAMBERS—Pictorial History of the Russian War (1854-5-6). London, 1856. No. 489.

CHAMBERLAIN (Basil Hall)—Things Japanese; being notes on various subjects connected with Japan for the use of travellers and others. London, 1905. No. 412.

CHERAGH ALI—The proposed Political, Legal and Social Reforms in the Ottoman Empire and other Mohammedan States. Bombay, 1883. No 435.

CLARE (I. S.)—The Unrivaled History of the World, Published by Unrivaled Publishing and Co. Chicago, 5 Vols. Nos. 500—504.

COLLIER (Price)—The West and the East from an American point of view. London, 1911. No. 369.

CONDE (J. A.)—History of the Dominion of the Arabs in Spain; translated into English from the Spanish by Mrs. J. Foster. London, 1855. 3 Vols. Nos. 544—546.

COWEN (T.)—The Russo—Japanese War, from the outbreak of the hostilities to the battle of Liaopang. London, 1904. No. 468.

Brydges (H. J.)—The Dynasty of the Kajars, translated into English from the original Persian Mss. to which is prefixed a succinct account of the History of Persia previous to that period. London, 1833. No. 424.

Buchanan (G.)—History of Scotland, translated into English from the Latin, with notes and a continuation to the Union in the reign of Queen Anne by James Aikman. Glasgow, 1827. 4 Vols. No. 173—176.

Buckle (Henry Thomas)—History of Civilization in England. 3 Vols. London, 1891. Nos. 52—54.

Bunbury (E. H.)—History of the ancient Geography among the Greeks and Romans from the earliest ages till the fall of the Roman Empire. London, 1879. 2 Vols. Nos. 465—466.

Butler (S)—A sketch of modern and ancient Geography. London, 1822. No. 436.

Calvert (Albert F.)—The Alhambra; being a brief record of the Arabian conquest of the Peninsula with a particular account of the Mohammedan archi-tecture and decoration. London, No. 596.

" (Albert F.)—Moorish Remains in Spain; being a brief record of the Arabian conquest of the peninsula with a particular account of the Mohammedan architecture and decoration in Cordova, Seville and Toledo. London, 1905. No. 596.

Campbell (Forbes)—*See* Thiers (L. A.) Nos. 204—215.

Cary (Henry)—Herodotus. London, 1885. No. 434.

BOURKE (Thomas)—A Concise History of the Moors in Spain from their invasion of that kingdom to their final expulsion from it. London, 1811. No 338.

BOUTMY (E.)—The English Constitution; translated from French into English by I. M. Eaden. London, 1891. No. 141.

BRABANT (Baring)—*See* Popowski (J.) No. 394.

BRANDON (A. H.)—*See* Tenot (Eugene). No. 311.

BRODIE (G)—History of the British Empire, from the accession of Charles I to the Restoration; tracing the progress of Society, and of the Constitution from the Feudal times to the opening of the History; and including a particular examination of Mr. Hume's statement relative to the character of the English Government. London, 1822. 4 Vols. Nos. 25—28.

BROWNE (E. G.)—Literary History of Persia; from the earliest times until Firdausi. London, 1902. 2 Vols. Nos. 362—363.

„ The Persian Revolution of 1905-1909 No. 364.

„ *See* Mirza Hassan of Hamadan. No. 379.

BROWN (R.)—Countries of the World. London, 6 Vols. (bound in 3 Vols.) Nos. 506—508.

BRUGSCH-BEY (H.)—Egypt under the Pharaohs. London, 1891. No. 287.

BRYAN (W. S.)—Foot prints of the World's History. Published by Historical Publishing Company Philadelphia PA. ST. Louis, No. 505.

ASAKAWA (K.)—The Russo-Japanese Conflict, its causes and issues. Westminster, 1904. No. 467.

ASHTON (J.)—Social Life in the Reign of Queen Anne, taken from original sources with eighty four illustrations by the author, from contemporay Prints. London, 1882. 2 Vols. Nos. 23—24.

ASHWORTH (Philip A.)—*See* Gheist (R.) No. 165.

BADGER (George Percy)—*See* Salil-Ibn-i-Razik. No. 368.

BAKER (G.)—*See* Livius (Titus). No. 251.

BANCROFT (George)—History of the United States of America, from the discovery of the continent. New York, 1890. 6 Vols. Nos. 490—495.

" *See* Heeren (A. H. L.) No. 322.

BARKER (J. Ellis)—Modern Germany, Her Political and Economic, Problems, Her Foreign and Domestic Policy, Her Ambitions, and the Causes of her Success. London, 1909. No. 512.

BARTLETT (E. A.)—The Battle Fields of Thessaly, with personal experience in Turkey and Greece. London, 1897. No. 411.

BLACK (Charles E. D.)—*See* Popowski (J.). No. 394.

" (Robert)—See Guizot (M.). Nos. 191—198.

" (Sutherland)—*See* Wellhausen (J.). No. 399.

BOULGER (D. C.)—A short history of China, being an account for the general reader of an ancient Empire and people. London, 1893. No. 346.

GENERAL HISTORY.

ABBOT (Evelyn)—*See* Duncker Max. Nos. 288—293.

ABUL-PHARAJIO (Faraj)—*See* Pocockio (E.) No. 456.

ADAMS (S. W.)—*See* Tenot (Eugene) No. 311.

AIKMAN (JAMES)—*See* Buchanan (G.) Nos. 173—176.

ALISON (A.)—Essays Political, Historical, and Miscellaneous. London, 1850. 3 Vols. Nos. 355—357.

" History of Europe from the commencement of the French Revolution to the Restoration of the Bourbons (1789—1815). London, 1853. 10 Vols. Nos. 1—10.

" History of Europe from the fall of Napoleon to the accession of Louis Napoleon. London, 1853. 8 Vols. Nos. 11—18.

" Index to the History of Europe 1815—1852. London, 1859. No. 19.

ALLEYNE (S. P.)—*See* Duncker (Max) Nos. 254—255.

ARBUTHNOT (F. F.)—*See* Muhammad bin Khavind Shah. Nos. 431—434.

ARONOLD (T. W.)—The Preaching of Islam; History of the Propagation of the Muslim Faith. Westminster, 1890. No. 361.

CONTENTS

reign of Charles II; a complete set of the first edition of Sir *Walter Scott's Waverley Novels*, the many old folio editions of Shakespeare and Milton; *Hume's History of England;* rare and valuable plates and pictures bearing upon the antiquities of India, Moors in Spain, the Ottoman-Turks, and of other ancient and modern nations will continue to be of abiding interest to all and bear eloquent testimony to the profoud love of knowledge and the cultured taste of the immortal founder, who devoted the earnings of a life-time to the foundation and improvement of the Library.

Shahabuddin Khuda Bakhsh
Patna 1918 **Secretary and Librarian**

PREFACE TO SECOND IMPRESSION

Besides its machless collection of Arabic, Persian & Urdu manuscripts and rare printed books in Oriental languages, Khuda Bakhsh Library possesses a sizeable collection of rare printed books in European languages. A subjectwise catalogue of this collection was published in 1918. Now out-of-print for quite some time, the same is being reproduced for the use and benefit of the readers.

This is the first volume which covers the collection as in 1918. The second volume will cover the significant additions made thereafter.

A. R. Bedar
December 1988 **Secretary and Director**

PREFACE TO THE FIRST EDITION

The want of a properly arranged and printed catalogue of English books in the Orietal Public Library having long been felt by the public, the Assistant Librarian Moulvi Waliuddin Khuda Bakhsh B.A., the Curator Moulvi Abdul Hamid and the Sub-Assistant Librarian Moulvi Syed Ali Raza started compiling one under the supervision of my predecessor Mr. Abul Hassan Khan and the following pages are the result of their labour.

The rare and unique Manuscripts in Oriental languages that adorn the shelves of the Library do certainly constitute its most valuable asset, yet some of the books in European languages are of no inconsiderable value. Seekers of knowledge and book-lovers interested in old and rare editions would not go back disappointed, if they came to the Library.

Besides valuable works bearing on recent antiquarian studies as well as books of travels and explorations and books of reference, are also well represented in the Library. It is of interest to note that the Library counts among its possessions a copy of Monsieur de Bourrienne's *Memoirs of Napoleon Bonaparte.* the Ist volume of which contains an autograph letter of the author. The whole set belonged to the Library of Napoleon III. The copy of the English translation of *Seirel Mutaqherin* with notes and corrections made in the translator's own hand; a copy of the *Historia de Italia* printed so far back as 1565; a copy of the *History of the Turks* printed in 1687, which once belonged to the Library of Col. Pechell,a Royalist who flourished In the

PRINTED BOOKS

of

European Languages

in

Khuda Bakhsh Oriental Public Library Patna

—A List of the collection upto 1918

CONTENTS

Printers : Liberty Art Press, New Delhi and Patna Litho Press, Patna.
Publisher : ________________ Khuda Bakhsh Library, Patna (Phone 50109)
Editor : Dr. A. R. Bedar
Annual subscription : Rs100-00 (Inland), 20-00 Dollars (Asian countries), 40 Dollers (other countries)Rs. 25-00 per copy.

Khuda Bakhsh Library

JOURNAL

49

1989

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY
PATNA-800004
(INDIA)

Khuda Bakhsh Library

JOURNAL



49

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY

PATNA